سرارِ حق

مولانا محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ دعوت صدق

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۲۴)

(محمدؐ) جو صدق لے کر آیا اور جس نے اس کا صدق مانا وہی لوگ متقی ہیں وہ جو چاہیں ان کے رب کے ہاں اُن کے لیے موجود ہے

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (۱۶ع)

وہی (خدا ہے) رحمٰن ہے سو اس کی بابت کسی باخبر سے دریافت کرو

اسرارِ حق

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

اس سے بہتر بھلا کس کی بات ہوگی جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے نیک کام کرے اور خود اپنے آپ کو بھی اللہ کا فرمانبردار بندہ بتائے۔

آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، ارشاداتِ صدیقین و اکابرِ دین

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مرتبہ

حضرت مولانا محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ ام اے، ال ال بی (علیگ)

سابق صدر شعبۂ معاشیات عثمانیہ یونیورسٹی و ناظم دار الترجمہ

مطبوعہ:- اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن ۲
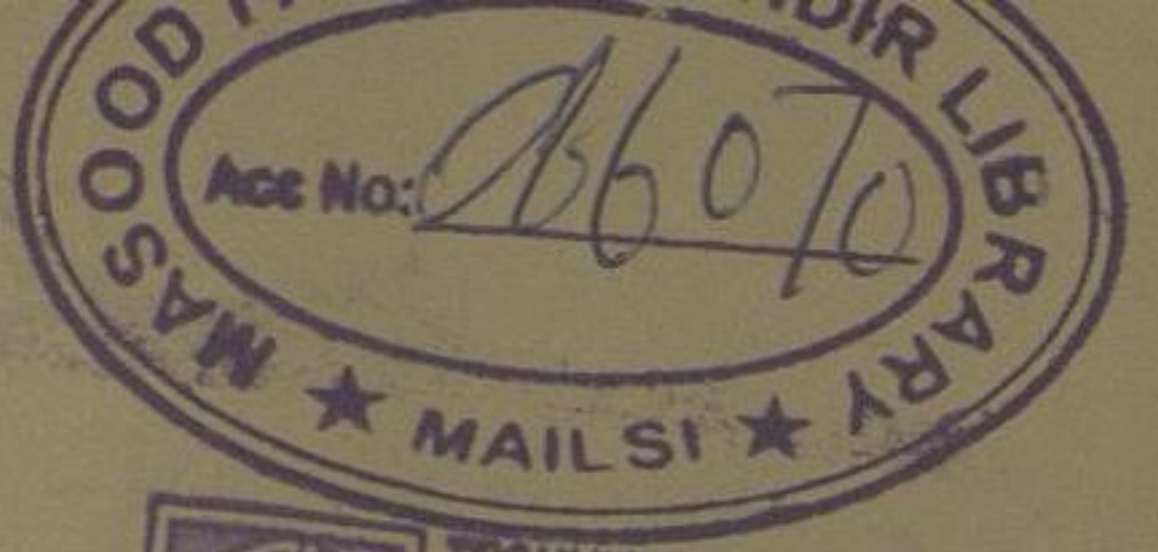
نبوت اور نزولِ قرآن کریم کا چودہ سو سالہ جشن عالم اسلام میں سال حال منایا جا رہا ہے۔ اِس یادگار موقع پر " اسرارِ حق " کی اشاعت دوم کی سعادت بفضلہٖ حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا فیضان عام کرے۔ (آمین)

فہرستِ مضامین

ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ جن کی وجہ سے آپ کا شمار عالمِ اسلام کے مشاہیر میں رہا۔

زیرِ تبصرہ تالیف "اسرارِ حق" آپ کے سلسلۂ دعوت صدق کی پہلی کتاب ہے جو ہر لحاظ سے مکمل و اکمل ہے اور صدق یعنی تصوف پر اپنی طرز و نوعیت کی خاص جامع کتاب سمجھی جا سکتی ہے۔ دقائق۔ حقائق و معارف پر یہ ایک بے نظیر تحقیقاتی مقالہ ہے جو توحید، رسالت، ولایت کے ہر پہلو کو حاوی ہے جس کے متعلق کثیر آیاتِ قرآنی، صحیح احادیث نبوی اور مستند ارشادات اکابرِ دین و صدیقین جمع کئے گئے ہیں جن کے مطالعہ سے ناظرین پر توحید رسالت، عبدیت و امانت کی نزاکتیں اور گوناگوں پہلو بالکل واضح ہو جاتے ہیں اور قارئین پر راہِ حق کھل جاتی ہے۔ تشریک و تعطیل کا فرق نمایاں ہو کر توحید کی صراطِ مستقیم نصیب ہوتی ہے۔ اس تالیف میں ایک خاص خوبی یہ بھی ہے کہ جدید مغربی مادی علوم اور قدیم مشرقی روحانی علوم کی انتہائی تحقیقات کا خلاصہ اس میں پیش کیا گیا ہے جس سے یہ امر جدید تعلیم یافتہ حضرات پر واضح ہو جاتا ہے کہ عقلیات کے دو خاص شعبے حکمت (سائنس) اور فلسفہ ہیں۔ ان کا دور دور تحتانی مادی تحقیقات تک محدود ہے۔ روحانیت کے اعلیٰ طبقات میں ان کے پر جلتے ہیں۔ مذہب جہاں سے شروع ہوتا ہے وہاں سائنس کی رسائی ختم ہو جاتی ہے۔ نیز یہ کہ سائنس کا جو منتہائے پرواز ہے وہ مذہب کا نقطۂ آغاز ہے لہٰذا مذہب اور سائنس میں معرکہ آرائی نہیں۔

تقریباً پچاس سال قبل ۱۹۲۹ء میں "اسرارِ حق" کی پہلی طباعت عمل میں آئی تھی جو ہاتھوں ہاتھ نکل گئی مدت سے نایاب ہے۔ اکثر حضرات اس کے متلاشی ہیں۔ مولانا نے اس عہد کی مناسبت سے اکابرین کے فارسی مکتوبات و حوالہ جات بعینہٖ اس میں نقل فرمائے تھے لیکن آجکل فارسی کا رواج باقی

نہ رہا۔ زمانے نے ایسا پلٹا کھایا ہے کہ فارسی کا فہم تو الگ رہا اب فصیح و بلیغ اردو کے سمجھنے والوں کی کمی ہوتی جارہی ہے۔ ایسے موقع پر مقتضائے وقت کے مطابق آپ کے ایک مرید مولوی عبد الحلیم الیاسی صاحب ایم اے نے (جو کالج کے تعلق سے میرے شاگرد بھی رہے ہیں) تمام فارسی عبارتوں کا بامحاورہ اردو میں سلیس مطلب خیز ترجمہ کردیا ہے جس سے اس کتاب کی افادیت دوبالا ہوگئی ہے۔ اولاً اس ترجمہ کو آپ کے مرید شاگرد: ڈاکٹر غلام دستگیر رشید سابق پروفیسر فارسی عثمانیہ یونیورسٹی نے بمعیت مولوی احمد حسین خان صاحب سابق لکچرار عربی تفصیل سے دیکھ کر اطمینان کرلیا ہے۔ اس کے بعد حسب فرمایش مولوی جمیل احمد صاحب برنی مجھے بھی دکھایا گیا مجھے مسرت ہے کہ یہ ترجمہ بہت شگفتہ، واضح، بامحاورہ اور قابل دید ہے۔

شرحاً تحت
ڈاکٹر قاری کلیم اللہ حسینی
وظیفہ یاب پروفیسر فارسی، جامعہ عثمانیہ
حیدرآباد۔ انڈیا
یوم دوشنبہ ۱۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۶ھ
م ۲۵ دسمبر سنہ ۱۹۶۶ء

طالبانِ حق کو مژدہ

الحمد للہ کہ "سلسلۂ دعوتِ صدق" کی پہلی کتاب "اسرارِ حق" شائع ہو گئی۔ ایک مختصر اور منتخب جماعت "اخوان الصدق" کی سعی و اہتمام سے اس سلسلہ میں بمقتضائے وقت متعدد کار آمد کتابیں بتدریج شائع ہوں گی۔

اگرچہ تصوف اور صوفی ۔ یہ دو اصطلاح بہت رائج ہو چکی ہیں۔ اللہ جل شانہ جا بجا کلام مجید میں حقائق کو صدق۔ انکے جاننے والوں کو صادقین و صدیقین اور ان کے ثمرات کو تقرب سے تعبیر فرماتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔ مقامِ صدق والوں کا کیا کہنا۔ فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر (۲۷) لهم ما یشاؤن عند ربهم ۔ ذٰلِكَ جزاء المحسنین (۲۴) ایمان ہی کے ذریعہ سے صدق تک رسائی ہوتی ہے۔ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا ان لهم قدم صدق عند ربهم (۱۱) مقبول بندوں میں انبیاء کے بعد صدیقین ہی کا درجہ ہے الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء و الصالحین وحسن اولٰئك رفیقا (۵) ہر درجہ کے اعتبارات اور امتیازات کلامِ مجید میں موجود ہیں۔ بصیرت شرط ہے۔

علوم و حقائق قرآنیہ پر کوئی کیا عبور حاصل کر سکتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضیلتِ قرآن مجید کی بابت ایک طویل حدیث نبوی نقل فرماتے ہیں جس میں مذکور ہے لَا یَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا یَخْلَقُ عَلٰی كَثْرَةِ الرَّدِّ ۔ وَلَا یَنْقَضِیْ عَجَائِبُهٗ (ترمذی) اہلِ علم کا قرآن سے کبھی دل نہیں بھرتا بکثرت دہرانے سے وہ پرانا نہیں ہوتا۔ اور اس کے عجائبات (علوم) کی کوئی انتہا نہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

محمد الیاس برنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

علم و فضل کی حد کوئی کیا جانے۔ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (۳/۱۲) (ترجمہ ہم جس کو چاہیں اس کے درجے بلند کر دیتے ہیں۔ ہر دانا سے بڑھ کر دانا موجود ہے۔) علم سے بڑھ کر بھلا کیا نعمت ہوگی۔ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (۵/۴) (جس کو چاہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت ملی تحقیق اس کو بہت بڑی خوبی حاصل ہوئی) چنانچہ بشیٔ علم ہی کے طفیل سے انسان کو تمام مخلوق حتیٰ کہ فرشتوں پر فضیلت نصیب ہوئی۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا (۲/۱) (اور آدمؑ کو تمام اسماء بتا دیئے) حقیقتِ اسماء بعد از توحیدِ آثار و افعال و صفات پیش آتی ہے جس سے کائنات اور تقدیر کے راز کھلتے ہیں اسماء کے علم ہی نے آدمؑ سے کہلایا۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۹/۸) (اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے تئیں آپ تباہ کیا اگر تو ہم کو معاف نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کھائے تو ہم برباد ہو جائیں گے) انھی اسماء کی لاعلمی سے شیطان کہہ اٹھا فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ الخ (۹/۸) (جس طرح تو نے میری راہ ماری) حقیقت کا یہ بہت اعلیٰ

اور نازک مقام ہے۔ جس کا علم کائنات میں انسان کے واسطے مخصوص ہے اور اسی سے یہ خلافت و امانت کا اہل بنا (المؤلف) اللہ جلِ شانہ نے جو خاص دُعا حضور خاتم النبیینؐ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو تلقین فرمائی وہ بھی عظمتِ علم ہی کی حامل ہے۔ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً (۱۵/۶) (اور کہہ اے (محمدؐ) کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر) مگر ساتھ ہی حدودِ علم کو ملحوظ رکھنا ضرور ہے۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۱۶/۲۸) (اللہ کو سب چیزوں کا علم ہے) وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (۲/۳) (لوگ اس کی معلومات میں کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے مگر جتنی وہ چاہے) وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلاً (۱۰/۱۵) (اور نہیں دیا گیا تم کو علم مگر بہت تھوڑا) اور جوں جوں حقیقی جہل رفع ہوتا ہے خود بخود مدارجِ علم کی پوری پوری تصدیق ہو جاتی ہے۔

علمے کہ نہ ماخوذ ز مشکوٰۃ نبی است
واللہ کہ سیرابی از اں تشنہ لبی است
شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ

انسان اوّل نگاہِ عقل سے چیزوں کو دیکھتا بھالتا ہے۔ اگر سرسری واقفیت سے اس کا دل نہ بھرے اور وہ اشکال و خواص سے بڑھ کر بطن و ماہیت تک پہنچنا چاہے تو باذن اللہ تعالیٰ اس کو ایسی دانش و بینش عطا ہوتی ہے کہ وہ حقائق جو عقل کی نظر سے سرتاپا مخفی ہیں اظہر من الشمس ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی تعلیم اس طرح انجام پاتی ہے۔ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ (۳/۶) (اے نبی محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف اس طرح وحی بھیجی جس طرح ہم نے نوحؑ اور اس کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی) وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْماً (۲۱/۵) (اور

ہم نے اس کو (خضرؑ کو) علم لدُنی سکھایا تھا۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (۳/۷) (اللہ سے ڈرو اور اللہ تم کو تعلیم دیتا ہے اور اللہ کو سب چیزوں کا علم ہے) اور نبی امّی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چشمۂ علم تو عین حقیقت سے جاری ہے۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (۵/۲۷) (اپنے عبد (محمدؐ پر) جو وحی کرنی تھی کر دی ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے) علوم نبوی میں خارجی آمیزش کا نام نہیں۔ سبحان اللہ کس قدر منزّہ اور مطہر کئے ہیں اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا۔ (اللہ ہم کو بھی نصیب کرے)۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ (یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے)۔

علم کے بے شمار مدارج ہیں بلحاظ وسعت و بلحاظِ عُمق۔ تنگ نظری اور سطحیت سے وہی مدارج اختلافات بلکہ اضداد کی شکل اختیار کر لیتے ہیں حالانکہ وہ سب ایک ہی زینہ کی سیڑھیاں اور ایک ہی راستہ کی منزلیں ہیں۔ اللہ جلِ شانہٗ صداقتِ قرآن مجید کی سب سے بڑی علامت یہ بیان فرماتا ہے کہ اس میں اول تا آخر ذرا سا بھی اختلاف نہیں ہے البتہ غور کرنا اور سمجھنا شرط ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (۵/۸) (لوگ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے (کہ کہیں سرِ مُو فرق نہیں) اور اگر قرآن اللہ کے سوا کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو ضرور وہ اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے) پھر کس قدر غفلت ہے اگر لوگ بزعم خود بڑے بڑے اختلافات قائم کرکے سے ولا۔ اللہ سے استدلال کریں اقرار لاعلمی نفس کو کیسے گوارا ہو۔ تحقیق کی ہمت و استعداد کہاں۔ اعلیٰ علوم کا انکار اور کاملین سے تکرار۔ ایسے

بڑھ کر سہل مگر لاحاصل کام اور کیا ہو سکتا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب ؎ بے ادب محروم گشت از فضل رب

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا (۳/۲۲) (اے نبی ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور لوگوں کو اللہ کی طرف اذن سے بلانے والا اور ہدایت کا روشن چراغ بنا کر بھیجا اور ایمان والوں کو خوشخبری سُنا دو کہ ان پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔) اللہ جلّ شانہٗ جس نبی کو یہ رتبہ عطا فرمائے اس کی تعلیم کی کیا انتہا ہوگی اور اس سے کیسے کیسے ثمرات حاصل ہونے چاہئیں چنانچہ اللہ جلّ شانہٗ اپنا سب سے اعلیٰ عطیہ اسی رحمۃ للعالمین کی معرفت بنی نوع انسان کے پاس بھیجتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ (تمہارا دین تمہارے واسطے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی) پھر کیا عجب جو انبیاء علیہم السلام کو بھی اُمتِ محمدیؐ میں شمار ہونے کا ارمان ہو۔ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ ؎

اللہ اللہ زمانہ کے شعبدوں نے مسلمانوں کو اسلام سے کس قدر غافل بلکہ بیگانہ بنا دیا۔ نوجوان کیسے کچھ حیران نظر آتے ہیں خدا ہی جانے کیا کیا وسوسے اور خطرات دلوں کو کھٹکاتے اور ستاتے ہیں۔ گرچہ شکوک سے ایمان ڈگمگاتے ہیں تاہم غنیمت ہے کہ عقیدتاً اور ادباً اسلام ہی کی خیر مناتے ہیں حیف صد حیف کتاب مُبین کے ہوتے ہوئے یوں محروم رہیں۔ کہاں ہیں وہ صادقین جو صدق کی شمعیں لے کر گروہ کے گروہ ظلمات سے

نکال لاتے اور حقیقت کی ترنگ میں سِفل سے اٹھا کر علو تک پہنچاتے تھے۔

کہاں ہیں وہ جذبِ الٰہی کے پھندے
کہاں ہیں وہ اللہ کے پاک بندے

زمانہ نے پلٹا کھایا اور دنیا رنگ بدلا چاہتی ہے۔ تن پروری سے دِل اُکتا چلے مادیات کی قید سے پھر خلاص چاہتے ہیں دبی زبان سے روحانیات کے چرچے سننے میں آتے ہیں۔ باطنی چرچے اچھے اچھوں کے دل لبھلاتے ہیں حالانکہ کاملین اُن کو بھی محض لہو و لعب بتاتے ہیں حقیقت کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ وجوب میں احدیت اور امکان میں عبدیت مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ (۲۷/۱۱) (نکالے دو دریا جو مل کر بہتے ہیں۔ پھر بھی درمیان میں پردہ رہتا ہے خلط ملط نہیں ہوتے) اگر اس کی طلب ہو تو اسلام کا بول بالا ہے۔ سبحان اللہ تعلیم نبوی کا کرشمہ حقیقت منکشف ہو جائے تو انشاءاللہ۔

پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

اللہ اکبر حقیقت کے انوار کیا ہی جگمگا رہے ہیں۔ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ (۱۱/۱۸) (قریب ہے کہ روغن خود بخود جل اُٹھے گرچہ اس کو آگ نہ چھوئے۔ نور ہی نور ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے) مگر آنکھیں چندھیاتی اور نگاہیں ترمراتی ہیں۔ حیران و مایوس کیوں ہوں طالب حق کو اللہ جل شانہ خود اُمید دلاتا ہے۔

وَيَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ (۳۰/۲۵)

(اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے لئے چن لیتا ہے اور اس کی رہنمائی کرتا ہے اپنی طرف جو جھکتا ہے) وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۳/۲۱)
(جو لوگ ہمارے لئے کوشش کرتے ہیں انھیں ہم ضرور اپنی راہیں دکھلا دیتے ہیں)
دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (۳/۲۲) (محمدؐ اللہ کی اجازت سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ) مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی (۵/۲۷) (نہ نگاہ جھجکی اور نہ بہکی تحقیق (محمدؐ نے) اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھی ہیں) -
ایک طرف تو اپنے نبی کی روحی فداہٗ یہ شان اور دوسری طرف حضور علیہ السلام کا یہ احسان کہ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۱۵/۱۱)
(تمہاری بہبودی کے لئے بیچین ہے ایمان والوں پر نہایت درجہ شفیق و مہربان ہے)
وائے بر حالِ ما، اگر اپنی غفلت اور پست ہمتی سے ہمیشہ ہمیشہ کور چشم رہیں -
مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا
(جو اس دنیا میں بے بصیرت ہے وہ آخرت میں بھی بے بصیرت اور گم کردہ راہ ہوگا)

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

اللہ جلّ شانہٗ - اللہ کے رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام صدیقین واکابرِ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین - ان کے اشارات وارشادات ٹھنڈے دل سے سنو غور کرو جہل کی وجہ سے بلا تحقیق انکار نہ کر بیٹھو بلکہ - اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا ۝ (وہی خدائے رحمٰن ہے سو اس کی بابت تو کسی باخبر سے پوچھو) ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ٭ بسا کیں دولت از گفتار خیزد

الحمد للہ حمداً کثیراً کہ کسی کی نظر کیمیا اثر مشغولِ کار ہے ؎

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (۹/۳) (اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو نہ پھیر جب کہ ہم کو ہدایت دے چکا اور ہم کو اپنے ہاں سے رحمت عطا کر۔ بے شک تو ہی بڑا دینے والا ہے)۔ آمین ثم آمین ہ

جام باغ
حیدرآباد
جنوری ۱۹۲۱ء

احقر العباد
محمد الیاس برنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصلِ اوّل

دینیات و عقلیات

(اس فصل کا تمام تر مضمون پروفیسر عبد الباری ندوی کے
رسالہ "مذہب و عقلیات" سے ماخوذ ہے۔ مولف فاضل
پروفیسر کا بدل ممنونِ احسان ہے)

دینیات کی غرض و غایت تیقّن اور تقرُّب باری تعالیٰ ہے۔ اس سے وہ حقائق معلوم ہوتے ہیں جو بوجہ اپنی رفعت اور نزاکت کے عقل کی رسائی سے بالاتر ہیں اور بالعموم فوقُ الفطرۃ کہلاتے ہیں۔ وحی و الہام دینیات کا سرچشمہ ہیں اور یقین و ایمان اس کے حاصل کرنے کا ذریعہ۔ عقلیات کی موشگافیاں اور کارگزاریاں بھی کافی حیرتناک اور قابلِ داد ہیں۔ لیکن یہ مسلّم ہے کہ اس کا دور دورہ تحتانی مادّی طبقات تک محدود ہے۔ روحانیت کے اعلیٰ طبقات میں اس کے پر جلتے ہیں۔ عقلیات کے دو خاص شعبے ہیں۔ حکمت (سائنس) و فلسفہ (للمولف۱۲)

مذہب و عقل کی معرکہ آرائیوں کی داستاں یوں تو ہمیشہ کہی اور سنی گئی ہے۔ لیکن پچھلی صدی میں عقلیات نے جو ترقی کی ہے اس کی بناء

پر کہا جاتا ہے کہ مذہب آخری شکست کھا کر اکھاڑہ سے نکل چکا ہے" ہم (اہلِ سائنس) نے خدا کی عارضی خدمات کا شکریہ ادا کرکے اس کو سرحد پر پہنچا دیا ہے (لیزرو کا مقولہ)" عجائبِ سائنس سے ہیبت زدہ اور تقلیدی پرستارانِ یورپ کے حلقوں میں پہنچکر یہ آوازیں اور زیادہ پرشور بن جاتی ہیں۔

ہندوستان میں انگریزی حکومت کے ساتھ ساتھ یورپ کی سائنٹفک ایجادات بھی آئیں جن میں سے ہر ایک ریل، تار، الکٹرسٹی وغیرہ اچھے اچھوں کی عقل کو حیران بنا دینے کے لئے کافی تھی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ سائنس نے زمین کو تول کر وزن معلوم کرلیا، روشنی کی شرح رفتار بتادی، مریخ میں دریا پہاڑ اور آبادی کا سراغ لگالیا۔ اب جو اسکول اور کالجوں میں ہمارے فرزندانِ تعلیم جدید نے کہیں یہ سُن پایا کہ سائنس نے "خدا کو سرحد باہر کردیا" تو بیچارے سمجھے کہ جو چیز ایسے حیرت انگیز اور سمجھ میں نہ آنے والے معجزے دکھا سکتی ہے، جب اُسی نے خدا و مذہب کو باطل ٹھیرادیا تو پھر اب کیا رہا۔ اب اس مرعوبیت کا آج تک یہ عالم ہے کہ نفسِ یورپ یا سائنس کا نام لے لینا، کسی بات کے منوانے کے لئے سب سے موثر استدلال ثابت ہوتا ہے۔

غرض برادرانِ اسکول وکالج کو سنجیدگی کے ساتھ "دینیات وعقلیات" کے مطالعے اور اُن کے باہمی تعلق پر کبھی غور وفکر کی فرصت تو میسّر ہوئی، اور نہ یہ سوچا کہ دونوں ایک میدان میں اُتر بھی سکتے ہیں یا نہیں، لیکن عقل وسائنس کی فتح کے نقارچی بن گئے۔ اگرچہ مصر اور ہندوستان وغیرہ میں یہ وبا زیادہ تر اسی طرح پھیلی، تاہم اس کی ذمہ دار ہمارے

نئے تعلیم یافتہ احباب کی تنہا مرعوبیت و نادانی نہیں ہے۔ اور اسباب بھی ہیں۔ جنھوں نے اس خیال کو عالمگیر بنا دیا۔

۱۔ اولاً تو بعض ذمہ دار اور سائنس کے اکابر رجال مثلاً لاپلاس ٹنڈل، ہکسلے وغیرہ کی زبان و قلم سے ایسے الفاظ نکلے کہ عوام کا تو کیا ذکر خواص تک اس وہم کے اور غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے کہ مذہب و سائنس کی دشمنی کا خیال کوئی بازاری گپ نہیں ہے۔ لاپلاس نے جب اپنی کتاب (میکانیک) نپولین کو پیش کی تو اس نے کہا کہ "لوگ کہتے ہیں کہ تم نے یہ کتاب نظامِ عالم پر لکھی ہے اور پھر بھی اس کے خالق کا نام نہیں لیا ہے۔" اس پر لاپلاس نے خشونت کے ساتھ جواب دیا کہ "جناب والا مجکو اس قسم کے کسی فرض کی ضرورت نہ تھی۔ (نیچرلزم اینڈ اگناسٹسزم) فطرت ولا ادریت از وارڈ صفحہ اول جلد ۴۔

ہکسلے نے کہدیا کہ "مادہ اور قوانینِ مادہ نے عقیدۂ خلق (جنیسس) اور روح کے وجود کو باطل کر دیا ہے۔ اس طرح کی باتوں نے سائنس کی حقیقت سے ناواقفوں کے دل میں اور بھی مذہب کی نسبت وسوسے پیدا کر دیئے۔ اور ان کی مرعوبیت کو گویا ایک سند ہاتھ آگئی۔

۲۔ لیکن حقیقت میں غلط فہمی کا سب سے بڑا منشاء اہل سائنس اور علماء مذہب کی عداوت کا مغالطہ ہے، جس کا بہت کچھ ذمہ دار یورپ کا محکمۂ احتساب (انکوئیزیشن) ہے جس کی قربان گاہ پر قرون وسطیٰ میں پاپاؤں کے ہاتھ بیسیوں محققین سائنس انکشافاتِ علمی کے گناہ میں نذر چڑھ گئے۔ پادری سمجھتے تھے کہ زمین کا گول کہنا بھی مذہب کی تردید ہے۔

کوپرنیکس نے حرکتِ ارض و مرکزیتِ شمس کے اثبات یا نظام فیثاغورس کی تائید میں کتاب لکھی تو اس کا پڑھنا کفر قرار پایا۔ گلیلیو نے دوربین کی ایجاد سے کوپرنیکس کے انکشافات کی تائید کی، تو اس کو قید کی سزا ملی اور قید ہی میں مر گیا۔ برونو اس جرم میں جلا دیا گیا کہ "تعددِ عوالم" کا قائل تھا۔

غرض اس محکمہ نے سینکڑوں آدمیوں کو مذہب کے نام سے ستایا اور برباد کیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ لوگ علم و مذہب کو حریف سمجھنے لگے۔ اس مغالطہ نے اتنا تسلط حاصل کیا کہ ڈریپر نے ایک کتاب ہی "معرکۂ مذہب و سائنس" کے نام سے لکھ ڈالی، حالانکہ اس کا ماحصل تمام تر وہی اہلِ سائنس اور علماء مذہب کا معرکہ ہے۔

۳۔ تیسرا بڑا سبب خود مذہب کے نادان دوست ہمارے متکلمین ہیں انھوں نے اس پر تو غور نہ کیا کہ مذہب و عقلیات میں اصولاً کوئی تصادم ہے یا نہیں، اور ان دونوں کی تطبیق و مصالحت کی اُلجھن میں پڑ گئے، یا پھر حکمت و فلسفہ کی زبان سے جو بات بھی نکلی اُس کی تردید اپنا فرضِ مذہبی قرار دے لیا۔

مسلمانوں میں جس شئے نے عقل و مذہب کی باہمی منافرت کے خیال کو سب سے زیادہ پھیلایا اور راسخ کیا وہ یہی علم کلام کی نا بکار ایجاد ہے، جس نے ایک طرف مذہب کو شدید صدمہ پہنچایا۔ اور دوسری طرف ذہنی قوتوں کو بادپیمائی اور سطحِ آب پر نقش آرائیوں میں رائیگاں کیا۔

مذہب و سائنس کی بے تعلقی کو پوری طرح سمجھنے کے لئے پہلے

ان کے باہمی فرق اور بُعدِ حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ ریل کی دو گاڑیاں ٹکرا سکتی ہیں اور ٹکراتی ہیں، لیکن ریل گاڑی اور جہاز میں تصادم ناممکن ہے، اس لئے کہ ریل سمندر میں چل ہی نہیں سکتی ہے، اور نہ جہاز خشکی پر بعینہٖ یہی حال سائنس اور مذہب کا ہے۔ سائینس کا مذہب کی حد میں داخل ہونا اُس سے زیادہ محال ہے، جتنا ریل کا پانی یا جہاز کا خشکی پر چلنا ہے۔ مذہب جہاں سے شروع ہوتا ہے، سائنس کی رسائی وہاں ختم ہو جاتی ہے۔ سائنس کا جو منتہائے پرواز ہے، مذہب کا وہ نقطۂ آغاز ہے۔ سائنس کی بحث و تحقیق کا تعلق تمام تر فطرۃ (نیچر) کے واقعات، مشاہدات اور تجربات سے ہے۔ مذہب کی بِنا یکسر فوق الفطرت اور تجربہ و مشاہدہ کی دسترس سے ماورا چیزوں پر ہے، مثلاً خدا، روح، حشر و نشر وغیرہ۔

ایک عام آدمی اور سائنٹسٹ کے تجربہ اور مشاہدہ میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ موخر الذکر اپنے مشاہدات و تجرباتِ کو تفتیش اور مختلف قسم کے اختبارات (اکسپریمنٹس) سے وسیع کر کے استقرائی (انڈکٹیو) کلیات بناتا ہے، اور اُن کی توجیہ و تشریح (اکسپلے نیشن) کے لئے اصول وضع کرتا ہے۔

ایک راہ گیر بھی سیب کو درخت سے زمین پر گرتے دیکھتا ہے، لیکن نیوٹن کا ذہن اس واقعہ سے ایک وسیع اصول کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے تجربہ کو پھیلاتا ہے۔ طرح طرح کے اختبارات سے اپنے انتقالِ ذہنی کو مصدّق و مستحکم بناتا ہے، مختلف واقعات کو ایک سلسلہ میں جوڑتا ہے۔ اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ

سمندر کے مد و جزر، سیارات کی گردش، نظام شمس کے قیام جیسے عظیم الشان اور مختلف واقعات میں بھی وہی علّت و قوت کارفرما ہے، جو سیب کے زمین پر گرنے میں اس قوت کا نام وہ کشش رکھتا ہے جس سے عالم جسمانیات کا ایک ایک ذرّہ بندھا ہوا ہے۔ آگے چل کر یہی قانونِ کشش دنیائے سائنس کا عظیم ترین اکتشاف قرار پاتا ہے۔

لیکن یہ خود قانونِ کشش کیا ہے؟ کیسے وجود میں آیا ہے؟ ازلی ہے یا کسی کا مخلوق؟ وہ سوالات ہیں جن کے جواب میں علمائے سائنس کی زبانیں گنگ ہیں۔ خود نیوٹن کو اپنی اسی کتاب (پرنسپیا) کے خاتمہ میں جس میں سائنس کے اس مایہ ناز اکتشاف پر بحث ہے یہ کہنا پڑا کہ "عالم فطرت کی یہ نیرنگیاں واجبُ الوجود کے ارادہ کے علاوہ کسی اور شئے سے نہیں ظاہر ہو سکتیں وہ واجب الوجود جو ہمیشہ اور ہر جگہ موجود ہے، یعنی خدائے برتر، نامحدود قادر مطلق، سمیع و بصیر اور کمال بحت ہستی۔

مشہور حکیم (سائنٹسٹ) پروفیسر ٹنڈل نے سائنس کی اس حقیقت اور محدود رسائی کو ایک عام فہم تمثیل سے یوں سمجھایا ہے کہ "اگر تم گھڑی دیکھو، تو اس میں گھنٹے اور منٹ، سکنڈ کی سوئیاں پھرتی نظر آئیں گی۔ یہ سوئیاں کیوں پھرتی ہیں؟ اور اُن کی حرکات کی یہ خاص باہمی نسبت جو ہم کو نظر آتی ہے کیونکہ قائم ہے؟ ان سوالات کا جواب بے گھڑی کو کھولے، اُس کے مختلف پرزوں کو اچھی طرح دیکھے اور ان کا ایک دوسرے سے تعلق معلوم کئے بغیر نہیں دیا جا سکتا۔ جب یہ سب کچھ ہو لیتا ہے، تو ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ سوئیوں کی یہ خاص حرکت گھڑی کی اُس اندرونی ساخت اور مشین کا نتیجہ ہے، جو کوک کی

قوت سے چل رہی ہے سوئیوں کی یہ حرکت صنعتِ انسانی کا ایک واقعہ یا حادثہ فنامن کہا جاسکتا ہے، لیکن بعینہٖ یہی حال واقعات و حوادث فطرت کا ہے، ان کے اندر بھی ایک مخفی مشین کارفرما ہے، اور ایک خزانۂ قوت ہے، جو اس مشین کو چلا رہا ہے۔ حکمت طبعی (فزیکل سائنس) کا انتہائی کام اسی مشین اور ذخیرہ قوت پر سے پردہ ہٹا کر یہ بتانا ہے کہ یہ واقعات و حوادث انہی دونوں کے فعل وانفعال کا لازمی نتیجہ ہیں"۔

لیکن کارخانۂ عالم کی یہ اندرونی مشین خود کیا ہے اور کیسے بنی؟ اس گھڑی کو کس نے کوکا؟ اس کی چلانے والی قوت (انرجی) کہاں سے آئی؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب سائنس کے بس سے باہر ہے علمی زبان میں یوں کہو کہ سائنس صرف ثانوی اور قریبی علل واسباب پر سے پردہ اٹھاکر واقعاتِ عالم کی ایک گونہ توجیہ و تشریح کرسکتی ہے، عِلل اولی کا پتہ لگانا سائنس کے دائرہ بحث سے قطعاً خارج ہے۔ حِکمیات (سائنس) کے ایک بڑے امام ہکسلے نے اس عجز کا اعتراف "سائنس کی پرائمر" میں جو بچوں کے پڑھنے کے لئے ہے۔ اس طرح کیا ہے کہ "کسی شئی کی بھی کامل توجیہ و تعلیل نہیں ہوسکتی، کیونکہ انسان کا اعلیٰ سے اعلیٰ علم بھی سلسلۂ توجیہ میں آغاز اشیاء کی جانب چند قدم سے آگے نہیں بڑھ سکتا"۔ اب تم ہی سوچو کہ خدا یا علت اولی کے اِبطال و اثبات کا بوجھ سائنس پر ڈالنا کیا سائنس کی حقیقت سے جہل اور "بما لا یرضیٰ بہ القائل" نہیں ہے؟

کیا بو العجبی ہے کہ جس ذمہ داری سے سائنس کی کتاب ابجد اس صراحت کے ساتھ اِبا و انکار کرتی ہے اُسی کا ہم اپنے جہل سے اس کو مدعی بتاتے ہیں! عقل و دانش کے مدعی انسان کی بے عقلی اور گمرہی کا سب سے زیادہ حسرت ناک منظر وہ ہوتا ہے کہ بعض خارجی اتفاقات و حالات کی بناء پر، وہ بہت سی ایسی چیزوں کو مسلّم سمجھ بیٹھتا ہے، جو واقفیت کے لحاظ سے اسی قدر بے سروپا ہوتی ہیں، جس قدر کہ مشہور و مقبولِ عام ہوتی ہیں۔

سائنس کے ہزاروں طلباء، اس کے مختلف شعبوں کی تحصیل کرتے ہیں اور ایک ایک شعبہ پر بیسیوں کتابیں نظر سے گزرتی ہیں، جن میں ایک باب بھی ایسا نہیں ہوتا، جس میں خدا، روح، حشر و نشر وغیرہ کے ابطال و اثبات سے ایک سائنٹیفک واقعہ و حقیقت کی حیثیت سے بحث ہو۔ پھر بھی یہ غوغا ہے کہ "بے اعتقادی نے اعتقاد کی جگہ لے لی ہے، عقل نے صحیفۂ آسمانی کی، سیاست نے مذہب کی، زمین نے آسمان کی، عمل نے عبادت کی۔ مادّی احتیاج نے دوزخ کی، اور انسان نے دیندار کی،، ("مقدمہ فلسفہ" از پاکسن صفحہ ۳۱۷)۔

بے شک ایک عالمِ ہیئت اجرام سماوی اُن کی باہمی کشش اور قوانینِ حرکت سے بحث کرتا ہے اور کر سکتا ہے، لیکن کیا وہ اس کشش و حرکت کی ماہیت اور انتہائی علت بھی بتاتا ہے یا بتا سکتا ہے؟ ریاضیات کا ماہر عدد و مکان (اسپیس) کے علائق کا پتہ لگا سکتا ہے، لیکن کیا وہ مکان کی اصل حقیقت کا بھی کوئی نشان دے سکتا ہے اتنا بھی تو معلوم نہیں کہ یہ کوئی ذہنی شئے ہے یا خارجی۔ علم الحیات

کے اکتشافات سے یہ معلوم ہوگیا ہے کہ جاندار اجسام کاربن، آکسیجن، ہائیڈروجن، و نائیٹروجن سے مرکب ہوتے ہیں لیکن کیا کوئی حیاتیات کا محقق اس کا سراغ لگا سکا ہے، کہ ان مختلف مواد کی کیمیاوی ترکیب و تعامل سے زندگی اور اس کے افعال احساس و شعور وغیرہ کیوں کر اور کیسے پیدا ہو جاتے ہیں۔ عالِم کیمیا و طبیعات، سالمات (ایٹمس) برقی برق پاروں (الکٹرنس) اور ایتھر کے وجود کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ لیکن کیا وہ بجلی اور ایتھر کی حقیقت کے علم کا بھی دعویدار بن سکتا ہے؟ الحاصل علم و حکمت کی جس صنف کو بھی دیکھو، یہ بیک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ "توجیہ و تعلیل کا سلسلہ آغازِ اشیاء کی طرف چند قدم سے آگے نہیں بڑھ سکتا" انسانی لاعلمی اور جہل کی تاریکی کے مقابل میں علم کی روشنی کا اتنا حصہ بھی نہیں، جتنا گھنگھور گھٹا کے عالمِ ظلمات میں بجلی کی ایک آنی چمک کا ہوتا ہے۔

مذہب اسی ظلمات میں اعتقاد و ایمان بالغیب کی مشعل سے رہنمائی کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ عقل و حکمت (ریزن و سائنس) کی چمک تاریکی کے اُن بادلوں کو چھانٹ ہی نہیں سکتی، اس کا چراغِ ہدایت اس بحرِ ظلمات میں داخل ہوتے ہی گل ہو جاتا ہے۔

مگر انسان کی فطرت میں کرید ہے، اُس کو بال کی کھال نکالے بغیر کل نہیں پڑتی ہے۔ اس لئے وہ صرف حوادث و ظواہر (اپیرنس) کے جان لینے پر قناعت نہیں کر سکتا تھا۔ فکر ہوئی کہ عالم بہ حیثیت مجموعی کیا ہے؟ اس کی ابتدا کیسے ہوئی؟ انتہا کیا ہوگی؟ ذہن اور موجوداتِ خارجی کی اصل حقیقت کیا ہے؟ ہم کیا ہیں؟ ہم کہاں ہیں؟ کہاں سے

آئے ہیں؟ کہاں جانا ہے؟ غرض کائنات فطرت (نیچر) سے نکل کر فوق الفطرت اسرار پر سے پردہ اٹھانے کی خلش پیدا ہوئی، جو عقل انسانی کے لئے شجرِ ممنوع تھا۔

اِن سوالات کے پیدا ہوتے ہی آدمی سائنس کی چار دیواری سے نکل کر فلسفہ یا صحیح معنٰی میں مابعدُ الطبعیات (میٹا فزکس) کی نامحدود فضا میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر علوم طبعیہ (فزیکل سائنس) کے یقینیات و قطعیات کا سر رشتہ ہات سے چھوٹ جاتا ہے۔ یہ ظن و قیاس کا عالم ہے، جہاں کسی بات کی قطعیت و یقینیت کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔

ہر کس ز سر قیاس چیزے گفتند
معلوم نہ گشت و قصہ کوتاہ نہ شد

مذہب ان ہی الہیاتی (میٹا فزیکل) مسائل سے ٹکراتا ہے، اور جنگ و صلح کا جو کچھ امکان ہے وہ "مذہب و فلسفہ" میں ہے، نہ کہ "مذہب و سائنس" میں۔ اس لئے اصل بحث "فلسفہ و مذہب" کے باہمی تعلقات کی توضیح و تصحیح ہے جس کے سمجھنے کے لئے تین باتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

(۱) فلسفہ اور مذہب کی منزل مقصود بے شک ایک کہی جا سکتی ہے لیکن دونوں کی راہیں اس قدر مختلف اور الگ ہیں کہ اگر غلط فہمیوں اور غلط مبحث کو صاف کر دیا جائے، تو تصادم کا کوئی احتمال و اندیشہ نہیں رہ جاتا۔ مذہب کی بنیاد تمام تر ایمان و اعتقاد پر ہے، اور فلسفہ کی تعمیر استدلال و قیاس سے ہوتی ہے۔ مذہب کے اندر جہاں عقل آرائیوں کو راہ دی گئی، وہ اپنی قوت و حقیقت گم کر کے فلسفہ بن جاتا ہے۔ (تفصیل آگے آئے گی)

(۲) بحث کا اہم نکتہ یہ ہے کہ اگر تصادم ہو بھی، تاہم یہ کہنا یا سمجھنا سخت جہل ہوگا کہ فلسفیانہ قیاسات و دلائل مذہب کو آخری اور قطعی طور پر باطل ثابت کر سکتے ہیں۔ فلسفہ و الٰہیات خود اتنے متناقص آرا و خیالات کے مجموعے کا نام ہے کہ نہ تو وہ معیارِ حق بن سکتا ہے، نہ اس کی بنا پر عقل و مذہب میں سے کسی کی فتح و ہزیمت کا اعلان کیا جا سکتا ہے۔ اس کی غرض انسان کی صرف اُسی فطری کرید و موشگافیوں کی تسکین ہے، جو اس کی عقل کو باوجود اعتراف نارسائی، مابعد الطبیعات کی ارضِ ممنوعہ میں قدم رکھنے پر مضطر و بے اختیار کر دیتی ہے۔

(۳) سب سے آخری بحث یہ ہے کہ فلسفہ کی ڈھائی ہزار سال کی تاریخ ہمارے سامنے موجود ہے دیکھنا یہ ہے کہ واقعیت کے لحاظ سے اس طویل مدت میں فلسفہ کس حد تک مذہب کا حریف و عنید رہا ہے؟ اس کا صحیح جواب بیکن نے دیا ہے، جس کی تصدیق و شہادت میں قدیم و جدید فلسفہ کے مجلدات ہم آہنگ ہیں کہ فلسفہ کا قلیل و سطحی علم الحاد کی طرف مائل کر دیتا ہے، لیکن اس کا گہرا علم مذہب سے قریب کر دیتا ہے۔"

تاریخ فلسفہ کا دفتر یوں تو بے پایاں ہے۔ لیکن اس کا نچوڑ چار مذاہب (اسکول) ہیں۔

(۱) ثنویت یا دوئی (۲) تصوریت یا روحیت (۳) مادیت اور (۴) ارتیابیت۔ ان میں سے دونوں اول الذکر تو بلاواسطہ یا بالواسطہ مذہب کے مؤید و حامی ہیں۔ تیسرا معاند ہے، اور چوتھا نہ دوست نہ دشمن۔

ثنویت کا ماحصل یہ ہے کہ کائنات میں دو بالکل مختلف و

متضاد چیزیں موجود ہیں، جسم و روح۔ ایک قطعاً بے حس و حرکت مادہ کا ڈھیر ہے، دوسری مجرد اور عقل و شعور کا مصدر ہے۔ عہد قدیم کے سب سے بڑے فلسفی و حکیم ارسطو کا مسلک یہی تھا۔ دور جدید کے آغاز تک دنیا کے فلسفہ کا بیشتر حصہ اسی کا پیرو رہا ہے۔ فلسفۂ جدید کا ابو الآبا ڈیکارٹ بھی ارسطو ہی کا ہم مسلک ہے۔ تمام مذاہب کی ظاہری تعلیمات کا بھی یہی خلاصہ ہے بلکہ سچ پوچھو تو روح ہی کا عقیدہ مذہب کی جڑ ہے۔ باقی جزاء و سزاء، حشر و نشر وغیرہ اسی کی تفریعات ہیں۔

دوئی کے ماننے والوں کے خلاف ایک طرف تصوریہ (ایڈیلسٹس) کا یہ دعویٰ ہے کہ اصل الاصول ایک ہی شئے ہے اور وہ روح، عقل یا ذہن ہے۔ باقی تمام عالم جسمانیات اسی کا تصور، پرتو، یا اور کسی نہ کسی طرح سے اسی سے پیدا و مستنبط ہے۔ مادیات کا مستقل وجود محض ایک قسم کا فریب (الیوژن) ہے اس مسلک کا پرانا رہبر فلاطون مانا جاتا ہے جس کی جگہ خالص فلسفہ کی بزم میں ارسطو سے بھی بلند تر ہے۔ اور عہد حاضر کے تو کہنا چاہیئے کہ تمام اساطین فلسفہ اسی ایک علم کے نیچے جمع ہو گئے ہیں۔ اسپنوزا، لبنز، برکلے، افخٹے، شلنگ، ہیگل، برگسن سب کے سر اسی ایک تان پر آ کے ٹوٹتے ہیں۔ مذہب میں صوفیہ اور ارباب باطن سے ان قائلین تصوریت کے ڈانڈے اس قدر مل جاتے ہیں کہ صرف حال اور قال کا پردہ رہ جاتا ہے۔

دوسری طرف طبل مادیت کی یہ صدا ہے کہ بے شک اصل الاصول

ایک ہی شئے ہے لیکن یہ روح نہیں ہے بلکہ مادّہ ہے۔ عقل و شعور وغیرہ جن کو تم افعالِ روح خیال کرتے ہو، یہ ذرات مادی ہی کے اجتماع، ترکیب اور تعامل کے نتائج ہیں۔ یہ مادّہ اور اس کی قوت یا انرجی دونو ازلی اور غیر مخلوق ہیں۔ اور اس لحاظ سے دونو ایک ہی ہیں کہ ایک کا دوسرے سے انفکاک یا جدا ہونا ناممکن ہے۔

مادّہ یا قوت ہی کے بندھے ہوئے مقررہ طریق عمل اور اصولِ عمل کا نام فطرت (نیچر) اور قوانین فطرت (لاز آف نیچر) ہے۔ ساری کائنات ارضی و سماوی، اسی فطرۃ اور مادّہ سے پیدا ہے۔ کسی خارجی مستقل الوجود، صاحب الامر خالق یا خدا کی احتیاج نہیں ہے "فطرت خود بخود خداؤں کی مداخلت کے بغیر سب کچھ کر لیتی ہے" (علی الترتیب لیوکرٹیس اور برنو کے مقولے ہیں) مادّہ خالی ہیولیٰ یا محض منفعل ذات نہیں ہے، جیسا کہ فلاسفہ اس کی تصویر کھینچتے ہیں۔ بلکہ وہ مادرِ کائنات ہے جو خود اپنے ہی رحم سے تمام نتائج برآمد کرتی ہے" (برونو کا مقولہ)۔

پس فلسفہ کے مذاہب اربعہ میں یہی ایک مذہب ہے، جو الحاد اور بے دینی کے نتائج پیدا کر سکتا ہے یہ اسکول اگرچہ "اتنا ہی قدیم ہے، جتنا کہ خود فلسفہ" اور آج سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے دیمقراطیس کے ہاتھ مستقل نظام (سسٹم) کی صورت اختیار کر چکا تھا، لیکن قدیم زمانہ میں، اس کی تعلیمات کو کچھ زیادہ رواج اور مقبولیت نہ حاصل ہو سکی۔ دیمقراطیس کے مشاہیر اتباع میں، اپیکورس لیوکرٹیس۔ وغیرہ کے دو چار ناموں سے زیادہ نہیں ملتے۔

قرون وسطیٰ میں مدرسیت کے نقار خانہ کی صدا اس قدر فلسفہ کی فضاؤں میں گونجی ہوئی تھی کہ کوئی اور آواز سنائی نہیں پڑتی تھی اور "مادیت" کی ہستی تو بس طاق نسیاں کے نقش و نگار سے زیادہ نہیں رہ گئی تھی۔ سولھویں صدی کے آخر میں برونو نے اِن فراموش نقش و نگار کو یاد کیا، تو اس جرم میں مجلس احتساب کی آتش غیظ و غضب نے اس کو آگ میں جھکوا دیا۔

اس عاشق علم کے ستی ہو جانے کے بعد سترھویں صدی میں جہاں سے اور چیزوں کے ساتھ، فلسفہ کا بھی "عصر جدید" شروع ہوتا ہے، گسنڈی نامی ایک شخص نے دیمقراطیس کو پھر زندہ کیا اور اور سچ یہ ہے کہ دنیائے سائنس میں اب وہ زندہ جاوید بن گیا ہے۔ اور اس کا نظریہ سالمات مسلّماتِ حکمۃ میں داخل ہو گیا ہے،

لیکن اس نظریۂ مادیت کو الحاد و انکار مذہب کا سرچشمہ بنانے میں سب سے زیادہ حصہ جس چیز کا ہے، وہ پچھلی دو صدیوں میں سائنس کے عظیم الشان انکشافات و تحقیقات کے نتائج ہیں۔ ان میں سے چار ہماری موجودہ بحث کے لئے زیادہ اہم ہیں۔
(۱) استمرارِ مادہ و قوت (۲) نظریہ اصل الانواع یا ارتقاء۔
(۳) کیمیاوی مواد حیات کا علم (۴) افعال ذہنی و جسمی کا تعلق۔

یہاں اِن مسائل سائنس کی تائید یا تضعیف مقصود نہیں نہ اُن کی واقعیت و قطعیت میں شک اندازی، بلکہ محض اُن مغالطہ آمیز نتائج پر سے پردہ اٹھا دینا ہے، جن پر عوام کیا خواص تک کی نظر نہیں پڑتی، اور جو محض غلط فہمی اور خلط مبحث کی بدولت مذہب کے

خلاف سمجھے جاتے ہیں۔
(۱) سب سے پہلے آخر الذکر کو لو، یعنی افعال ذہن و جسم کا تعلق۔ ثنویہ کی طرح اہل مذہب کا بھی یہ اعتقاد ہے کہ روح جسم سے ایک بالکل مختلف بلکہ متضاد حقیقت و ہستی ہے اور جسم اُس کے لئے محض ایک آلۂ عمل ہے۔ افعالِ ذہنی اسی روح کے افعال ہیں۔ اس باب میں سائنس کی تحقیقات یا علم "افعالُ الاعضاء" (فزیالوجی) کے انکشافات کا ماحصل یہ ہے کہ ہر ذہنی یا روحی فعل کے مقابل میں کوئی نہ کوئی جسمی تغیر بھی پایا جاتا ہے۔ اگر افعال ذہن میں کچھ خلل واقع ہوتا ہے تو ساتھ ہی دماغ یا اعصاب میں بھی کوئی نہ کوئی فتور ملتا ہے۔ یہاں تک کہ مختلف افعال ذہن شعور، حافظہ، ادراک وغیرہ کے لئے، دماغ میں الگ الگ خانے یا حصے ہیں، اور ایک ہوشیار عالم عضویات ان حصوں میں سے جس کو چاہے علیحدہ کر کے ذہن کے اس فعل کو باطل کر سکتا ہے۔ مثلاً اگر حافظہ کا حصہ دماغی کاسئہ سر سے کسی طرح نکال لیا جائے تو پھر اُس آدمی کو کوئی بات یاد نہ رہے گی۔ کتوں وغیرہ پر اس قسم کے تجربات کئے بھی گئے ہیں۔ غرض تجربہ و استقراء سے یہ اچھی طرح ثابت ہو گیا ہے کہ افعالِ ذہن و تغیراتِ جسمیہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

اس نتیجۂ استقرائی کے تسلیم میں عذر نہیں لیکن اس سے آگے بڑھ کر اہل مادیت کا یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ افعال ذہن ان تغیراتِ جسمیہ ہی کے پیدا کئے ہوئے یا معلول ہیں، نہ استقراء پر مبنی ہے اور نہ یہ فزیالوجی کی کوئی سائنٹیفک تحقیقات ہے۔ ماہر عضویات

اتنا اور صرف اتنا جانتا ہے کہ جب شعور و ادراک کا فعل واقع ہوتا ہے، تو ساتھ ہی ساتھ کاسۂ سر کے اندر جو بھورے رنگ کا مادہ بند ہے، اُس میں بھی ایک خاص تغیر واقع ہوتا ہے۔ اب اس کی تعلیل کے لئے جس طرح یہ صورت ممکن ہے کہ شعور و ادراک اس بھورے مادہ کا آفریدہ و معلول ہو، اس سے کسی طرح کم درجہ کا امکان یہ نہیں ہے کہ شعور و ادراک کسی اور غیر مادی ہستی کا فعل ہو جو اعضائے دماغ و نظامِ عصبی کو بطور ایک آلہ کے استعمال کرتی ہو۔

یہ بحث مابعد الطبیعات کی دنیا کے ظنیات و قیاسات کی ہے سائنس نہ اس کو ہاتھ لگا سکتی ہے نہ کسی سائنٹفک واقعہ کی طرح تجربہ و مشاہدہ سے اس کا کوئی قطعی و یقینی فیصلہ کر سکتی ہے اس بناء پر اب محققین و کبار علمائے سائنس کا صرف اتنا ہی دعویٰ ہے کہ افعال ذہن و تغیرات جسم ساتھ ساتھ اور ایک دوسرے کے متوازی (اسی بناء پر اس نظریہ کا نام متواریت (پیریلِلزم) ہے) واقع ہوتے ہیں۔ اور بس۔ باقی ان کے باہمی تعلق کا (کہ کون علت ہے اور کون معلل) نہ علم ہے اور نہ اس کے جاننے کا کوئی ذریعہ ہے۔ پروفیسر ٹنڈل جو اپنے خطبہ بلفاسٹ کی بدولت ملحد و مادہ پرست سب کچھ کہا جاتا ہے، اور جس کا شمار رجالِ سائنس میں ہے اس کا اعتراف سنو:۔

"اگر ہمارے ذہن و حواس کی وسعت، قوت اور روشنی اس درجہ بڑھ جاتی اور تیز ہوتی کہ ہم دماغ کے جودِ مُکسّرات (مالی کیولز جسم کے غیر مرئی ذرات) کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے اور محسوس کر لیتے، اِن کے تمام حرکات مختلف اختلاطات اور برقی اعمال کو

اگر ایسا ہوتا، ایک ایک کرکے جان لیتے اور ان کے مقابل کی کیفیات فکر و ادراک سے پوری طرح آگاہ ہوتے، جب بھی اس معمہ کے حل کرنے سے ہم اتنے ہی دور پڑے رہتے، جتنا کہ ہمیشہ رہے ہیں کہ یہ جسمی تغیرات واقعات شعور سے کیوں کر وابستہ ہیں یا ان میں کیا تعلق ہے؟ ان دو قسم کے واقعات کے درمیان، جو خندق حائل ہے، وہ اب بھی عقل کے لئے ناقابلِ عبور ہی رہتی - فرض کرو کہ شعورِ محبت کا تعلق ذہنی جانب کے ملکسرات دماغ کی ایک پیچدار حرکت سے ہے اور شعورِ نفرت بائیں جانب کی اسی قسم کی ایک پیچیدہ حرکت سے وابستہ ہے - لہذا اس سے ہم کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ جب ہمارے اندر محبت کا شعور پیدا ہوتا ہے تو حرکت کا رُخ ایک طرف ہوتا ہے اور شعورِ نفرت کے وقت دوسری طرف لیکن "کیوں"؟ اس کا جواب ہمیشہ اُسی طرح ناممکن رہے گا جیسا کہ پہلے رہا ہے"!......" میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مادی یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ اس کے اُن ملکسرات کی حرکات و اجتماعات (گروپس) سے ہر شئے کی توجیہ و تشریح ہو جاتی ہے - حقیقت یہ ہے کہ اُن سے کسی شئی کی بھی توجیہ نہیں ہوتی - زیادہ سے زیادہ جو کچھ دعویٰ کر سکتا ہے، وہ صرف اِن دو قسم کے واقعات کی باہمی وابستگی کا ہے، جن کے حقیقی رشتہ اتحاد و وابستگی سے وہ مطلق جاہل ہے - جسم و روح کے تعلق کا مسئلہ آج بھی اپنی موجودہ صورت میں اسی طرح ناقابل حل ہے، جس طرح عصر حکمۃ و سائنس سے پہلے تھا" (خطبات و مقالات از ٹنڈل صفحہ ۵۹ آر پی سیریس)
"ہم نظامِ عصبی کے ارتقاء کا پتہ لگا سکتے ہیں، اور احساس و فکر کے

متوازی واقعات کو اس سے وابستہ بتا سکتے ہیں۔ اتنا ہم غیر مشتبہ یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ لیکن جب ہم اِن کی باہمی وابستگی کی حقیقت کو سمجھنا چاہتے ہیں تو وہ محض ہوا ناپنے کی کوشش ہوتی ہے"۔ (خطبہ بالفاسٹ صفحہ ۴۰)۔

(۲) روح ہی کی طرح "حقیقتِ حیاۃ" کا راز بھی سربستہ ہے۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ زندگی کیا ہے؟ کہاں سے آئی؟ کیوں کر پیدا ہوئی یا ہوتی ہے؟ یہاں بھی سائنس کا قدم اپنی رسائی کی حد تک جا کر رک جاتا ہے۔ اور تجربہ و استقراء سے صرف اتنا دریافت ہو سکا ہے کہ حیات کی سب سے ابتدائی اور انتہا سے انتہا بسیط شکل کیا ہے اس کا نام علم الحیاۃ کی اصطلاح میں پروٹوپلازم ہے جو بہ قول ہکسلے کے مادی یا "جسمی اساسِ حیاۃ" اور تمام معلوم اصناف زندگی کی بنیاد ہے۔ معمورۂ حیات اسی پروٹوپلازم کے چھوٹے بڑے مختلف الانواع اجتماعات و مرکبات کی آبادی ہے۔

کیمسٹری نے ایک گرہ اور کھولی ہے اور یہ پتہ لگا لیا ہے کہ یہ بسیط اساسِ حیاۃ کاربن، ہائیڈروجن، اکسیجن، اور نائٹروجن کے بسائط عناصر سے بنا ہوتا ہے۔ ان کیمیاوی اجزا یا "موادِ حیاۃ" کے معلوم ہو چکنے کے بعد سے اہلِ سائنس کے حلقوں میں یہ اُمید بھی باندھی جانے لگی ہے کہ کیا عجب ہے، کہ وہ دن بھی آ کر رہے جب لیبوریٹری میں ان عناصر کی ترکیب سے ہم زندگی اُسی طرح پیدا کر لیا کریں گے، جس طرح آج آکسیجن اور ہائیڈروجن ملا کر پانی بنا لیتے ہیں۔ اس دن گویا رازِ زندگی کھل جائے گا۔

بلاشبہ ایسا ہونا کچھ ناممکن نہیں ہے۔ اور اس حد تک رازِ زندگی کھل بھی سکتا ہے کہ سائنس کے ہفتخواں کی یہ آخری منزل ہوگی لیکن کیا اس سے حقیقتِ حیاۃ کا آخری عقدہ بھی کھل جائے گا۔ کہ زندگی بالذّات کیا شئے ہے؟ ان بے جان عناصر کے خالی اجتماع سے جان کہاں سے اور کیوں کر آجاتی ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جواب سے سائنس کی زبان اسی طرح عاجز ہے جس طرح یہ بتلانے سے بے بس تھی کہ "داہنی جانب کے مکسرات دماغ کی حرکت سے شعورِ محبت اور بائیں جانب کے مکسرات کی حرکت سے شعورِ نفرت کیوں کر اور کیسے پیدا ہو جاتا ہے"؟

(۴) روح، حیات اور اصل الانواع سے متعلق سائنس کے ان اکتشافات کو زیادہ سے زیادہ مویداتِ مادیت کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اصل جڑ جس کے یہ سب برگ و بار ہیں، استمرارِ مادّہ و قوت کا ادعا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ مادہ اور اُس کی قوت دونوں ازلی اور ابدی ہیں۔ ان کو نہ کسی نے پیدا کیا، نہ کوئی فنا کر سکتا ہے اُن کا وجود ایک دوسرے کے ساتھ غیر منفک طور پر وابستہ ہے، عالم کی تمام نیرنگیاں، زمین و آسمان کی ساری عجائب کاریاں اور جسم و روح کے سراپا مظاہر، یکسر و کلیتہً بلا استثنا انہی دو کے خلق و امر کا تماشہ گاہ ہیں۔

اولاً تو "استمرارِ مادّہ" کا نظریہ، محض ایک نظریہ اور مابعد الطبعیاتی نظریہ ہے یہ قول ایک حال کے عالمِ سائنس (الگزنڈر اسمتھ) کا کہ "اس کا تعلق لیے "مفروض واقعات سے ہے جو گویا یکسر ہمارے

تجربہ کی حد سے باہر ہیں۔ اس لئے یہ ایک فوق الفطرۃ نوعیت کا مسئلہ ہے جس کی اصلی جگہ ما بعد الطبیعیات میں ہے"۔ یہ کوئی ایسی سائنٹفک حقیقت نہیں ہے، جس کی نفی نہ کی جا سکتی ہو بلکہ ہمارے زمانہ کا مشہور مسلم سائنٹسٹ، سر آلیور لاج تو علے رؤس الاشہاد کہتا ہے کہ "مادہ کا فنا و تکوین اچھی طرح تخیل سائنس کے اندر داخل ہے اور امکان تجربہ کی حد میں آسکتا ہے۔"

لیکن ہمارے مقصد کے لئے اس باب میں اہم المباحث، نفسِ مادہ کی حقیقت و ماہیت کا مسئلہ ہے۔ مادہ کیا ہے؟ اس کی نسبت انسان کیا جانتا ہے یا جان سکتا ہے؟ قوت سے اس کا کیا تعلق ہے؟

اختیار و تجربہ کی مدد سے حقیقت مادہ کے متعلق، سائنس جن قیاسی نتائج تک پہنچ سکی ہے اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی قسم کے بھی مرکب خواہ مفرد اجسام اگر ہم تحلیل و تقسیم کرتے چلے جاؤ تو بالآخر وہ ایسے چھوٹے سے چھوٹے اجزاء یا ذرات پر جا کر ٹھہر جائیں گے، جن کی اب آگے تقسیم و تجزی نہیں ہو سکتی۔ ان ہی کا نام سالمات (ایٹم) ہے۔ ہر دو سالموں کے بیچ میں کچھ نہ کچھ فصل یا دوری ہوتی ہے جو ایک اور لطیف تر ناقابلِ وزن مادہ سے پُر رہتی ہے۔ اس کا نام ایتھر ہے۔ یوں سمجھو کہ کائنات کی ساری فضاء ایتھر کا ایک سمندر ہے، جس میں سالمات تیرتے پھرتے ہیں۔ زیادہ حال کی تحقیقات یہ ہے کہ ان سالمات کی تعمیر ایک اور قسم کے ناقابل تصور چھوٹے چھوٹے ذرات سے ہے جو بجلی کے ہیں۔ ان کو (الکٹرانس یعنی ذراتِ کہربائی یا برق پارے) کہا جاتا ہے۔ اِن قیاسات کو صحیح مان کر، جو حقیقت میں صرف ساختِ مادہ پر

روشنی ڈالتے ہیں، ماہیتِ مادہ سے کوئی سروکار نہیں رکھتے، اب سوال یہ ہے کہ خود سالمات یا الکٹرنس کیا ہیں؟

اس کے جواب میں سائنس والے چیستان بجھاتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ "جسم کے یہ آخری و انتہائی اجزائے ترکیبی مراکزِ قوت (سنٹرلائزڈ فورسس) ہیں"۔ کسی کا ادعا ہے کہ "نہیں ان کی اصل مابعد الطبعیاتی نقطوں (میٹا فزیکل پوائنٹس) سے زیادہ نہیں ہے، جو سکون سے حرکت میں آکر قابلِ حس مادّہ کی صورت اختیار کرتے ہیں"۔ اور کوئی سالمہ کی جگہ فقط اقلیدسی یا ہندسی نقطہ کا قائل ہے جو مبداء قوت ہے (خواص مادہ از پی جی میٹل) الکٹرنس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بحرِ ایتھر کے گرداب، اس کے تموجات کی گرہیں یا اس کی سطح کی شکنیں ہیں۔ غرض ع

چوں ندید ند حقیقت رہِ افسانہ زدند

بات یہ ہے کہ جس طرح نفسِ مادیت ایک خاص فلسفیانہ مسلک ہے جس پر بحث دائرہ سائنس سے خارج ہے۔ اسی طرح عقلیات میں ماہیتِ مادہ کی نسبت موشگافیوں کا حق بھی تنہا مابعد الطبعیات ہی کو حاصل ہے، اور سائنس کا وظیفہ ماہیتِ اشیاء کی تحقیق نہیں ہے، لہذا اس بحث کے تصفیہ کے لئے سائنس کے بجائے فلسفہ کی عدالت کی جانب رجوع کرنا چاہیئے۔

فلسفہ قدیمہ کے دورِ اول میں ویمقراطیس نے جب پہلے پہل مادیت کی صدا بلند کی تو اس وقت تک کسی کو (کہنا چاہیئے)۔ یہ وہم تک نہ تھا کہ خود مادہ کی حقیقت بحث طلب ہے یا

اُس کے اصل وجود سے انکار ممکن ہے۔ چند دن بعد فلاطون نے اس کی جرأت کی۔ مگر اس کی بغاوت کا علم خود اس کے شاگرد ارسطو ہی نے بلند کر دیا۔ اور آنے والی نسلوں پر وہ اپنے استیلا و تسلّط سے اس قدر چھا گیا کہ صدیوں تک دنیائے فلسفہ کا مادہ خدائے غیر مسئول بن کر چھایا رہا۔ اس لئے اگر عہد قدیم اور قرون وسطیٰ میں پیروان دیمقراطیس کی زبانوں سے یہ کلمات نکل گئے تو کوئی محلِ استعجاب نہیں کہ "مادہ ساری کائنات کا رحمِ مادر ہے، تمام چیزیں صرف اسی کے نتائج ہیں"۔ لیکن انیسویں صدی میں کسی ذمہ دار عالمِ فلسفہ و سائنس کا یہ کہہ گزرنا کہ "مادہ اور قوانین مادہ نے وجودِ روح اور عقیدہ تکوین کو باطل کر دیا" موجب صد حیرت ہے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں مادیت کی بنیاد کمزور تھی جدید تحقیقات و انکشافات نے اس کو مستحکم بلکہ اٹل بنا دیا ہے لیکن واقعہ بالکل برعکس ہے۔ جدید تحقیقات وانکشافات ہی نے مادیت کا قدم ہمیشہ کیلئے اُکھاڑ دیا ہے۔

مادیت میں گھن تو آج دو سو برس پہلے ہی لگ چکا تھا، جب لاک نے صفات اوّلیہ اور ثانویہ کی تقسیم کر کے یہ ثابت کر دکھایا تھا کہ رنگ، مزہ، بو وغیرہ صفاتِ ثانویہ محض ذہن کے احساسات ہیں اور خارج میں ان کا یا ان کے مماثل کسی شئے کا کوئی وجود نہیں برکلے نے صفاتِ اوّلیہ شکل (فیگر) و امتداد (اکسٹنشن) وغیرہ کو بھی اسی حکم میں داخل کر دیا اور اس طرح چھت سے لے کر نیو تک ساری عمارت ہی ڈھا دی۔

آدمی براہِ راست جو کچھ جانتا ہے، وہ اپنے ہی احساسات ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کسی احساس کا وجود احساسات کرنے والے ذہن یا نفس سے باہر نہیں موجود ہوتا۔ تمہارے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے، جس سے درد محسوس ہوتا ہے کون کہہ سکتا ہے کہ درد کی یہ خاص کیفیت یا اس کے مماثل کوئی چیز تم سے باہر کانٹے وغیرہ میں کہیں پائی جاتی ہے۔ کنین زبان پر رکھتے ہی جس تلخی کے احساس سے تم منھ بنا لیتے ہو، کیا یہ احساس یا کیفیت خود کنین میں پائی جاتی ہے، اگر ایسا ہے تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ انسان کی طرح کنین میں بھی حاسۂ ذوق موجود ہے۔ غرض اسی طرح سامعہ و باصرہ، لامسہ و شامہ وغیرہ کے تمام محسوسات رنگ، مزہ، بو، آواز سردی گرمی، شکل و امتداد سب کی سب صرف احساس کرنے والی ذات کے اندر پائے جاتے ہیں، باہر کوئی وجود نہیں ہوتا، مثال کیلئے ایک آم لو۔ اس میں سے رنگ و بو، شکل و صورت، وزن و ذائقہ وغیرہ کے تمام احساسات نکال ڈالو، اور پھر بتاؤ کہ تمہارے پاس کیا رہ جاتا ہے، جس کے براہ راست معلوم ہونے کا تم دعوائے کر سکتے ہو؟ کچھ نہیں۔ ان احساسات ذہنیہ کو مادہ کہا نہیں جا سکتا۔ اس کے ماورا کسی چیز کا علم نہیں ہے (مزید تفصیلات اور رفع شکوک کیلئے "برکلے"، مطبوعہ شبلی اکاڈمی اعظم گڑھ دیکھو)

پر وہی گر پڑا کبوتر کا

جس میں نامہ بندھا تھا دلبر کا

اس بناء پر برکلے نے کسی موجود فی الخارج، قائم بالذات

شئے یا مادہ کا سرے سے انکار ہی کر دیا۔ ہیوم بھی تو بی زبان سے بر کلے ہی کا ہم آواز ہے۔ کینٹ نے البتہ ذرا ہٹ کر یہ کہا کہ ہاں اس میں تو شک ہی نہیں کہ ہم جو کچھ جانتے ہیں، وہ اپنے ہی احساسات ہوتے ہیں، ان کے ماورا ذاتِ اشیاء کا علم نہ ہوتا ہے، نہ ہو سکتا ہے نہ ان احساسات کے مماثل کوئی چیز ذہن سے باہر موجود ہوتی ہے لیکن ایک ایسی نامعلوم شئی کوئی ہے۔

(سم تھنگ اَن نون) جو ان احساساتِ نفسی کی علت ہے وہ خارج از ذہن پائی جاتی ہے اور وہی مادہ ہے

کینٹ کی اس انجانی کوئی چیز (سم تھنگ اَن نون) کا فرض چونکہ کسی مضبوط استدلال پر مبنی نہ تھا اس لئے فلسفہ اور مابعد الطبعیات کی دنیا میں، تو اس کو بہت زیادہ فروغ نہ نصیب ہو سکا۔ خود کینٹ کی زندگی، اور اس کے وطن (جرمنی ہی میں بعد کو جو نامور فلاسفہ و متالہین (میٹا فزیشنز) گزرے، یعنے فختے، شلنگ، ہیگل وغیرہ وہ سب کی سب ایڈیلسٹ (تصوریہ) یا منکرینِ مادہ تھے۔

لیکن اہلِ سائنس، جن کی کائنات ہی عالمِ جسمانیات ہے، وہ اس سر رشتہ کو بالکل کیسے چھوڑ سکتے تھے اُن کو "انجانی کوئی چیز" کا کچا دھاگا ہی غنیمت معلوم ہوا، جس کو آخری سہارا سمجھ کر انھوں نے مضبوط پکڑ لیا۔ اور اب کینٹ کے بعد سے تقریباً تمام حکماء کا یہی مذہب ہے کہ ذہن کے باہر کچھ نہ کچھ ہے تو ضرور، مگر ہم اس کے متعلق نام سے زیادہ کچھ نہیں جانتے ہیں۔ خود ہکسلے جو ایک جلیل القدر

امامِ سائنس ہے اور جس کی زبان سے نکل گیا تھا کہ "مادہ اور قوانین مادہ نے روحِ خلق کو باطل کر دیا" اس کا اعتراف سنو۔

"آخر کار ہم اس ہیبت ناک مادہ کی نسبت اس سے زیادہ کیا جانتے ہیں کہ وہ ہماری کیفیاتِ شعور کی ایک انجانی اور فرضی علت کا نام ہے؟ ....

..... اسی طرح ہم اُس روح کی نسبت بھی جس کے بارہ میں تہدید ہے کہ مادہ نے اس کو فنا کر دیا ہے اس سے زیادہ کیا جانتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے احوال وکوائف شعور کی نامعلوم وفرضی علت کا ایک نام ہے؟ دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ مادہ اور روح دونوں حوادث طبعی (نیچرل فنامنا) کے خیالی محل ہیولیٰ کے محض نام ہیں۔ ("خطبات ومضامین" ہکسلے صفحہ ۵۵ آر پی سیریز)

اتنا ہی نہیں بلکہ حقیقتِ مادہ کا طلسم ٹوٹ جانے کے بعد اب سائنس کو انتسابِ مادیت سے عار آنے لگی ہے، اور آج کل سائنس اس سے زیادہ کسی بات کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتی کہ اُس کی جانب مادیت کا انتساب ہو۔ اس لئے کہ یہ بھی بہر حال اسی طرح کا ایک فلسفیانہ ادعا (ڈاگما) ہے، جس طرح کی تصوریت۔ مادیت مدعی ہے آغازِ کائنات سے چلنے کی، جو سائنس کے حس سے باہر ہے" ("فطرت ولا ادریت" (نیچرلزم اینڈ آئڈیلزم) جز ا صفحہ ۱۰) اور مذہب کی بناء "آغاز وانجام کائنات" ہی کے معمہ پر ہے جب سائنس کے ناخن سے یہ گرہ نہیں کھل سکتی، تو اس کو مادیت کا حلیف اور مذہب کا حریف سمجھنے یا کہنے کی جو بساط ہے ظاہر ہے! ؎

تھی خبر گرم کہ غالب کے اُڑینگے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

غرض اٹھارویں صدی کے اواخر سے، جب سے عقل سائنس کو اپنی پرواز کا سدرۃ المنتہیٰ معلوم ہوگیا، اس سے آگے نارسائی پوری طرح متحقق ہوگئی، اور جہل مرکب کا پردہ آنکھوں پر سے اُٹھ چکا ہے۔ اُسی وقت سے اہل سائنس کا فلسفیانہ مسلک، مادیت نہیں بلکہ وہ لاادریت ہے، جو "مابعد الطبیعات" کے مذاہب اربعہ کا آخری نمبر ہے جس کی نسبت ہم کہہ آئے ہیں کہ وہ نہ مذہب کی دوست ہے، نہ دشمن۔

لاادریت کا خلاصہ اعتراف لاعلمی ہے۔ یہ اسکول بھی اگرچہ فلسفہ کے دوسرے اسکولوں کی طرح زمانہ قدیم ہی میں پیدا ہوچکا تھا، اور تشکیک یا ارتیابیت (اسکپٹزم) کے نام سے پکارا جاتا ہے، مگر پرانے زمانے میں اس کا مفہوم اس قدر مطلق و وسیع تھا کہ خود شک میں بھی شک کیا جاتا تھا۔ عصر جدید میں اسکو ہیوم نے زندہ کیا اور کینٹ نے تو اس کی بنیاد کو اس قدر مستحکم بنادیا کہ فلسفہ کیا علمائے سائنس کو بھی سرتابی کی مجال نہ رہی لیکن اب مفہوم کی وہ پرانی وسعت اور اطلاق نہیں باقی ہے بلکہ واقعات و حوادث (فِنامِنا) ظواہر اشیاء (اپیرنسز) اور مسائل طبیعہ کو عالم شک و لاعلمی سے نکال لیا گیا ہے۔ البتہ ذوات و اعیان (نامنا) حقائق اشیاء (ریلٹیز) اور مابعد الطبیعاتی مسائل کے دروازوں کو انسانی عقل و علم کے لئے ہمیشہ کے واسطے مقفل سمجھ لیا گیا ہے۔

لاادریت (اگناسٹیزم) کے لقب کا موجد ہکسلے ہے،

اس لئے خود اسی کی زبان سے سنو کہ روح، خدا وغیرہ الٰہیاتی مسائل کی نسبت ایک لاادری کی کیا پوزیشن ہے۔ چارلس کنگ سلے کو ایک خط میں لکھتا ہے کہ

"میں انسان (روح) کے غیر فانی ہونے کا نہ مدعی ہوں نہ منکر۔ میرے پاس اس کے یقین کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ لیکن ساتھ ہی دوسری طرف اس کے ابطال کا بھی میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔"

ایک اور موقع پر "اصول و نتائج" (میتھڈس اینڈ رزلٹس) لکھتا ہے کہ

"وجود کی علت اولیٰ کا مسئلہ میرے حقیر قوی کی دسترس سے باہر ہے۔ جتنی لایعنی ہرزہ سرائیوں کے پڑھنے کا موقع مجکو ملا ہے اُن میں سب سے بدتر اُن فلاسفہ کے دلائل ہوتے ہیں، جو خدا کی حقیقت کے بارے میں موشگافی کرتے ہیں۔ مگر ان فلاسفہ کے مہملات اِن سے بھی بڑھ جاتے ہیں، جو یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کوئی خدا نہیں۔"

ایک اور جگہ کہتا ہے کہ

"چاہے حوادث و واقعاتِ مادہ کو روح کی اصطلاحات میں بیان کرو اور چاہے حوادث روح کو مادہ کی اصطلاحات سے تعبیر کرو، یہ بجائے خود کوئی اہمیت نہیں رکھتا، ہاں اتنا ہے کہ سائنس کے لئے مادیانہ اصطلاح تعبیر زیادہ موزوں اور قابل ترجیح ہے"

بعض غلط فہمیوں سے بچنے کے لئے لاادریت کی حقیقت و مدعا کی ذرا اور توضیح ضروری ہے۔ علمائے سائنس کے اس فلسفیانہ

مسلک کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ ہماری سائنٹفک تحقیقات و عقلی استدلالات کا گزر واقعات و ظواہر اشیا سے آگے نہیں یعنی جس قسم کے استقرائی تجربات، و عقلی دلائل و قیاسات سے ہم علوم طبعیہ کے مسائل کو قطعی طور پر ثابت کر سکتے ہیں اور طرح طرح کے انکشافات تک پہنچ سکتے ہیں ان کے وسیلہ سے حقائق اشیاء اور مابعد الطبعیات کے مسائل کو ثابت یا باطل نہیں کیا جا سکتا ہے، نہ ان رموز کو بے نقاب کیا جا سکتا ہے۔

لیکن اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، اور نہ نکالنا چاہیئے کہ جو شئے انسان کی عقل و فہم سے خارج ہے وہ اس کی زندگی سے بھی خارج ہے یا انسان فقط انھیں چیزوں کو مانتا اور قبول کرتا ہے، جو سائنٹفک دلائل سے ثابت ہو چکی ہیں۔ اس لئے کہ عقل و دانش کے مدعی انسان کی عملی زندگی کا اکثر بلکہ کچھ حصہ ایسی نادانیوں کا پروگرام ہے جن میں سے کسی ایک کو بھی عقل و حکمت سے ثابت نہیں کر سکتا ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ وہ ہر قدم عقل کی روشنی میں اٹھاتا ہے، حالانکہ اس کا سارا سفر زندگی جذبات و مرغوبات کی تاریکی میں طے ہوتا ہے۔

اس کے سارے اعمال زندگی کا محور زندگی اور عیش و آرام کی زندگی ہے۔ اس کا ایک فعل بھی نیک نامی، شہرت و عزت کے جذبات اور نفس کی لذت طلبیوں سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن کیا کوئی شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ ان جذبات کی حقیقت و صداقت کو عقل نظری اور سائینس سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ آدمی جینے کے لئے مرتا ہے، مگر کیا وہ اپنی زندگی کی ضرورت کو کسی سائنٹفک

دلیل سے ثابت کر سکتا ہے صبح سے شام تک وہ ہزار چیزوں کو بُرا بھلا کہتا ہے لیکن کیا ان میں سے وہ ایک کی برائی کو بھی خالص عقلی نقطۂ نظر سے متعیّن کر سکتا ہے۔ علمائے اخلاق آج تک خیر و شر کا حقیقی معیار نہ بتا سکے مگر انسان کی زندگی سے اگر یہ امتیاز نکال لیا جائے تو دفعتہً ساری مشین بے حرکت ہو کر رہ جائے۔ انسان کو خود مختار اور صاحبِ ارادہ کون ثابت کر سکتا ہے بلکہ نفسیات و افعال الاعضاء سے اس کا مجبورِ محض اور قطعاً بے بس ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر بتاؤ کہ تم صبح سے شام تک کتنے سکنڈ اپنے کو بے اختیار و بے ارادہ سمجھتے ہو۔ کیا اگر انسان خود مختاری کے اس غیر سائنٹفک اعتقاد کو ذہن سے نکال دے، تو پھر بھی عمل کے ہاتھ پاؤں میں کچھ جنبش باقی رہ جائیگی؟ کیا اولاد کی موت پر والدین کے غم و ماتم کو کوئی شخص خلافِ عقل کہہ کر روک سکتا ہے؟ جب تک ثوابِ آخرت یا صبر و تحمل کے خراجِ تحسین کا کوئی اور زبردست جذبہ موجود نہ ہو۔

غرض انسان استدلالات نہیں، اعتقادات، اور عقل نہیں، جذبات کا بندہ ہے اور مذہب کی بناء اعتقادات و جذبات ہی پر ہے۔ اس لئے جب تک اُمید و بیم، محبت و نفرت، یاس و بے بسی، انعام و انتقام، احترام و تعظیم، حیرت و استعجاب اور جمال پرستی وغیرہ کے جذبات انسان کے خمیر میں داخل ہیں، اس وقت تک مذہب بھی انسانی وجود کا جز ہے۔ صورتیں بدل سکتی ہیں۔ لیکن اس کی جڑ کو کوئی قوت دل سے اُکھاڑ کر نہیں پھینک سکتی۔ بقول پروفیسر ٹنڈل کے کہ "میرا دعویٰ ہے کہ کوئی ملحدانہ استدلال انسان کے دل سے

مذہب کو خارج نہیں کرسکتا۔ منطق ہم کو زندگی سے محروم نہیں کرسکتی۔
اور مذہب اہل مذہب کی زندگی ہے۔ مذہب انسان کے ذاتی یا وجدانی
تجربہ کی حیثیت رکھتا ہے، جہاں منطق کا گزر نہیں (صفحہ ۴۵ خطبات
و مقالات ٹنڈل آر پی سیریز)۔ "جذبہ مذہب کی جگہ انسان کے سویداء
قلب میں ہے اور آغاز تاریخ کے قرنوں پہلے سے تمام مذاہب عالم کا خمیر ہے،
تم نے جو اس مذہب سے بھاگ کر عقل کی بلند و خشک روشنی میں پناہ لی ہے،
اور اس کی ہنسی اُڑاتے ہو تو یاد رہے کہ ایسا کرنے سے تم صرف اعراض
اور ظاہری صورتوں کو ہدف بنا سکتے ہو، لیکن احساس مذہب کے اُس
غیر متزلزل اساس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے، جس کی جگہ فطرت انسانی کی
گہرائی میں ہے" (صفحہ ۴۱ خطبات و مقالات" ٹنڈل آر پی سریز)۔

زمین اور پہاڑوں کو کھود کر طبقات الارض کے اسرار جانے
جا سکتے ہیں، سمندروں کی سطح پر جہاز اور آبدوزی کشتیاں چلائی جا سکتی
ہیں، لیکن کیا اس سے اس عظمت و ہیبت کے احساس میں فرق
آسکتا ہے۔ جو ہمالیہ کی ہزار ہا فٹ بلند چوٹیوں کے نیچے کھڑے ہونے
سے، اور جہاز کی چھت پر کھڑے ہو کر ناپیدا کنار سمندر پر نظر دوڑانے
سے پیدا ہوتا ہے؟ کیا علم حیوانات و نباتات پڑھ لینے سے، جمال فطرت
کی پرستش کا وہ ذوق فنا ہو جاتا ہے، جو عالم بہار میں نظر کو ایک ایک
پھول پتی سے حاصل ہوتا ہے اور جو کوئل کی کوک اور بلبل کی نغمہ سرائی
سے سامعہ نوازی کرتا ہے؟ شاعر و مصور پر تو یہی پُر کیف موسم
رقص طاری کر دیتا ہے۔ ایک فن طب کا ماہر اپنے زمانے کا سب سے
مشہور معالج، جس کے ہاتھ سے ہزاروں مریض شفا پا چکے ہیں،

وہ ایک معمولی مرض سے اپنی اکلوتی، ہونہار جوان اولاد کو نہیں بچا سکتا، اور اپنی آنکھوں سے اس کے دم توڑنے کا تماشہ دیکھنا پڑتا ہے دوسری طرف ایک فاقہ کش کا بچہ دق میں مبتلا ہوتا ہے، دوا علاج تفریح و آرام کا کوئی سامان نہیں مگر پھر بھی اچھا ہوتا ہے کیا ان روزمرہ کے واقعات سے آدمی پر اپنی بے بسی و بے چارگی اور انسانی عقل و تدبیر کی ناکامی کا اثر نہیں پڑتا؟ ایک صاحب علم دانشمند اور نیکوکار کی ساری زندگی مایوسیوں اور ناکامیوں میں گزرتی ہے، سونے کو ہاتھ لگاتا ہے، تو مٹی ہو جاتا ہے، ہر تدبیر الٹی پڑتی ہے۔ بخلاف اس کے اپنے پڑوس ہی میں ایک احمق، جاہل و بدکار کو دیکھتا ہے کہ دولت و خوش حالی اس کی غلام ہیں اور کامیابیاں ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہیں۔ کیا اس علم یاس میں اس کو ایک اور زندگی اور عالم جزاء و سزاء سے ڈھارس اور تسکین نہیں حاصل ہوتی؟

غرض ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو اپنی روزانہ زندگی میں ایسے تجربات و حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جو بلا منطقی استدلال و سائنٹفک تحقیقات کے کسی نہ کسی صورت میں اس اعتراف و اعتقاد پر بے بس کر دیتے ہیں، کہ انسانی ہاتھوں کے اوپر بھی کوئی اور ہاتھ ہے۔ "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ"۔ اور اس عالم شہود کے پردے میں کوئی نہ کوئی عالم غیب ہے۔ یہ ہی اعتقاد و ایمان بالغیب مذہب کی جان ہے۔

خود اہل سائنس اور مادہ پرست ملاحدہ جو اپنے زعم میں "عقل کی فضائے خشک و بلند" میں پرواز کرتے ہیں، کیا اس ایمان بالغیب

پر مضطر نہیں ہیں؟ کیا کوئی سائنٹسٹ یا مادی، قوت انرجی، نیچر، قانون فطرت، مادہ وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے بغیر ایک قدم بھی چل سکتا ہے؟ لیکن کیا کوئی پرستارِ عقل بتا سکتا ہے کہ مادہ، قوت، یا نیچر کیا ہے، ان کی کیا حقیقت ہے؟ سوا اس کے کہ واقعات معلوم وظواہر کی نامعلوم علت کے لئے چند مختلف تعبیری الفاظ وضع کر لئے گئے ہیں، جن کی حقیقت معنوی کی تشریح سے ایک حکیم اس طرح عاجز ہے، جسطرح ایک اہل مذہب خدا کی تحدید وتوصیف سے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر ایک نامعلوم الحقیقت علّت کائنات پر غیبی ہی اعتقاد وایمان رکھتے ہیں۔

مثال کے لئے ایک قانون فطرت (لاآف نیچر) ہی کو لو جو آج کل سائنس اور لٹریچر میں اس طرح استعمال کیا گیا ہے کہ گویا واقعات عالم اور حوادث کائنات کی انتہائی علّت اور اصل کنہ کو ہم نے پالیا۔ حالانکہ تجربۂ واقعات وحوادث سے ہمارا علم ایک انچ بھی آگے نہیں جاتا۔ اور "قانون فطرت" کے دو لفظی مرکب کا مفہوم اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں، کہ ایک ہی قسم کے مختلف تجربات، ومشاہدات کا وہ ایک مجموعی یا کلی نام ہوتا ہے، اور بس جسطرح زیدؔ، عمرؔ، بکر وغیرہ ایک ہی قسم کے افراد کا کلی نام انسان ہے۔ قانون فطرت ہم کو یہ مطلق نہیں بتاتا کہ فلاں واقعہ کیوں واقع ہوا یا اس کو لازماً اس طرح واقع ہونا چاہئیے۔ لزوم ووجوب کا راز اب بھی ویسا سربمہر رہتا ہے، جیساکہ کسی قانون فطرت کی دریافت سے پہلے تھا۔ ہم اس کی مزید تشریح کی بجائے خود ایک نامور ... کا بیان پیش کئے دیتے ہیں۔

"وہ ڈراونا لزوم و وجوب اور 'آہنی' قانون کیا ہے جس نے لوگوں کو اس قدر خائف اور دہشت زدہ کر رکھا ہے؟ سچ پوچھو تو یہ ہمارے ہی واہمہ کا گڑھا ہوا محض ایک بھوت ہے۔ میرے خیال میں اگر کوئی 'آہنی' قانون ہو سکتا ہے، تو وہ قانون کشش ہے اور اگر طبعی لزوم و وجوب کوئی چیز ہے، تو وہ یہی ہے کہ جس پتھر کے لئے کوئی روک اور مزاحمت نہ ہو وہ زمین پر گر پڑے گا۔ لیکن اس واقع کی نسبت جو کچھ ہم جانتے ہیں یا جان سکتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟ صرف اتنی ہی کہ انسانی تجربہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ اس خاص حالت میں، یعنی جب کوئی سہارا نہ ہو، تو پتھر زمین پر گر پڑتا ہے اور ہمارے پاس اس یقین کی کوئی وجہ نہیں ہے، کہ ایسی حالت میں کوئی پتھر زمین پر نہ گر پڑے گا بلکہ بخلاف اس کے ہم معقول طور پر یقین کر سکتے ہیں، کہ یہ گر ہی پڑے گا۔ البتہ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ صورت مذکورہ میں یقین کے تمام شرائط موجود ہیں، اس بیان کا کہ بے سہارے کا پتھر زمین پر گر پڑے گا، 'قانون فطرت' نام رکھ دینا نہایت مناسب و برمحل ہے۔ لیکن جب "گا" کو ہم "چاہیئے" (یعنی گر پڑے گا کی جگہ پر یہ کہنا کہ ضرور بالضرور گر پڑنا ہی چاہیئے) سے بدل دیتے ہیں، جیسا کہ علی العموم کیا جاتا ہے، تو ہم لزوم و وجوب کی ایک ایسی زاید شئے کا اضافہ کر دیتے ہیں، جس کا نہ تو مشاہدہ واقعات میں نشان ملتا ہے، اور نہ کہیں اور سے پتہ چل سکتا ہے، جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، میں ایسے زبردستی کے دخل در معقولات دینے والوں سے قطعاً اپنی بیزاری

اور تبرّی ظاہر کرتا ہوں۔ بے شک میں واقعہ جانتا ہوں اور
اس قانون کا علم رکھتا ہوں مگر یہ لزوم خود اپنے ہی ذہن
کے گڑھے ہوئے، غول بیابانی کے سوا، اور کیا ہے؟" (مضمون
"فزیکل بیسس آف لائف" از ہکسلے)۔

غرض جس طرح اہلِ مذہب، واقعات اور حوادث کائنات کی
ایک معلوم الاسم و نا معلوم المسمیٰ آخری علت (خدا) پر ایمان رکھتے
ہیں جس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں، اُسی طرح مشرکین سائنس
بھی "انرجی" (نیچر) "لا آف نیچر" وغیرہ بیسیوں دیوتاؤں کے سامنے
خمیدہ سر ہیں، جن کی نسبت چوں و چرا کا جواب نہیں دے سکتے۔

لاادریت تک جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم کو حوادث محسوسہ
یا ظواہر اشیاء کے ماورا چیزوں سے نفیاً و اثباتاً کوئی سروکار نہیں،
کیا ان کی خود اس تبری میں اعیان اور حقائق کا اعتراف، رازِ آشکارا
کی طرح نمایاں نہیں ہے؟ بقول اسپنسر کے کہ "یہ تصور کرنا ہی سر
سے ناممکن ہے، کہ ہمارا علم صرف ظواہر (اپیرنسز) تک محدود
ہے، بے اس کے کہ ان ظواہر کے پس پردہ کوئی حقیقت تسلیم
کی جائے۔ کیونکہ ظاہر بلا باطن ناقابل تخیل ہے"

"کائنات کے ان محسوس ظواہر کی تہ میں جو قائم الذات اور
متغیر الصفات ہستی پنہاں ہے، وہ انسانی علم و تخیل سے مافوق
ایک نا معلوم و ناممکن العلم قوت ہے جس کی نسبت ہم اس اعتراف
پر بے بس ہیں کہ وہ زمان و مکان کے قیود سے برتر ہے" اسپنسر
کے اس قول کو نقل کر کے سیمول لنگ لکھتا ہے کہ:

"یہ بلند ترین فلسفہ لاادریت ہے۔ دیکھو کہ یہ الحاد سے ایک بالکل ہی جداگانہ شئے ہے کیونکہ یہ علانیہ ایک پس پردہ قوت کی معترف ہے، جو اگرچہ 'نامعلوم و ناممکن العلم' ہے، پھر بھی ان ہی جذبات و احساسات کی صدائے بازگشت ہے جو تمام مذاہب کا سرچشمہ ہیں......."

مثلاً لاادریت میں کوئی ایسی شئے نہیں ہے، جس کی بناء پر حیاتِ مستقبل کے امکان سے انکار کیا جا سکے۔ پردے کے پیچھے کون جانتا ہے، کہ کیا ہوتا ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ آدمی کا حس شعور موت کے بعد باقی نہیں رہتا، یا اس کا حشر و نشر نہیں ہو سکتا، اور ہماری آئندہ حالت موجودہ اعمال کے مطابق بہتر و بدتر نہیں ہو سکتی۔ (صفحہ ۷۸ آر پی سیریز)۔

معلوم ہوا کہ فلسفہ کا وہ اسکول بھی، جو آج کل کی دنیائے سائنس میں سب سے زیادہ مقبول ہے، حریفِ مذہب تو کسی طرح بن ہی نہیں سکتا اور اگرچہ لاادریت کی زبان نفی و اثبات رد و قبول اور اقرار و انکار دونوں سے ساکت ہے تاہم تم نے دیکھ لیا کہ شیوہ ہائے چشم و ابروسے اقرار پنہاں ٹپک پڑتا ہے۔ ؏

پرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں

بلکہ لاادریت کے مخترع اول ہکسلے کو اتنا تو اعتراف ہی کرتے بن آیا، کہ لاادری! مادہ پرست کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہتا ہے کہ "اگر مجھ کو خالص مادیت و خالص روحیت میں سے کسی ایک کو اختیار ہی کرنا پڑے، تو میں روحیت ہی کے قبول پر مجبور ہوں گا۔"

حاصل کلام یہ ہے کہ :-

(۱) عقلیات کی دو مختلف اور اہم تقسیمات ہیں :-

(۱) سائنس اور (۲) فلسفہ

(۲) مذہب و سائنس کی باہمی نزاع اور اختلاف کا خیال اصل میں علمائے مذہب و اہلِ سائنس کی معرکہ آرائیوں اور اسی طرح کی بعض اور غلط فہمیوں سے پیدا ہوا ہے، ورنہ

"حقیقت یہ ہے کہ مذہب و سائنس کے حدود بالکل الگ الگ ہیں۔ سائنس کا جو موضوع ہے مذہب کو اس سے کچھ واسطہ نہیں، اور مذہب کو جن چیزوں سے بحث ہے، سائنس کو ان سے کچھ سروکار نہیں۔ فلسفہ البتہ کہیں کہیں مذہب سے ٹکراتا ہے لیکن اس کا شمار قطعیات اور یقینیات میں نہیں " (الکلام صفحہ ۱۱)۔

(۳) فلسفہ اور مذہب میں بے شک تصادم ہو سکتا تھا، لیکن دونوں کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے۔ فلسفہ کا منشاء فوق الفہم چیزوں کے متعلق عقلی موشگافیوں کی تسکین بخشی ہے۔ مذہب جہاں عقل کی رسائی نہیں ایمان و اعتقاد پر بس کرتا ہے اس قسم کا ایمان و اعتقاد کسی نہ کسی صورت میں داخل فطرت ہے۔

(۴) اس کے علاوہ فلسفہ کے اصولی مذاہب اربعہ میں اگر کسی کو مذہب کے مخالف کہا جا سکتا تھا، تو وہ صرف مادیت تھی۔ لیکن مادیت کی بنا دا سی وقت تک استوار تھی، جب تک خود ماہیتِ مادہ کے بارے میں گفتگو نہیں چھڑی تھی مگر اب جب کہ مادہ کی حقیقت کیسی اس کا وجود ہی مشتبہ ہو گیا، تو لازماً مادیت کی ساری عمارت زمین دوز ہو گئی۔

(۵) اس کشمکش سے بچنے کے لئے دورِ جدید کے بہت سے حکماء فلاسفہ نے فوق الفطرت (سُپرنیچرل) مباحث سے کنارہ کش ہوکر لاعلمی اور لا ادریت کی آڑ میں پناہ لینا چاہی۔ لیکن عدمِ علم عدمِ وجود کو مستلزم نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ ماورائے ظواہر (اپیرنسز) کی نسبت اعتراف لاعلمی ہی میں کسی باطنی حقیقت کا اعتقاد جھلک رہا ہے جس سے حکیم وفلسفی، عالم وجاہل کوئی اپنا دامن نہیں چھڑا سکتا۔

بہ قولِ اسپنسر کے "اگرچہ ہستی مطلق کا علم ممکن نہیں، لیکن اس کا ایجابی اور قطعی وجود ہمارے احساس وشعور کا لازمہ ہے، جب تک شعور قائم ہے، اس سے ایک لمحہ کیلئے بھی ہم رہائی نہیں حاصل کرسکتے۔ لہٰذا یہ یقین جس پر نفس شعور کا دارومدار ہے، ہر طرح کے یقین سے ارفع اور بڑھ کر ہے۔"

اسی بناء پر جرمنی کا مشہور فلسفی شاعر گیٹے پکار اٹھا کہ "ذی عقل ہستی (انسان) کی انتہائی سعادت یہی ہے کہ اپنی عقل اُن ہی چیزوں میں دوڑائے جہاں وہ چل سکتی ہے، اور جس شئے کی توصیف وتشریح نہیں ہوسکتی، اس کے سامنے خوشی کے ساتھ سرِ عبودیت جھکادے۔"

(وضاحت، للمؤلف برنی) "چنانچہ قرآن پاک سے رہنمائی حاصل کرنے کی اولین شرط یہ قرار دی گئی کہ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (۲/۱) (یعنی وہ کتاب ہے جس (کے کلام الٰہی ہونے) میں کچھ شک نہیں۔ یہ انہی پرہیزگاروں کی رہنما ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں) اور ایمان بھی ایسا قوی کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (آیت)

(یعنی ایمان والے وہی ہیں جن کے دل خدا کے ذکر سے دہل جاتے ہیں)
استقامتِ ایمان کے بعد بفضلہ بیڑا پار ہے۔ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ
یَھْدِ قَلْبَہٗ (آیت) اور جو خدا پر یقین رکھے گا خدا اس کے قلب کی
خود ہدایت کر دے گا) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ۔

جو نادان خدا کے بارے میں حجت کریں۔ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا
فِی اللّٰہِ وَھُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ
وَنَحْنُ لَہٗ مُخْلِصُوْنَ (آیت) (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ کیا تم اللہ
کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہی ہمارا (بھی) پروردگار
ہے اور وہی تمہارا (بھی) اور ہم کو ہمارے عمل اور تم کو تمہارے عمل۔
ہم تو اسی کو خلوص سے مانتے ہیں) تبلیغ و ہدایت میں بھی ذرا حجت اور
جبر نہیں۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ
فَمَنِ اھْتَدٰی فَاِنَّمَا یَھْتَدِیْ لِنَفْسِہٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا
یَضِلُّ عَلَیْھَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ ؕ وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓی
اِلَیْکَ وَاصْبِرْ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ ۚ وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ

(یونس) ترجمہ (اے محمد) کہدو۔ لوگو۔ تمہارے پروردگار کی طرف سے
تمہارے پاس حق آچکا جس نے راہِ حق اختیار کی (اپنے فائدے کیلئے)
اختیار کرتا ہے۔ اور جو بھٹکتا ہے تو اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ میں (تمہارے
ایمان کا) ٹھیکہ دار نہیں۔ (اے محمد) تم اسی کی پیروی کرو جو تمہاری
طرف وحی کی جاتی ہے۔ اور جب تک اللہ (تمہارے اور کافروں کے
درمیان) فیصلہ کرے، صبر کئے جاؤ۔ اور وہی سب فیصلہ کرنیوالوں
میں بہتر فیصلہ کرنے والا ہے) (للمؤلف)۔

فصل دوم

عِلم باطن

آیات قرآنی

(۱) اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ كَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ ۲/۶

اے نبی (محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی جسطرح ہم نے نوح اور اُس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔

(۲) فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی ۵/۲۷

پس اللہ نے اپنے بندہ (محمدؐ) کی طرف جو وحی کرنی تھی سو کی

(۳) وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۱۴/۵

اور اللہ نے تم پر (محمدؐ) کتاب اُتاری اور حکمت نازل کی اور وہ باتیں بتائیں جو تم کو معلوم نہ تھیں۔

(۴) وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۲۱/۱۵ — اور اپنی طرف سے اس کو (خضرؑ کو) علم لدنّی سکھایا تھا۔

علم لدُنی وہ علم ہے جو اہلِ قرب کو تعلیم الٰہی اور تفہیم ربانی سے بلا واسطہ معلوم و مفہوم ہوتا ہے۔ اور اس عَلم کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت کے علم سے تعلق ہوتا ہے۔ اور عالم غیب اس علم کو ان کے دل میں ڈالتا ہے۔ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ (۱۲/۲۲) (کہہ میرا رب حق کو ڈالتا ہے وہ غیبوں کا جاننے والا ہے)۔ اور یہ علم شہادت، وجد اور ذوق سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ عقل و نقل کی دلالت سے۔ اور ایسے وقت ملتا ہے جب کہ حقیقت کا نور ظاہر ہو کر دل نشین ہو جائے۔ اور بشریت کے صفات کے حجاب کے بغیر دل کی تختی علومِ روحانی (کشف، ریاضت اور یوگ) وعقلی و سمعی سے کلی طور پر صاف ہو جائے اور بندہ بشریت کے وجود سے نکل کر اپنی طرف سے حق تعالیٰ کی طرف پہنچ جائے اور حق تعالیٰ کے پاس سے ذات وصفات کی معرفت کے بارے میں معانی کا ادراک اور کلمات کا فہم اسے حاصل ہو جائے۔

(ارشاد حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ۔ منقول از رسالۂ قدسیہ)

(۵) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۱/۴ — اور آدم کو تمام اسماء بتا دیئے۔

(۶) وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۲۱/۳۰ — اور انسان کو وہ باتیں بتائیں جو اس کو معلوم نہ تھیں۔

(۷) وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ $\frac{۱۱}{۲۱}$

اور البتہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی۔

(۸) وَاٰتٰہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَہٗ مِمَّا یَشَآءُ $\frac{۱۷}{۲}$

اور اُن (داؤد کو) خدا نے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور جو اس کی مرضی میں آیا سکھا دیا۔

(۹) قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ $\frac{۵}{۱۳}$

(یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا کہ) کیا میں تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

(۱۰) رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ $\frac{۲}{۱۶}$

موسیٰ علیہ السلام کی دعا میرا سینہ علم سے کھول دے۔

(۱۱) اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ $\frac{۱۹}{۳۰}$

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرحِ صدر کی خوشخبری ہے

(۱۲) یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا $\frac{۵}{۳}$

جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی۔

(۱۳) نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ $\frac{۳}{۱۳}$

ہم بلند کرتے ہیں درجوں میں جس کو چاہیں اور ہر جاننے والے پر جاننے والا ہے۔

(۱۴) وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا $\frac{۱۵}{۱۶}$

اور کہو (اے محمد) کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر۔

(۱۵) وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً ۭ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتَابٍ مُّنِیْرٍ ۱۲/۲

اور تم پر اپنی نعمت ظاہر و باطن کو پورا کیا اور بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم ہدایت اور کتاب روشن جھگڑتے ہیں۔

(۱۶) بَلْ کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ وَلَمَّا یَاْتِھِمْ تَاْوِیْلُہٗ کَذٰلِکَ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ۹/۱۱

بلکہ جھٹلانے لگے اس بات کو جس کے سمجھنے پر دسترس نہ ہوئی۔ اور ابھی تک اس کی حقیقت ان کے سمجھ میں نہیں آئی۔ یوں ہی جھٹلایا ان سے اگلے لوگوں نے بھی۔

(۱۷) اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ۱۴/۲۳

میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا اور پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں اپنی روح تو تم گر پڑو اس کے آگے سجدہ میں پھر سجدہ کیا سب فرشتوں نے مگر ابلیس نے نہ کیا۔

(۱۸) اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ ۱۱/۲۳

تحقیق بنایا میں نے تجھ کو خلیفہ زمین میں۔

(۱۹) اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ

البتہ ہم نے پیش کی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پھر سب نے اس کو قبول نہ کیا کہ اٹھائیں اور

يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا $\frac{6}{22}$

اس سے ڈر گئے - اور اُس کو انسان نے اٹھا لیا - یہ بڑا ہی ظالم اور بے خبر ہے -

(۲۰) مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا $\frac{5}{12}$

کوئی قدم دھرنے والا نہیں مگر اس کی چوٹی اللہ کے ہاتھ میں ہے -

(۲۱) إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ $\frac{1}{27}$

ہم نے تمام چیزوں کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا -

حقیقتِ روح رازِ خلافت سرِ امانت اور حکمتِ جبر و قدر وغیرہ اور ان کے جملہ توابعات ولواحق کے انکشاف کا ذریعہ علم باطن ہی ہے - یہی وہ معرکۃ الآرا اور نازک مسائل ہیں جو محض عقل کے زور سے ہادیٔ برحق کی تعلیم کے بغیر حل نہیں ہو سکتے - چنانچہ علمائے ظاہر اور متکلمین کے دماغ پاش اختلافات اس باب میں اظہر ہیں - لیکن جب حسب ارشاد خداوندی - فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ($\frac{1}{14}$) علمائے باطن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو بفضلہٖ یہ مشکل آسان ہو جاتی ہے دراصل جس قدر حقائق کا پتہ چلا اسی طرح چلا اور چلے گا - وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا (اللہ کے دستور میں ہرگز تو کوئی ردوبدل نہ پائے گا) (المؤلف)

(۲۲) اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا $\frac{2}{19}$

(وہی خدائے) رحمٰن (ہے) سو اس کی بابت (تو) اس سے دریافت کر جو باخبر ہو -

(۲۳) وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ١٧/١٧

اور اللہ کے واسطے پوری پوری کوشش کرو۔

(۲۴) وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۳/۲۱

اور جن لوگوں نے ہمارے واسطے کوشش کی اُن کو ضرور ہم اپنے رستے خود دکھائیں گے۔

(۲۵) كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۲/۲

میں نے تم میں (تمہاری) ہی قوم سے رسول بھیجا وہ تم پر میری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور تم کو پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور تم کو وہ باتیں بتلاتا ہے جن کو تم نہیں جانتے تھے۔

(۲۶) وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ

(اے لوگو) تمہارے رفیق (محمدؐ کچھ) دیوانے نہیں اور بے شک انھوں نے جبریل کو (آسمان کے) صاف مطلع میں دیکھا اور یہ غیب کی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں۔

(۲۷) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۳

اے نبی (محمدؐ) ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے لوگوں کو اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔

کیا شاہد، مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی ۲۷ پ تمام عالم کے واسطے بشیر اور نذیر۔ لیکن دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ کے باب میں بِاِذْنِہٖ کی شرط ضرور اس لئے کہ ع منشور عمش بہر دل وجان ندہند۔ اور دعوتِ اِلَی اللّٰہِ کے بعد شَاهِدًا سے بڑھکر "سِرَاجًا" "مُّنِیْرًا" (روشن چراغ) کی شان نمودار ہو جاتی ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ (للمولف)

(۲۸) قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۱۲ پ

کہدو (اے محمد صلعم) کہ میرا طریق تو یہ ہے کہ بلاتا ہوں میں تم کو اللہ کی معرفت کی طرف اس راہ معرفت پر میں اور میرے پیرو میں اور اللہ پاک ہے۔ اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں

(۲۹) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۶ پ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کے وسیلہ کی جستجو کرتے رہو اور اُس کے راہ میں پوری کوشش کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت پیر و مرشد ہے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے جدِ امجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ کے ایک مُرید سے سنا کہ اُن سے ایک ہم عصر عالم نے ان سے بیعت کے سنت یا بدعت ہونے میں گفتگو کی۔ جدِّ امجد نے واسطے مشروعیت بیعت کے اس آیت سے

استدلال کیا اور فرمایا کہ یہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے ایمان مراد لیجئے اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے چنانچہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور عمل صالح بھی مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ تقویٰ میں داخل ہے۔ اس واسطے کہ تقویٰ عبارت ہے امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے۔ علاوہ بریں عطف کا قاعدہ مغائرت بین المعطوف والمعطوف علیہ کا مقتضی ہے اور اسی طرح جہاد بھی مراد نہیں ہو سکتا بدلیل مذکور پس متعین ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد ارادت اور بیعت مرشد کی ہے پھر اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت ہے ذکر اور فکر میں تا فلاح حاصل ہو کہ عبارت ہے وصول ذات پاک سے۔ واللہ اعلم۔

(منقول از حاشیہ قول الجمیل مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

طلب کا جذبہ جو کسی میں پیدا ہوتا ہے اور وہ اہل اللہ کی صحبت کا طالب ہوتا ہے اس شخص کے حق میں محض فضلِ الٰہی ہے۔ کیونکہ جو مشہور ہے غمش بہر دل و جاں نہ دہند (عشقِ الٰہی کے غم کا فرمان ہر دل و جان کو نہیں دیا جاتا)۔ اُسے چاہیئے کہ اس بڑی نعمت کی قدر پہچانے۔ اور اگر یہی ہو کہ ایک زمانہ تک اہل اللہ کی باتوں پر دل سے وہ متوجہ ہو اور اس کی توفیق اسے حاصل ہو اور یہ جذبہ اس کی تربیت کرے اور تقویت دے۔ اور اہل اللہ کی نظر اُن کے اختیار و ارادت کے بغیر کسی شخص میں اُس کے داعیۂ طلب پر پیدا ہو اور ظہور کرے تو زیادہ اہمیت رکھتی ہے بہ نسبت اس کے کہ ان کے اختیار سے کسی میں وہ داعیۂ طلب ظہور کرے۔ ان کی اپنی پسند خطرہ کا محل ہو گی۔ اس لئے باطن میں ان پر اپنے اختیار کی نفی لازم ہے تاکہ غیب سے ان کے

اختیار کے بغیر اس کا ظہور ہو۔ اللہ تعالیٰ اور اہل اللہ کے نزدیک مبتدیوں اور طالبوں کی بہت قدر و تعظیم ہے اسی لئے یاد رہے کہ۔ وَاِذَا رَأَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا۔ (جب تو میرے کسی طالب کو دیکھے تو تو اس کا خادم بن جا)۔ جذبۂ طلب کا ظہور بڑی دولت ہے کیونکہ جب تک حق تعالیٰ اپنی صفت ارادت سے بندہ کی روح پر تجلّی نہ کرے ارادتِ الٰہی کا عکس بندہ کے دل میں پیدا نہیں ہوتا اور وہ حق تعالیٰ کا اور اولیاء اللہ کی صحبت کا طالب نہیں ہوتا۔ اس صفتِ طلب کی تربیت و تقویت اس شخص میں ہوتی ہے جو شیخِ کامل مکمل کی ولایت کے تصرفات کو تسلیم کرتا ہے تاکہ عنایتِ الٰہی سے جلد اپنا مقصود و مطلوب حاصل کرے ورنہ اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ صفت طلب باقی نہ رہے۔

(منقول از رسالۂ قدسیہ من کلامِ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ)

زمانۂ گزشتہ میں کاملانِ راہ اور سالکانِ طریقِ انتباہ جو صاحب دولتانِ حقیقی ہیں کثرت سے تھے اور اخیر زمانہ میں ان کی تعداد کمتر ہوگئی لیکن وہ کبریت احمر (سرخ گندھک) سے زیادہ روشن و ظاہر ہوئے۔ بلاشبہ ایک ایسا بھی وقت تھا کہ طالبان صادق ان اکابر دین اور مقتدیانِ اہلِ یقین میں سے کسی کی صحبت و متابعت کی برکت سے ان کی روحانیت کا مرغ بشریت کے انڈے سے اپنے مقتدیٰ (مرشد) کے تصرفات کی تسلیم کے واسطے سے کلی طور پر باہر نکلتا تھا اور وہ بہت سے کاملانِ مکمل سے تربیت و قبول کی نظر حاصل کرتے[م] اور اُن کے علوم و معارف

م اور ان کی محبت کا شرف اور خدمت کی سعادت حاصل کرتے۔

واحوال کے انوار اقتباس کرتے۔ اور اس انتساب کے باعث تصوف میں ان کا علمِ باطن چند در چند ہو جاتا۔ حضرت شیخ شہید شیخ مجد الدین بغدادی قدس سرہٗ نے اس مطلب کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ علمِ باطن کی سند میں ان اسنادِ عالی تر کا واسطہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ مشایخ (طریقت) جو مشکوٰۃِ نبوت سے انوارِ حقیقت کے اقتباس کرنے والے ہیں ہر چند ان کے باطنی انوار کا اجتماع بیشتر ان کے طرق میں ان (مشایخ) کے واسطے سے زیادہ روشن ہوتا ہے کہ نُورٌ علیٰ نُورٍ۔ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ (سورہ نور) (نور کے اوپر نور ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے)۔

(منقول از رسالۂ قدسیہ من کلام حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ)

(۳۰) اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ ۳/۲۵

اللہ جس کو چاہتا ہے انتخاب کر کے اپنی طرف کھینچ بلاتا ہے جو اس کی طرف رجوع لاتے ہیں ان کو بھی اپنے تک (پہنچنے) کا رستہ دکھا دیتا ہے۔

مکتوب ۸۶ جلد سوم از امام ربانی مجددِ الفِ ثانی قدس سرہٗ

جاننا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام مجتبیٰ و برگزیدہ ہیں جن کو جذبِ محبت کی رسی سے کھینچ لے جاتے ہیں اور تکلیف و مشقت کے بغیر[۲] اس میں قربِ الٰہی کے درجات تک پہنچنے کے لئے ریاضتوں اور مجاہدوں کی ضرورت ہے۔ انابت مریدوں کا راستہ ہے اور اجتبیٰ مرادوں کا راستہ ہے۔ مرید مشقت و محنت سے اپنے پاؤں سے چل سکتا ہے۔ اور مرادوں کو اللہ تعالیٰ

۲ انھیں قربِ الٰہی کے درجات تک پہنچا دیتے ہیں۔ انابت یہ ہے کہ

ناز و نعمت کے ساتھ اپنی طرف لے جاتے ہیں اور ان کو درجات قرب تک محنت کے بغیر پہنچا دیتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ راہ انابت وارادت میں ریاضتیں اور مجاہدے شرط ہیں۔ لیکن راہِ اجتبٰی میں ریاضتوں اور مجاہدوں کی شرط نہیں، البتہ نافع سودمند ضرور ہیں۔

مکتوب ۱۲۱ جلد سوم۔ اجتبٰی کا راستہ اصالتہً انبیاء علیہم السلام کے کے ساتھ مخصوص ہے۔ سارے کمالات کی طرح انبیاء کی اتباع کی بدولت اس اجتبٰی میں بھی امتوں کو حصہ ملتا ہے۔ یہ بات نہیں کہ اجتبٰی کا راستہ مطلقاً انبیاء علیہم السلام ہی کے لئے مخصوص ہے اور ان کی امتوں کو ان سے مطلق حصہ نہیں ملتا۔ کیونکہ یہ واقع کے خلاف ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ شہاب الدین سُہروردی قدس سرہٗ نے (اپنی کتاب عوارف میں) مجذوب سالک اور سالک مجذوب کے بیان میں اس معنی کی تصریح فرمائی ہے۔

طریق جذب میں چونکہ مطلوب کی طرف سے کشش ہے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت طالب کے حال کی مُتکفِّل ہے اس لئے واسطہ اور وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ اور طریق سلوک میں چونکہ طالب کی طرف سے انابت و رجوع ہے اس لئے اس میں واسطہ اور وسیلہ لازمی ہیں۔ نفسِ جذبہ میں اگرچہ وسیلہ واسطہ درکار نہیں لیکن جذبہ کی تکمیل سلوک سے وابستہ ہے۔ کیونکہ جب تک سلوک (جس سے مراد شریعت کی بجاآوری ہے مثلاً توبہ زہد وغیرہ) جذبہ کے ساتھ نہ ملے اس وقت تک جذبہ ناتمام و ابتر رہتا ہے۔ میں نے بہت سے ہندوؤں اور ملحدوں کو دیکھا ہے کہ وہ جذب تو رکھتے ہیں لیکن چونکہ شارع علیہ السلام کی شریعت کی اتباع (کے سلوک)

سے آراستہ نہیں ہیں اس لئے وہ خراب و ابتر ہیں اور انھیں جذب کی صورت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے احوال کے بارے میں اس محل پر جو کچھ مذکور ہوا اور سلسلہ مشائخ کے بیان سے معلوم ہوا کہ ان کو طریقِ اُویسیان (نسبت اُویسی) حاصل تھا۔ اور اس سلسلہ میں جن کا ذکر ہے اکثر مشائخ کو طریقِ اُویسی حاصل تھا۔ اُویسی کے معنی یہ ہیں جیسا شیخ طریقت حضرت شیخ عطار قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی ایک جماعت ایسی ہے جس کو ظاہر میں کسی پیر کی ضرورت نہیں کیونکہ اُن کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عنایت کے حجرہ میں کسی پیر کے واسطے کے بغیر پرورش فرماتے ہیں جس طرح حضرت اُویس رضی اللہ عنہٗ کی پرورش فرمائی تھی۔ یہ مقام عظیم ہے اور بہت بلند۔ کس کو ایسا مقام ملتا ہے اور کس کو ایسی دولت نصیب ہوتی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اللہ بڑا فضل والا ہے)۔ (منقول از رسالہ قدسیہ من کلام حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ)

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم

(۱) عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ علم کا قرآن سے

(فی فضیلة القران من حدیث طویل) لایشبع منه العلماء ولا یخلق علی کثرة الرد ولا تنقضی عجائبه (ترمذی)

(٢) عن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یا ابا المنذر اتدری ای آیة من کتاب اللہ معك اعظم قال اللہ لا اله الا هو الحی القیوم فضرب فی صدری و قال لیهنك العلم ابا المنذر (مسلم وابوداؤد)

(٣) عن ابی هریرة و ابی خلاد ان رسول اللہ قال اذا رأیتم العبد یعطی زهدا فی الدنیا و قلة منطق فاقتربوا منه فانه یلقی الحکمة۔

کبھی دل نہیں بھرتا۔ بکثرت دوہرانے سے بھی وہ پرانا نہیں ہوتا۔ اور اس کے عجائبات (علوم) کی کوئی انتہا نہیں۔

حضرت ابی ابن کعب سے منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت کونسی ہے۔ حضرت ابی نے کہا کہ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم۔ (یہ سنکر) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک ان کے سینہ پر مار کر فرمایا کہ یہ علم تم کو مبارک ہو۔

جب دیکھو تم کسی شخص کو کہ اس میں (بجانب اللہ) دنیا کی طرف سے بے رغبتی پیدا کی جا رہی ہو اور اس کو کم سخنی دی جا رہی ہو تو اس سے کچھ حاصل کرو کیونکہ وہ حکمت پا رہا ہے (رواہ البیہقی)۔

(۴) انما العلماء ورثة الانبياء ان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما انما اورثوا العلم من اخذه اخذ بحظ وافر۔ (ابوداؤد و ترمذی)

علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء کی میراث درہم اور دینار نہیں بلکہ علم ہے۔ جس نے علم حاصل کیا اس نے پورا پورا حصہ پایا۔

(۵) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كلمة من الحكمة يتعلمها الرجل خير له من الدنيا وما فيها (بخاری و مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر حکمت کا ایک کلمہ کوئی سیکھ لے تو وہ اس کے حق میں دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔

(۶) انما العلم بالتعلم (بخاری طبرانی)

علم حاصل نہیں ہوتا مگر سیکھنے سے۔

(۷) قال عليه السلام نحن معاشر الانبياء امرنا عن ننزل الناس منازلهم ونكلمهم على قدر عقولهم (ابوداؤد)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم گروہ انبیا کو حکم ہے کہ لوگوں کو اُن کے مرتبہ میں رکھیں اور ان سے ان کے عقلوں کے موافق کلام کریں۔

(۸) قال عليه السلام انا دار العلم وعلى بابها (ترمذی)۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں علم کا گھر ہوں اور علی رضؓ اس کے دروازہ ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشہور واقعہ مندرج ہے کہ جب حضرت ابو جحیفہ رضؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسرار و معارف قرآنیہ کو سنا تو متعجب ہو کر دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے پاس کوئی اور کتاب ہے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ نہیں یہی کتاب اللہ ہے اور اس کا فہم

(۹) من اخلص اللہ اربعین یوماً ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ

جو کوئی چالیس دن اللہ کے ساتھ خالص ہو جائے تو حکمت کے چشمے اس کے قلب سے نکل کر زبان پر جاری ہو جاتے ہیں

(ابو نعیم فی الحلیہ)

(۱۰) کونوا ربانیین حکماء و علماء و فقہاء (بخاری)

حکیم اور عالم اور فقیہہ ربانی بنو۔

(۱۱) عن علی رضی اللہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن سنۃ فقال المعرفۃ راس مالی والفقر فخری۔

(الشفا)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ انھوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی سنت دریافت کی۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرا راس المال معرفت ہے اور فقر میرے لئے فخر ہے۔

رحمۃ للعالمین کا راس المال معرفت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے

اس معرفت کی انتہا کوئی کیا جانے بس مولا اور اس کا عبد ہی اس راز سے واقف ہے۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (ﮩ/۲۷) مگر شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ بینش سے دانش کی تکمیل ہوتی ہے اور اور ساتھ ہی صحت مشاہدہ کی تصدیق کی جاتی ہے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی

ﮩ/۲۷ (للمولف)

قولہ تعالیٰ اللّٰہُ غَنِیٌّ وَّ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ (ﮨ/۲۶) اسی فقر کا کما حقہٗ علم و عمل جس کا ثمرہ عبدیت الٰہی ہے، سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا سرمایہ ناز و افتخار ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ اللہ جل شانہٗ ہر موقع پر عبد اللہ، عَبْدُہٗ، اور عَبْدِنَا کے خطابات سے یہ خصوصیت جتائے۔ لیکن عبدیت کی نزاکت اور عظمت کوئی کیا سمجھے۔ کبھی خاتم النبیین سے کہلایا جاتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَ لَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا۔ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا۔ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۔ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ (۱۲/۲۹) اور کبھی خود ارشاد ہوتا ہے (آیات) وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ نوبت یہاں تک پہنچی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ۔ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ عا

اشارہ کافی است۔ (للمولف)

اقوال صدیقین واکابر دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(۱) قال علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ واشار الی صدرہ اِنَّ ھٰھنا لعلوماً جمۃً لو وجدت لہا حملۃ وقال قلوب الاحرار قبور الاسرار۔

(ابو نعیم عن ابن عباس)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہاں بہت سے علم ہیں اگر پاتا میں اُن کے متحمل اور فرمایا کہ اولیا اللہ کے سینے اسرار الٰہی کی قبریں ہیں۔

مکتوب ۲۶۷ (جلد اوّل)۔ اس بیان میں کہ وہ اسرار و دقائق کہ جن سے حضرت ایشاں یعنی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرّہٗ کو امتیاز حاصل ہوا ہے اُن میں کا ذرّہ بھی ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اُن کی نسبت رمز و اشارت کے ساتھ بھی گفتگو نہیں کی جاسکتی۔ وہ اسرار شمع نبوت سے حاصل کئے گئے ہیں اور ملائکہ علیین بھی اس دولت میں شریک ہیں۔ چنانچہ (حضرت مجدد رح) فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے انعامات کیا کیا لکھیں اور ان کا کیا شکر ادا کریں۔ وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا ہے ان میں سے اکثر بتوفیق الٰہی تحریر میں آجاتے ہیں۔

اور اہلِ دنا اہل کے کانوں تک پہنچتے ہیں۔ لیکن وہ اسرار و دقائق جن سے اس فقیر کو امتیاز عطا فرمایا گیا ہے ان میں کا ذرہ بھی ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی اس مقولہ کی بابت گفتگو نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ اپنے فرزند عزیز سے بھی، جو فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقاماتِ جذب و سلوک کا صحیفہ ہے، ان دقیق اسرار کے رموز کو یہ فقیر بیان نہیں کرتا۔ اور انتہائی ضبط سے ان کو پوشیدہ رکھنے کی حکمت کو شش کرتا ہے۔ حالانکہ فقیر جانتا ہے کہ میرا فرزند محرمانِ اسرار سے ہے اور خطا و غلطی سے محفوظ ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ معانی کی دقت زبان پکڑ لیتی ہے اور اسرار کی لطافت (باریکی) لبوں کو بند کر دیتی ہے۔ وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي (۵/۱۹) (بات کرنے میں میرا دم رُکتا ہے اور میری زبان اچھی طرح نہیں چلتی) نقد وقت ہے۔ اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں کہ بیان میں نہیں آتے بلکہ بیان میں لائے ہی نہیں جاسکتے۔

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست

ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

یعنی حافظ کی فریاد بیکار نہیں ہے کیونکہ وہ بات ہی عجیب اور قصہ ہی نادر ہے یہ دولت جس کے چھپانے کی ہم کوشش کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام کی شمع نبوت سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور ملائکہ ملائے اعلیٰ اور ہمارے نبی صلعم اور دیگر انبیاء علیہم السلام بھی اس دولت میں شریک ہیں۔ اور انبیاء کے متبعین میں سے جن کو بھی اس دولت سے مشرف فرمایا جائے وہ بھی اس دولت میں شریک ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلعم سے دو قسم کے علم حاصل کئے ہیں۔ ایک تو وہ علم ہے جسے میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ دوسرا وہ علم ہے کہ اگر میں اُس کو ظاہر کروں تو تم میرا گلا کاٹ دوگے۔ یہ دوسرا علم اسرار کا علم ہے۔ جہاں تک ہر شخص کے فہم کو رسائی نہیں۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

(۲) قال علی رضی اللہ عنہ حدثوا الناس بما یعرفون۔ اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ (بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں سے وہ باتیں بیان کرو جن کو وہ جانتے ہیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلائیں؟

(۳) قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قولہ عزوجل اللّٰہ الَّذی خلق سبع سمٰوٰت ومن لارض مثلھن الخ لو ذکرت تفسیرہ لرجمتونی وفی لفظ اُخرٰ قال لھم انہ کافر۔

حضرت ابن عباس رضؓ اس آیت کی تفسیر میں کہ اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت الخ فرماتے ہیں کہ اگر میں اس آیت کی پوری تفسیر کروں تو تم لوگ مجھ کو سنگسار کروگے یا بالفاظ دیگر کافر بناؤ گے۔

(۵) ارشاد حضرت سید زین العابدین رضی اللہ عنہ

انی لاکتم من علمٍ جواھرہ کیلا یریٰ ذالکَ ذو جھل فیفتتننا وقد تقدم فی

میں جواہر علمیہ کو اس لئے چھپاتا ہوں کہ کوئی جاہل مطلع ہو کر مجھے فتنہ میں نہ ڈالے اُس کو اولاً

هذا ابو حسن الی الحسین | حضرت علیؓ نے سیکھا۔ پھر حسن کو
وصی قبلہ الحسن یارب | تعلیم دی بعد ازاں حسین علیہ السلام
جوھر علم لو ابوح لہ لقیل | کو۔ اگر جوہر علم کو ظاہر کروں تو لوگ
لی انت ممن یعبد الوثنا | مجھے بت پرست کہیں گے اور میرا
ولاستحل رجال مسلمون | قتل جائز سمجھیں گے اور اس کو
دمی یرون اقبح ما یاتونہ | اچھا جانیں گے حالانکہ یہ فعل (قتل)
حسنا۔ | فی نفسہ بد ہے۔

(احیاء العلوم فصوص الحکم ہدیہ مجددیہ)

(۵) ارشاد حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فی باطنی من نور کم ما لو ابدا۔ میرے باطن میں نور ہے اگر ظاہر
افتی یسفک دمی الذی | ہو تو نادان میرے قتل کا فتویٰ
لا یعلم لو انتی ابدی | دیں گے۔ اگر میں اسرار ظاہر کروں
سرا ہو دکم۔ قالوا | تو ملامت گر کہیں گے کہ میں مسلمان
العواذل لیس ھذا مسلم۔ | نہیں ہوں۔

(ہدیہ مجددیہ)

(۶) کان جنید رحمۃ اللہ | جنید رحمۃ اللہ علیہ شبلیؒ سے
تعالیٰ یقول کثیراً للشبلی | اکثر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ
رحمۃ اللہ تعالیٰ لا تفش | کا راز محجوبوں کے درمیان افشا
سر اللہ تعالیٰ بین المحجوبین | نہ کرنا۔
وکان رضی اللہ عنہ یقول | اور یہ بھی کہتے تھے کہ فقیر کو نہ
لا ینبغی للفقیر قراءۃ کتب | چاہیئے کہ توحید خاص کی کتابیں

التوحید الخاص الا بین
المصدقین لاھل الطریق
او المسلمین لھم والا
یخاف حصول المقت
لمن کذبھم
من ھذا اخفی الکاملون
من اھل الطریق الکلام
فی مقامات التوحید
الخاص شفقة علی عامة
المسلمین ورفقا بالمجادل
من المحجوبین وادبا
مع اصحاب ذالک الکلام
من اکابر العارفین
وکان جنید لا یتکلم قط
فی علم التوحید الا فی
قعر بیتہ بعد ان یغلق
ابواب دارہ ویاخذ
مفاتیحہ تحت ورکہ و
یقول اتحبون ان یکذب
الناس اولیاء اللہ تعالی
وخاصة ویرمونھم

پڑھے مگر مصدقین اہل طریقت
کے سامنے یا ان کے ماننے والوں
کے سامنے ورنہ جھٹلانے والوں
کے لئے وبال کا اندیشہ
ہے۔
یہیں سے اس کی وجہ بھی سمجھ میں
آتی ہے کہ کیوں کاملین اہل طریقت
مقامات توحید خاص کے کلام کو
مخفی رکھتے ہیں اس کی وجہ
عامة المسلمین پر شفقت اور
جھگڑالو محجوبین کے ساتھ نرمی
اور ایسے کلام کرنے والے بڑے
بڑے عارفین کے ساتھ پاس ادب ہے
اور جنیدؒ توحید میں کبھی تقریر
نہیں کرتے تھے مگر اپنے گھر کے
اندر اور وہ بھی اس کے دروازوں
پر قفل ڈلوا دیتے اور ان کی
کنجیاں اپنے زانوں کے نیچے دبا لینے
کے بعد اور کہتے تھے کہ کیا تم کو یہ
پسند آتا ہے کہ لوگ اللہ تعالی کے
دوستوں اور خاص لوگوں کو

جالاذل قہ، والکفر جھٹلائیں اور ان پر کافر و زندیق ہونے کی تہمتیں لگائیں۔

مکتوب (۱۲۱) جلد سوم از حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اُن اعتراضات کے جواب میں فرماتے ہیں جو مکتوب ۸۷ جلد سوم پر کئے گئے جو اسرار مرادی و مریدی کے بارے میں تحریر کیا گیا تھا۔

میرے مخدوم! اس قسم کی باتیں جو اسرار کے اظہار پر مبنی ہیں جو ظاہر (شریعت) کے خلاف ہیں ہر وقت مشائخ طریقت سے سرزد ہوتی رہتی ہیں اور ان بزرگوں کی ہمیشہ کی عادت ہو گئی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں جس کو فقیر نے شروع کیا ہے یا اس کا اختراع کیا ہے لیس ھذا اول قارورۃ کسرت فی الاسلام (یہ پہلی شیشی نہیں ہے جو اسلام میں توڑی گئی) پس یہ شور و غوغا کیا ہے۔ اگر کوئی ایسا لفظ صادر ہوا ہے جس کی مطابقت بظاہر علوم شرعیہ سے نہ ہوتی ہو تو تھوڑی سی توجہ کے ساتھ اس کو (علم) ظاہر کی طرف رجوع کر کے تطبیق کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور مسلمان پر بہتان نہ لگانا چاہیئے۔ جب بے حیائی کی باتوں کی اشاعت کرنا اور فاسق کو رسوا کرنا شریعت میں ہر طرح حرام و منکر (ناشائستہ) ہے تو ایک مسلمان کو رسوا کرنا محض شبہ کی بناء پر کہاں تک مناسب ہو سکتا ہے اور شہر شہر ڈھنڈورا پیٹنا کہاں کی دینداری ہے۔ مسلمانی اور مہربانی کا طریق یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے ایسا کلمہ صادر ہو جو بظاہر علوم شرعیہ کے خلاف ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ اس کا کہنے والا کون ہے۔ اگر وہ ملحد و زندیق ہے تو اس بات کی تردید کرنی چاہیئے اور اس کی اصلاح

(تطبیق) کی کوشش نہ کرنی چاہیے۔ اور اگر اس کلمہ کا قائل مسلمان ہو اور خدا ور سول پر ایمان رکھتا ہو تو اس بات کے اصلاح (تطبیق) کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کے واسطے صحیح محمل پیدا کرنا چاہیئے یا اس شخص سے اس کا حل طلب کرنا چاہیئے۔ اگر وہ اس کے حل کرنے سے عاجز ہو تو اسے نصیحت کرنا چاہیئے۔ نرمی کے ساتھ امر معروف و نہی منکر کرنا بہتر ہے کیوں کہ اس سے قبولیت کا قرینہ (امکان) زیادہ ہوتا ہے۔ اگر اس کی اصلاح و قبولیت مقصود نہ ہو بلکہ اس کی ذلت و فضیحت مقصود ہو تو دوسری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

مکتوب ۱۱۸ جلد اوّل۔ ان لوگوں کے نقصان کے بارے میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں، فرماتے ہیں۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْھَا (آیت) (جو نیک عمل کرتا ہے اس کا فائدہ اس کی ذات کے لئے ہے اور جو برائی کرتا ہے اس کا نقصان اس کے لئے ہے)۔ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحؒ فرماتے ہیں۔ یا اللہ! آپ جس کو گرانا چاہتے ہیں اس کو ہم سے ٹکراتے ہیں۔ شعر

ترسم آں قوم کہ بر دردکشاں می خندند
در سر کار خرابات کنند ایماں را

میں ان لوگوں کے متعلق خوف کرتا ہوں جو مئی نوشوں پر ہنستے ہیں اور اس کام میں اپنے ایمان ہی کو خراب کر لیتے ہیں۔ حق تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو انکارِ فقرا اور طعنِ درویشاں سے محفوظ رکھے بطفیل سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۹) ارشاد حضرت ابو یزید بُسطامی رح

اخذ تم علمکم من علماء الرسوم میتا عن میتۃ واخذنا علما عن حی الذی لا یموت۔

تم نے علماء ظاہر سے علم حاصل کیا جو بمنزلہ میت کے ہیں اور مُردوں کا علم بھی مردہ ہے اور سیکھا میں نے علم حی لایموت سے۔

(طبقات الکبریٰ)

(۱۰) ارشاد حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ

یا غلام خذ العلم من افواہ رجال اللہ ولا من صحائف والدفاتر (اربعین)

اے لڑکے اہل اللہ کی زبان سے علم حاصل کر صحیفہ اور دفتر سے نہ لے۔

(۱۱) ارشاد حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہٗ

علم الحق علم الاذواق لا عن الاوراق وھو العلم الصحیح وما علاہ محدث وتخمین لیس العلم اصلاً۔

علم حق علم ذوقی ہے۔ کتابی نہیں ہے اور یہی علم صحیح ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ محدث و تخمینی ہے جو اصلی علم نہیں ہے

(فتوحات مکیہ)

(۱۲) وحکی الشیخ قطب الدین بن ایمن رضی اللہ عنہ ان الامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کان یحث ولدہ علی الاجتماع الصوفیۃ

حضرت شیخ قطب الدین بن ایمن فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنے لڑکے کو ترغیب دیتے تھے کہ صوفیاء عصر کی خدمت میں حاضر رہے اور فرماتے

زمانہ ویقول انھم بلغوا فی الاخلاص مقاماً مالم تبلغہ (طبقات الکبریٰ)

تھے کہ حضرات صوفیہ اخلاص میں ایک ایسے مقام پر پہنچے ہیں کہ جس پر تم نہیں پہنچ سکتے ہو۔

(۱۳) امام قشیری رح کا قول ہے کہ تمام آدمی دو قسم کے ہیں یا صرف نقل و روایت کے ماننے والے ہیں یا عقل و فکر سے بھی کام لینے والے ہیں مگر گروہ صوفیہ کے بزرگ ان دونوں قسم کے آدمیوں سے بالاتر ہیں۔ کیونکہ جو امر دوسروں کے لئے پوشیدہ ہے وہ ان کے نزدیک ظاہر و اظہر ہے یہ خدا رسیدہ ہیں اور دوسرے آدمی دلیلوں کے دلدادہ اور ان ہی کے جال میں گرفتار رہ کر مقصد اصلی سے محروم رہتے ہیں۔

دورِ اسلام میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ اس میں اس فرقہ کا شیخ موجود ہو اور اس زمانہ کے علماء نے اس شیخ کے آگے گردن نہ جھکائی ہو اور اس کی تواضع نہ کی ہو اور اس سے برکت حاصل نہ کی ہو۔

(مختارات الصوفیہ)

(۱۴) حضرت امام شافعی رح اپنی جلالت و مرتبت کے باوجود حضرت شعبان راعی رح کے ساتھ بیٹھتے تھے اور ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ بعضوں نے حضرت امام شافعی رح سے پوچھا کہ آپ جیسا (عالم شخص) اس بدوی سے مسئلہ پوچھے! امام شافعی نے فرمایا۔ ھذا وافق بما علمناہُ (یہ اس علم کے مطابق ہے جو ہم جانتے ہیں یعنی اُن کی معرفت اور ہماری فقہ میں کوئی تضاد نہیں)۔ حضرت شیبان رضی اللہ عنہُ اُمّی تھے (یعنی پڑھے لکھے نہ تھے)۔ جب حضرت شافعی رح

جیسے امام الائمہ ایک اُمّی سے سوال کرتے تھے تو اہل تصوف کے اماموں کی عظمت وشان قابلِ دید ہے (ہدیۂ مجددیہ)۔

(۱۵) ارشاد از حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس اللہ اسرارہم

انّ طریق الوصول الی علم القوم الایمان والتقوی۔ قال اللہ تعالیٰ ولو انّ اھل القری اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السمآء والارض ای اطلعناھم علی العلوم المتعلقة بالعلویات والسفلیات واسرار الجبروت وانوار الملک والملکوت وقال اللہ تعالیٰ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجًا ویرزقہ من حیث لا یحتسب والرزق نوعان۔ روحانی و جسمانی۔

اکابرین کے علم تک پہنچنے کا طریق ایمان و تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم آسمان و زمین کی برکتوں کو ان پر کھول دیتے یعنی ہم اُن کو اُن علوم پر مطلع کر دیتے جو علویات سفلیات اور جبروت کے اسرار اور ملک اور ملکوت کے انوار سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اور اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا سے ڈرتا رہے گا خدا اس کے لئے نجات کی شکل نکال دے گا اور اس کو وہاں سے رزق پہونچائے گا۔ جدھر سے اس کو گمان نہیں تھا۔ رزق کی دو قسمیں ہیں روحانی اور جسمانی۔

وقال اللہ تعالیٰ واتقوا

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد

اللہ و یعلمکم اللہ اے یعلمکم مالم تکونوا تعلمونہ بالوسائط من العلوم الالٰھیۃ ولذلک اضاف التعلیم الی اسم اللہ الذی ھو دلیل علی الذات و جامع للاسماء والافعال والصفات

یا اخی بالتصدیق والتسلیم لعقدۃ الطائفۃ ولا تتوھم

(فتوحاتِ مکیہ)

ہے اور اللہ سے ڈرو اللہ تم کو سکھاتا ہے یعنی تمکو وہ باتیں بتلائے گا جن کو تم وسائط کے ذریعہ سے نہیں جانتے اور وہ علوم الٰہیہ ہیں اور اسی لئے تعلیم کی نسبت اسمِ اللہ کی طرف ہے جو ذات پر دلالت کرتا اور اسماء و افعال و صفات کا جامع ہے

اے بھائی اس لئے تم پر لازم ہے کہ اس گروہ کی تصدیق اور اُن کے آگے سرِ تسلیم خم کرو اور وہم کی راہ سے انکار نہ کرو۔

(۱۶) مکتوب حضرت محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ بنام امام فخر الدین رازی رح۔

منقول از حضرت امام قطب ربانی عبد الوہاب عارف شعرانی رح

اعلم یا اخی وفقنا اللہ و ایاک ان الرجل لا یکمل عندنا فی مقام العلم حتی یکون علمہ عن اللہ عزوجل بلا واسطۃ من نقل او شیخ فان من

میرے بھائی خدا تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق عطا فرمائے سنو کوئی شخص ہمارے نزدیک علم کے مقام میں کامل نہیں ہوتا جب تک اس کا علم بلا واسطہ نقل یا اُستاد کے خدائے عزوجل کی طرف سے

كان علمه مستفادًا من
نقل او شيخ فما برح عن
الأخذ عن المحدثات
وذلك معلول عند اهل
الله عز وجل ومن قطع
عمره في معرفة المحدثات
وتفاصيلها فاته حظه
من ربه عز وجل لان
العلوم المتعلقة بالمحدثات
يفني الرجل عمره فيها ولا
يبلغ الى حقيقتها۔

ولو انك يا اخي سلكت
على يد شيخ من اهل الله
عز وجل لاوصلك الى
حضرة شهود الحق تعالى
فتاخذ عنه العلم بالامور
من طريق الالهام الصحيح
من غير تعب ولا نصب
ولا سهر كما اخذه الخضر
عليه السلام فلا علم الا كان

نہ ہو کیونکہ جس کا علم نقل یا استاد
سے حاصل ہوتا ہے وہ برابر
حادث چیزوں سے آتا ہے اور
اللہ والے اس کو خالی از علت
نہیں سمجھتے اور جس نے حادث چیزوں
اور ان کی شناخت میں عمر گنوائی
اس نے اپنا حصہ خدائے تعالیٰ
کے پاس کا کھو دیا اس لئے کہ آدمی
ان علوم میں جو حادث چیزوں
سے علاقہ رکھتے ہیں اپنی عمر برباد
کرتا ہے اور پھر بھی ان کی حقیقت
کو نہیں پہنچتا۔

بھائی جان اگر تم اہل اللہ میں سے
کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرکے
سلوک اختیار کر لیتے تو وہ تم کو
حق تعالیٰ کی درگاہ شہود تک
پہنچا دیتا اور وہاں سے تم اشیاء
کا صحیح علم الہام کے طریقے سے
حاصل کرتے جس میں نہ مشقت ہے
نہ ماندگی نہ بے خوابی جس طرح
کہ خضر علیہ السلام نے حاصل

عن کشف و شهود لا عن نظر و فکر و ظن و تخمین

کیا اور علم ہے تو وہی ہے۔ جو کشف و شہود سے حاصل ہو نہ کہ جو نظر فکر و گمان و قیاس سے۔

یا اخی ان لا تطلب من العلم الا ما یکمل به ذاتک و ینتقل معک حیث انتقلت و لیس ذالک الا العلم باللہ تعالیٰ من حیث الوهب والمشاهدة فان علمک بالطب مثلا انما یحتاج الیه فی عالم الاسقام و الامراض فاذا انتقلت الی عالم ما فیه سقم و لا مرض بمن تداوی بذالک العلم۔

اے بھائی صرف وہ علم حاصل کر جس سے تیری ذات کی تکمیل ہو اور جو تیرے ساتھ دوسرے عالم میں رہے جہاں تجھے جانا ہے اب یہ علم صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے علاقہ رکھتا ہے اور وہب و مشاہدہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ مثلاً علم طب ہے کہ اس کی ضرورت اسی عالم میں ہے جہاں مرض اور دکھ ہے اور جب کہ تم اس عالم میں پہنچو گے جہاں دکھ درد ہی نہیں ہے تو وہاں اس علم کے ذریعہ سے کس کا علاج کرو گے۔

فقد علمت یا اخی انه لا ینبغی للعاقل ان یاخذ من العلوم الا ما ینتقل معه الی البرزخ دون

اے بھائی اس سے تم کو معلوم ہو گیا عقل والے کو صرف وہی علم حاصل کرنا چاہیئے جو اس کے ساتھ عالم برزخ تک جائے نہ وہ جو عالم

مایفارقه عند انتقاله
الی عالم الآخرة ولیس
المنتقل معه الا علمان
فقط العلم باللہ عزوجل
والعلم بمواطن الآخرة
حتی لا ینکر التجلیات
الواقعة فیها ولا یقول
للحق اذا تجلی له نعوذ باللہ
منک کما ورد فینبغی لک

آخرت میں بلکہ آخرت کے سفر
کے وقت ساتھ چھوڑ دے اور
آدمی کے ساتھ جانے والے صرف
دو ہی علم ہیں ایک تو خدائے تعالیٰ
کا علم اور دوسرا معاملات آخرت
کا علم تاکہ اس عالم میں جو تجلیات
واقع ہوں ان کا انکار نہ کر بیٹھے
اور جب حق کی تجلی اس پر ہو نعوذ
باللہ منک نہ کہہ بیٹھے جیسا کہ وارد
ہوا ہے۔

یا اخی الکشف عن ھذین
العلمین فی ھذہ الدار
لتجنی ثمرة ذالک فی تلک
الدار ولا تحصل من علوم
ھذہ الدار الا ما تمس
الحاجة الیه فی طریق
سیرک الی اللہ عزوجل۔
(طبقات الکبریٰ)

اس لئے اے بھائی یہ ضروری ہے کہ
اسی عالم میں یہ دونوں علم تم پر کھل
جائیں تاکہ ان کا پھل تم کو اس
عالم میں ملے۔ اور اس عالم میں
ان ہی علوم کو لو جن کی ضرورت
اہل اللہ کی اصطلاح کے مطابق
خدا کی طرف جانے کے راستہ
میں پیش آئے۔

(۱۷) ارشاد حضرت امام غزالی حجۃ الاسلام رض درباب علم

فاعلم انه قسمان علم
مکاشفة وعلم معاملة

جان کہ علم کی دو قسمیں ہیں ایک
علم مکاشفہ (علم باطن) دوسرا علم

فالقسم الاول علم المکاشفۃ وھو علم الباطن وذالک غایۃ العلوم فقد قال بعض العارفین من لم یکن لہ نصیبٌ من ھذا العلم اخاف علیہ سوء الخاتمۃ وادنی نصیبٌ منہ التصدیق بہ وتسلیمہ لاھلہ واقل عقوبۃ من منکرہ انہ لایذوق منہ شیئًا وھو علم الصدیقین المقربین

واما القسم المحمود الی اقصی غایات الاستقصاء فھو العلم باللہ تعالی وبصفاتہ وافعالہ وسنتہ فی خلقہ وحکمۃ فی ترتیب الاخرۃ علی الدنیا فان ھذا العلم مطلوب لذاتہ والتوصل

معاملہ (علم ظاہر) اب اول قسم کو لیجئے یعنی علم مکاشفہ جو علم باطن ہے اور جو کہ تمام علوم کی انتہا ہے چنانچہ بعض عارفین کا قول ہے کہ جو اس علم سے بے بہرہ ہو اس کے خاتمہ کی خرابی کا خوف ہے ادنیٰ بہرہ اس علم کا یہ ہے کہ اس کی تصدیق کرے اور اس علم والوں کو مانے۔ اور ادنیٰ عذاب اس علم کے منکر کا یہ ہے کہ اس علم سے اس کو کچھ نہیں ملتا حالانکہ یہ علم صدیقوں اور مقربان الٰہی جل جلالہ کا ہے۔

جو علم سرتاپا اچھا ہی اچھا ہے وہ ہے علم خدائے تعالیٰ کا اور اس کے صفات کا افعال کا اس کی عادت کا جو خلق میں جاری ہے اور اس حکمت کا جو دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے میں مضمر ہے پس یہی وہ علم ہے جو مقصود بالذات ہے اور جو سعادت آخرت

جہ الی السعادۃ الاخرہ کے حصول کا ذریعہ ہے۔

(احیاء العلوم)

(۱۸) از حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ۔

علم کی دو قسمیں ہیں۔ علم حضوری اور علم حصولی۔ علم حصولی سے مراد ہے عقل میں شی کی صورت کا حاصل ہونا، یا دنیا کی صورتِ حاصلہ (یعنی علم محسوسات)۔ یہ علم اور اس کی بنیاد مشاہدات اور حواس پر ہے۔ نفس ناطقہ (عقل) حواس کے ذریعہ سے محسوسات کا ادراک کرتا ہے اور جزئیات سے کلیات نکالتا ہے۔ قضایا باہم پہنچا صغریٰ و کبریٰ سے نتائج نکالتا ہے۔ سماعت کے ذریعہ سے غیب کی چیزوں کے متعلق جو علم حاصل ہوتا ہے اس سے اکثر و بیشتر حاضر کے غائب پر قیاس کرنے پر مبنی ہوتا ہے۔ مثلاً عمارات اور اشخاص کو اُن کی وضعوں اور کیفیتوں کے سننے کے بعد جو دیکھی ہوئی وضعوں اور کیفیتوں سے مشابہ ہیں، اپنے علم سے ان کے حسن و قبح پر حکم لگاتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ علم حصولی محسوسات پر منحصر ہے یا محسوسات کے مثل پر موقوف ہے جو محسوسات سے منتزع و مستفاد ہوتا ہے، (یعنی اخذ کیا جاتا ہے) لہٰذا روح کو علم حصولی سے معلوم نہیں کر سکتے۔ جب علم حصولی روح کی حقیقت کو نہیں پاسکتا تو حق تعالیٰ کی ذات و صفات کو کس طرح پاسکتا ہے۔

جان لیں کہ علمِ ظاہر (شریعت) سے مراد علمِ حضوری ہے جو قرآن و حدیث سے مستنبط ہوتا ہے۔ یہ علم حضوری روح سے متعلق ہوتا ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی معرفت علم حضوری کے ذریعہ

یا دوسرے علم کے ذریعہ جو علم حضوری سے برتر (حقیقت) ہے جائز بلکہ واقعہ ہے۔ اور ولایت جس سے مراد قربیت بے کیف ہے اس علم حضوری ہی پر منحصر ہے جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق ہوتا ہے، اور اسی کو علم باطن، علم لدنی اور عرفان کہتے ہیں۔ شرک و معاصی کا زنگ اللہ تعالیٰ کے علم حضوری کا مانع ہے کہ وہ (شرک و عاصی) حق کی اقربیت کے باوجود حق سے غفلت کے حجاب میں رہ کر دور ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ (ظالم (شرک کرنے والی) قوم کے لئے (اللہ سے دوری ہے)۔

اوّلاً زنگ از رُخِ خود پاک کن ؛ بعد ازاں آں نور را ادراک کن

(ترجمہ۔ پہلے اپنے چہرہ (دل) سے زنگ کو پاک کر۔ اس کے بعد اس نور کا ادراک کر) (ثمرہ) محبت اس علم و ولایت کے حصول کا ذریعہ ہے جس سے مراد قرب و معیت ہے محبت دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک اجتبیٰ سے جسے صوفیہ کی اصطلاح میں جذب کہتے ہیں یعنی محبت و کشش جو حق تعالیٰ کی طرف سے بلاواسطہ حاصل ہوتی ہے یا شیخ کامل مکمل کے نفس کی تاثیر کے واسطے سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے انابت سے جسے سلوک کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔ اللہ یجتبی الیہ من یشاء و یھدی الیہ من ینیب (اللہ جسے چاہتا ہے اپنے لئے چن لیتا ہے۔ اور اس کی رہنمائی کرتا ہے جو اس کی طرف جھکتا ہے)۔ یہ آیت ہر دو طریق جذب و سلوک پر دلیل ہے۔ شیخ کامل مکمل کی صحبت

وصول الی اللہ کا قوی طریق ہے اس علم کا نتیجہ اور فائدہ قربِ الٰہی کا ئم ہے۔

مکتوبِ چہارم مندرجہ کلماتِ طیبات

(۱۹) از حضرت ابو طالب مکی رضی اللہ عنہ

علمائے ظاہر سلطنت اور زمین کی زینت و آرائش ہیں، اور علمائے باطن آسمان اور ملکوت کی زینت ہیں۔ علمائے ظاہر اہلِ عقل واہلِ زبان ہیں اور علمائے باطن قلب والے اور آنکھ والے ہیں۔ بعض عارف کہتے ہیں۔ علم ظاہر محکوم ہے اور علم باطن حاکم۔ محکوم اس وقت تک موقوف (قائم) رہے جب تک حاکم وہاں نہ آئے۔ بعض عارف کہتے ہیں کہ جب علمائے ظاہر پر دلیلوں کے اختلاف کی وجہ سے کوئی مسئلہ مشکل ہو جاتا ہے تو وہ علم باطن والوں سے پوچھتے ہیں کیونکہ یہ توفیق الٰہی سے قریب تر ہیں اور نفس و ہوئی سے بعید تر ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رح اور حضرت یحییٰ بن معین رح حضرت معروف کرخی رح کی خدمت میں بہت زیادہ حاضر ہوا کرتے تھے باوجودیکہ ان کا علمِ ظاہر حضرت کرخی رح سے ہزاروں درجہ زیادہ تھا۔ نیکی، بدی کے متعلق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو فرمایا۔ اپنے قلب سے فتویٰ طلب کر اگرچہ مفتیوں نے فتویٰ دیا ہو۔ فتویٰ دینے والے تاویل اور رخصت (حیلہ) پر اعتماد کرتے ہیں اور اہلِ دل (جو ایمان سے منور ہیں) اللہ تعالیٰ سے فتویٰ حاصل

کرتے ہیں۔ پس اگر علمِ قلب حقیقتِ فقہ کی اصل نہ ہوتا تو سرورِ عالم ﷺ سائل کو اہلِ ظاہر کے فتوؤں کے باوجود دل کے فتویٰ کی طرف رجوع نہ فرماتے اور اس (دل) کو قاضی قرار نہ دیتے۔ پس علمِ باطن اصل علم بلکہ علمُ العلم ہے اور عالمِ باطن اصل عالم بلکہ عالموں کا عالم ہے
(قوتُ القلوب)

(۲۰) از مولانا وکیل احمد نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ

حقیقت کا علم وہ علم ہے کہ اس سے علومِ شرعیہ کے اسرار کھلتے ہیں کیونکہ یہ علم علومِ ظاہر کا باطن ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ العلماءُ ورثۃُ الانبیاءِ (عالم لوگ نبیوں کے وارث ہیں) اس کے معنی یہ ہیں کہ علمائے ظاہر و باطن (معارف) نبیوں کے وارث ہیں کیونکہ نبوت کی وراثت دو قسم کی ہے۔ اول وراثت ظاہری۔ دوم وراثتِ باطنی پس اہلِ شریعت کسبی اور ظاہری علوم والے ہیں اور اہلِ حقیقت وہبی اور باطنی علوم کے وارث ہیں۔ شریعت عباداتِ ظاہری کا منبع ہے اور حقیقت اشاراتِ باطنی کا منبع ہے۔ شریعت کی ہر عبادت کے تحت اشارات کے طور پر احکام و معارف و حقائق ہوتے ہیں جن کی اطلاع حق تعالیٰ صوفیوں اور صدیقوں کو دیتا ہے۔ پس باطنِ عبادت سے اشارت ظاہر ہوتی ہے نہ کہ ظاہرِ عبادت سے۔ حدیث میں آیا ہے۔ فضلُ العالمِ علی العابدِ کفضلی علیٰ اُمّتی (عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسی میری فضیلت میری امت پر ہے)۔ اس حدیث میں علم ... سے مراد بیع و شرا، طلاق و عتاق وغیرہ کا علم نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب علم باللہ اور قوتِ یقین ہے۔

حضرت امام شافعیؒ جلالت و مرتبت کے باوجود حضرت شیبان راعیؒ کے ساتھ بیٹھتے تھے اور ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ بعضوں نے حضرت امام شافعی سے پوچھا کہ آپ جیسا عالم اس بدوی سے سوال کرے۔ امام نے فرمایا۔ یہ اس علم کے مطابق ہے جو ہم جانتے ہیں۔ حضرت شیبان بدوی رضی اللہ عنہ اُمّی (ان پڑھ) تھے۔ جب ایک اُمّی سے شافعی جیسے امام الائمہ سوال کریں تو اہل تصوف کے آئمہ کی عظمت و شان قابل دید ہے (ہدیہ مجددیہ)۔

فصل ۲

مکتوب ۱۸ جلد دوم از حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

علمائے راسخین (پکے) اور شریعت کے ظاہر و باطن کے بیان میں فرماتے ہیں۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی (تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) اَلعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الاَنبِیَاءِ (علماء نبیوں کے وارث ہیں) علمائے عظام شریعت میں کافی ہے۔ علم وراثت علم شریعت ہے جو انبیاء علیہم السلام سے باقی رہا ہے۔ علم شریعت کے لئے ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ اس کی صورت تو وہ ہے جو علمائے ظاہر کا حصہ ہے (اللہ ان کی سعی مشکور کرے) اس کا تعلق کتاب و سنت کے محکمات سے ہے۔ اس علم کی حقیقت وہ ہے جو علمائے راسخین رضی اللہ عنہم کا حصہ ہے اس کا تعلق کتاب و سنت کے متشابہات سے ہے۔ محکمات اگرچہ کتاب (قرآن) کے اُمہات یعنی اصول ہیں لیکن اُن کے نتائج و ثمرات متشابہات ہیں جو کتاب کے اصلی مقصد ہیں۔ نتائج و ثمرات کے حصول کے لئے اُمہات وسیلے سے بڑھ کر نہیں۔ پس کتاب کا مغز

فصل ۲ متشابہات ہیں اور اس کا پوست محکمات۔ متشابہات ہی ہیں جو رمز و اشارت سے اصل کو ظاہر کرتے ہیں اور اس معاملہ کی حقیقت کا پتہ دیتے ہیں۔ علمائے راسخین نے پوست کو مغز کے ساتھ جمع کیا ہے اور شریعت کی صورت اور حقیقت دونوں کو پالیا ہے۔ ان بزرگوں نے شریعت کو ایک شخص تصور کیا ہے جس کا پوست صورت شریعت اور جس کا مغز حقیقتِ شریعت ہو۔ شرائع اور احکام کے علم کو شریعت کی صورت اور حقائق و اسرار کے علم کو شریعت کی حقیقت سمجھا ہے بعض لوگوں نے شریعت کی صورت میں گرفتار ہو کر شریعت کی حقیقت سے انکار کر دیا ہے اور ہدایہ اور بزودی کے سوا کسی کو اپنا پیر اور مقتدیٰ نہیں سمجھا ہے۔ ایک جماعت ایسے لوگوں کی ہے جو حقیقت کے گرفتار (طالب) ہوئے، لیکن چونکہ انھوں نے اس حقیقت کو شریعت کی حقیقت نہ جانا، بلکہ شریعت کو صورت ہی میں محدود کر دیا اور اس کو صرف پوست ہی خیال کیا اور مغز کو شریعت سے بالکل علیحدہ تصور کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس حقیقت کی حقیقت سے واقف ہی نہ ہو سکے اور متشابہات کا کوئی حصہ حاصل نہیں کیا۔ در حقیقت علمائے راسخین ہی انبیاء کے وارث ہیں۔

(۲۲) از مولانا رومؒ

ما مریدانیم شاگردانِ حق	علمِ ما از علمِ حق گیرد سبق
ایں ہمہ علمے ز تعلیم حق است	نے ز جد و جہدے و از بق بق است
جانِ جملہ علمہا این است ایں	کہ بدانی اصل خود اے مرد دیں

فلسفی گشتی و آگاہ نیستی | از کجا و خود کجا و کیستی
تو ہمی دانی تجوز و لا تجوز | خود ندانی تو تجوزی یا عجوز
ایں روا و ناروا دانی و نیک | خود روا یا ناروائی داں تو نیک
از خود آگہ چوں نئی اے بے شعور | پس نباید بر چنیں علمت غرور
نیست کس را از حقیقت آگہی | جملہ می میرند با دستِ تہی
صد کتاب و صد ورق در نار کن | جان و دل را جانبِ دلدار کن
بینی اندر دل علومِ انبیا | بے کتاب و بے معید و اوستا
دل منور کن با نوارِ جلی | چند باشی کاسہ لیس بوعلی
علم حق در علمِ صوفی گم شود | ایں سخن کے باورِ مردم شود
علم حق در بحرِ علمِ صوفیاں | گم شود نے نام ماند نے نشاں

(۲۳) حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ

معرفت حاصل کن اے جانِ پدر | تا بیابی از خدائے خود خبر
ہر کہ عارف شد خدائے خویش را | در فنا بیند بقاء خویش را
عارف از دنیا و عقبیٰ فارغ است | زانچہ باشد غیر مولیٰ فارغ است
ہمت عارف بقاء حق بود | زانکہ در حق فانیِ مطلق بود
چوں بدانی تو کماہی خویش را | علم عالم حاصل آید مر ترا
گر ہمیں خواہی کہ یابی زیں نشاں | سر بنہ بر خاکپائے کاملاں

(۲۴) حضرت بہاء الدین آملی علیہ الرحمۃ

ایّہا القومُ الّذی فی المدرسہ | کلما حصّلتموہ وسوسہ

فصل ۲

فکرکم ان کان من غیرِ الحبیب　　ماکم من نشاۃ الاُخریٰ نصیب
چند چند از حکمتِ یونانیاں　　حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں
چند زیں فقہ و کلام بے اصول　　مغز را خالی کنی اے بوالفضول
فلسفہ یا نحو یا طب یا نجوم　　ہندسہ یا رمل یا اعدادِ شوم
صرف شد عمرت بہ بحث نحو و صرف　　از اصولِ عشق ہم خواں یک دو حرف
علم نبود غیر علم عاشقی　　ما بقی تلبیسِ ابلیسِ شقی
سینہ را از علمِ حق آباد کن　　او حدیث لو علمتم یاد کن
خشیۃ اللہ را نشانِ علم داں　　اِنّما یخشی تو در قرآں بخواں
علم رسمی سربسر قیل است و قال　　نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال

(۲۵) مثنوی شریف

علمہائے اہلِ تن احمالِ شاں　　علم ہائے اہلِ دل حمالِ شاں
علم چوں بر دل زند یارے شود　　علم چوں بر تن زند مارے بود
گفت ایزد یحملُ اسفارہ　　بار باشد علم کاں نبود زہو
علم کاں نبود زہو بے واسطہ　　آں نپاید ہم چو رنگ ماشطہ
لیک چوں ایں بار را نیکو کشی　　بار برگیرند و بخشندت خوشی
ہیں مکش بہر خدا ایں بار علم　　تا بہ بینی در درون انبار علم
تاکہ بر رہوار علم آئی سوار　　آنگہاں افتد ترا از دوش بار
اندر آ در سایہ آں عاقلے　　کس نیارد برد از رہ ناقلے
پس تقرب جو بدو سوئے الہ　　سر مپیچ از طاعت او ہیچ گاہ
زانکہ او ہر خار را روشن کند　　دیدہ ہر کور را روشن کند

فصل ۲

دست گیرد بندهٔ خاصِ اله — طالبان را میبرد تا پیش گاه
گر بگویم تا قیامت نعت او — هیچ آں را غایت و مقطع مجو
در بسر رو پوشش آمد آفتاب — فهم کن و الله اعلم بالصواب
تو برو در سایهٔ عاقل گریز — تا رهی زاں دشمن پنهاں ستیز
از همه طاعات اینت لائق است — سبق یابی بر هر آں کو سابق است
چوں گرفتی پیر هیں تسلیم شو — هم چو موسیٰ زیر حکم خضر رو
صبر کن بر کار او اے بے نفاق — تا نه گوید خضر رو هذا فراق
گرچه کشتی بشکند تو دم مزن — گرچه طفلے را کشد تو مو مکن
دست او را حق چو دستِ خویش خواند — تا ید الله فوق ایدیهم براند
دستِ حق میراندش زنده اش کند — زنده چه کند جان پاینده اش کند
چوں گزیدی پیر نازک دل مباش — سست و ریزیده چو آب و گل مباش
یک زمانه صحبت با اولیا — بهتر از صد ساله طاعت بے ریا
گر تو سنگ خاره و مرمر بوئی — چوں بصاحب دل رسی گوهر شوی
مهر پاکاں درمیان دل نشاں — دل مده الا بمهر دل خوشاں
دست زن در ذیل صاحب دولتے — تا ز افضالش بیابی رفعتے
صحبتِ صالح ترا صالح کند — صحبت طالح ترا طالح کند
سایهٔ یزداں چو باشد دایه اش — وا رهاند از خیال سایه اش
سایهٔ یزداں بود بندهٔ خدا — مردهٔ ایں عالم و زنده خدا
دامنِ او گیر زو تر بے گماں — تا رهی از آفتِ آخر زماں
پیر را بگزیں که بے پیر آں سفر — هست بس پر آفت و خوف و خطر
پس رهے را که ندیدستی تو هیچ — تو مرو تنها ز رهبر سر مپیچ

فصل ۲

ہر کہ او بے مرشدی در راہ شد
او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد

شیخ نورانی ترا آگہ کند
با سخن ہم نور را ہمرہ کند

تا توانی زا ولیا رو بر متاب
جہد کن واللہ اعلم بالصواب

چوں شدی دور از حضورِ اولیا
در حقیقت گشتۂ دور از خدا

چونکہ ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

دو مداں و دو مبین و دو مخواں
خواجہ را در خواجۂ خود محو داں

گر جدا بینی زحق ایں خواجہ را
گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

پیر را از احولی ہر کہ دو دید
او مرید است در حقیقت نے مرید

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست
دست او جز قبضۂ اللہ نیست

حضرت حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ

یارب کجاست محرمِ رازے کہ یک زماں
دل شرح آں دہد کہ چہ دید و چہا شنید

رازیکہ بر خلق نہفتیم و نہ گفتیم
با دوست بگوئیم کہ او محرمِ راز ست

چو بشنوی سخنِ اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

تو کز سرائے طبیعت نمی روی بیروں
کجا بکوئے حقیقت گزر توانی کرد

جمال یار ندارد نقاب پردہ ولے
غبار رہ بنشاں تا نظر توانی کرد

اے بیخبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
تا راہ بیں نباشی کے راہبر شوی

در مکتب حقائق پیش ادیب عشق
ہاں اے پسر بکوش کہ روزی پدر شوی

دست از مسِ وجود چو مردانِ رہ بشوے
تا کیمیائے عشق بیابی و زر شوی

گر نورِ عشقِ حق بدل و جانت اوفتد
باللہ کز آفتاب فلک خوبتر شوی

از پائے تا سرت ہمہ نورِ خدا شود
در راہ ذوالجلال چو بی پا و سر شوی

فصل ۳

گر در سرت ہوائے وصالست حافظا
باید کہ خاکِ درگہ اہلِ بصر شوی

کلید گنج سعادت قبول اہل دل ست — مبادا کس کہ دریں نکتہ شک وریب کند
روضۂ خلد بریں خلوتِ درویشانست — مایۂ محتشمی خدمتِ درویشانست
گنج عزلت کہ طلسمات عجائب دارد — فتح آں در نظر ہمت درویشانست
قصر فردوس کہ رضوانش بدربانی رفت — منظرے از چمن نزہتِ درویشانست
انچہ زر میشود از پرتو آں قلب سیاہ — کیمیائیست کہ در صحبت درویشانست
وانکہ پیشش بنہد تاج تکبر خورشید — کبریائیست کہ در حشمت درویشانست
دولتے را کہ نباشد غم از آسیب زوال — بے تکلف بشنود دولت درویشانست
اے توانگر مفروش اینہمہ نخوت کہ ترا — سر وزر در کنفِ ہمت درویشانست
روئے مقصود کہ شاہانِ جہاں می طلبند — مظہرش آئینۂ طلعتِ درویشانست
حافظ اینجا بادب باش کہ سلطان و ملک — ہمہ در بندگی حضرت درویشانست

(۲۷) رباعیات

از حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

علمے کہ نہ ماخوذ ز مشکوٰۃ نبی ست — واللہ کہ سیرابی ازاں تشنہ لبی ست
جائیکہ بود جلوۂ حق حاکم وقت — تابع شدن حکم خرد بو لہبی ست

دانی کہ چہ بود ہیچ قدیم اے دلدار — شغل دل تو ظاہر و باطن با یار
ایں را شوی از درس عوارف عارف — واں فن دگر بگیر از احرار

مدکہ شد مظہر آں یار عجیب — ظاہر شدہ از صورتش آثار عجیب
در لوح دل ثبت کنی صورت او — پیدا شود از لوح دل اسرار عجیب

تحصیل عدم اگر ندانی کردن — باید نظر اہل فنا را جستن
ایں داء عُضال را دوائے بہ ازیں — در حکمت اہل دل نخواہی دیدن
آنانکہ ز راہ ناس بہیمی استند — بالجۂ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از حکمت ایشاں میجو — دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند

مقدمہ

فصل سوم

توحید فی الالوہیت

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ (۲/۱۷)۔

اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو (زمین و آسمان دونوں) کبھی کے برباد ہو گئے ہوتے جیسی جیسی باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اللہ جو عرش (بریں) کا مالک ہے وہ تو (عیبوں اور نقصوں سے) پاک ہے۔

أَمْ لَهُمْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحٰنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ

کیا کوئی اِن کا اور معبود ہے اللہ کے سوا اللہ کی ذات تو شرک سے پاک ہے۔

وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ (۳/۲)

اور تمہارا معبود تو وہی خدائے واحد ہے کوئی معبود نہیں اس کے سوا بڑا مہربان ہے رحم والا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا

اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہی وحی کی کہ ہمارے سوا کوئی اور معبود

فصل ۳

فَاعْبُدُوْنَ ۲/۲۱	نہیں کو تو ہماری ہی عبادت کرو۔
اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۳/۱۳	بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے تو اسی کی عبادت کرو یہی (نجات کی) سیدھی راہ ہے۔
وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا ۵/۳	اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔
وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَدًا ۱۶/۳	اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔
اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۵/۱۵	بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہو گا بخش دے گا

اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ (راہ راست سے بڑی) دور بھٹک گیا۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ	وہ ذات پاک اللہ ہی کی ہے جس نے آسمان پیدا کئے اور زمین اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے پھل پھلہار پیدا کئے تمہاری روزی کے لئے

لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ج وَ
سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ج وَ
سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ج وَ
سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ
وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا
سَاَلْتُمُوْهُ ط وَاِنْ تَعُدُّوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ
كَفَّارٌ (۱۴/۱۳)

اور تمہارے اختیار میں کر دیا
کشتیوں کو تاکہ بہیں دریا میں
اللہ کے حکم سے اور تمہارے اختیار
میں کر دیا ندیوں کو اور شمس قمر کو
تمہارا مسخر کر دیا کہ چکر کھاتے رہیں۔
اور رات دن کو بھی تمہارا مسخر کر دیا
تم کو دیا ہر ایک چیز میں سے جو تم نے
مانگا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے
لگو تو پورا کبھی نہ گن سکو گے ان کو
بے شک انسان بڑا ہی (اپنی جان پر)
ظلم کرنیوالا حد درجہ کا ناشکرا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (۶/۴)

اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً
لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا
وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
یَعْلَمُوْنَ (۹/۲۲)

اور ہم نے تو تجھ کو بھیجا ہے تمام
جہان کے لوگوں کی طرف مومنوں
کو خوشخبری سنانے والا کافروں
کو ڈرانے والا لیکن بہت سے آدمی
تو جانتے ہی نہیں

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا
اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ
شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (۱۲/۲)

اور نہ کبھی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے
معبود کو پکارنا (کیونکہ) اس کے
سوا کوئی اور معبود نہیں اس کی ذات
کے سوا سب چیزیں فنا ہونیوالی

ہیں اسی کو حکومت ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۱۵/۱۸	اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے یہی لوگ دوزخی ہوں گے اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ	اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام بھی کئے عنقریب ان کو (بہشت) کے ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کا پکا وعدہ ہے۔

احادیث نبوی

(۱) من شهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله حرم الله عليه النار (مسلم)	جو کوئی گواہی دے یہ کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں حرام کی اللہ نے اس پر آگ۔
اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة ذا الجلال والاكرام فانى	یا اللہ پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے اے جاننے والے پوشیدہ اور ظاہر کے اے صاحب

اعهد اليك فی هٰذه الحيٰوة
الدنيا واشهدك وكفیٰ بك
شهيدًا انی اشهد انَّ
لا اله الا انت وحدك
لا شريك لك لك الملك
ولك الحمد وانت علیٰ
كل شیءٍ قدير۔ واشهد انّ
محمدًا عبدك ورسولك
واشهد انّ وعدك حق
ولقائك حق والساعة
اٰتية لا ريب فيها
وانك تبعث من فی
القبور وانك ان تكلنی
الیٰ نفسی تكلنی الی ضعف
وعورة وذنب وخطيئة
وانی لا اثق الا برحمتك
فاغفر لی ذنوبی كلها انه
لا يغفر الذنوب الا انت
وتب علی انك انت
التواب الرحيم ط
(احمد طبرانی)

بزرگی اور بخشش کے بے شک فصل ۳

میں عہد کرتا ہوں تیرے ساتھ اس
دنیوی زندگی میں اور گواہ کرتا ہوں
میں تجھ کو اور کافی ہے تو گواہ اس پر کہ
بے شک میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ
نہیں کوئی معبود مگر تو تنہا ہے نہیں
کوئی شریک تیرا تیری ہی ہے بادشاہت
اور تیرے ہی لئے ہے سب تعریف
اور تو ہر چیز پر قادر ہے اور میں گواہی
دیتا ہوں اس کی کہ بے شک محمدؐ
بندے تیرے ہیں اور رسول تیرے
اور گواہی دیتا ہوں میں اس کی کے
بے شک وعدہ تیرا حق ہے اور ملنا
تیرا حق ہے اور قیامت آنے والی
ہے نہیں شک اس میں اور بیشک
تو اٹھا دیگا ان کو قبروں میں سے
تحقیق اگر تو سونپیگا مجکو میرے نفس
کی طرف تو سونپیگا مجکو طرف
ناتوانی اور عیب کے اور قصد گناہ
کے اور چوک کے اور میں تحقیق اعتماد
نہیں کرتا ہوں مگر تیری رحمت

فصل ۳

کے ساتھ پس بخش واسطے میرے سب گناہ میرے تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں اور توبہ قبول کر میری بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

أن تعبد الله كأنك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك. (بخاری ومسلم)

بندگی کر تو اللہ کی گویا کہ دیکھتا ہے اس کو پس اگر نہیں دیکھ سکتا تو اس کو پس تحقیق وہ دیکھتا ہے تجھ کو۔

اللهمّ انت احق من ذكر واحق من عبد وانصر من ابتغى وراءك من ملك واجود من سئل واوسع من اعطى انت الملك لا شريك لك والفرد لا نِدّ لك كل شيءٍ هالك الّا وجهك لن تطاع الّا باذنك ولن تعصى الّا بعلمك تطاع فتشكر وتعصى فتغفر اقرب شهيد وادنى حفيظ حلت دون النّفوس واخذت بالنواصي وكتبت الآثار ونسخت الاعمار۔

یا اللہ تو ہی لائق تر ہے ذکر کئے جانے کے لئے یعنی ذکر تیرا لائق تر ہے ہر مذکور سے اور تو لائق تر ہے عبادت کے لئے اور تو بہت مدد کرنیوالا ہے اس سے کہ مدد چاہی جائے اور تو ہی بہت مہربان ہے اس سے کہ مالک ہے اور تو ہی بہت سخی ہے اس سے کہ مانگا جائے اور تو فراخ تر ہے عطا میں نہیں کوئی شریک تیرا اور تو ایک ہی ہے نہیں کوئی ہمسر تیرا ہر چیز ہلاک ہونیوالی ہے مگر ذات تیری ہرگز نہیں۔ عبادت تیری نہیں کی جاتی مگر تیری ہی توفیق کے ساتھ اور عصیاں واقع نہیں ہوتا

القلوب لك مفضية
والسر عندك علانية
الحلال ما احللت والحرام
ما حرمت والدين ما
شرعت والامر ما
قضيت والخلق خلقك
والعبد عبدك وانت
الله الرؤف الرحيم
اسئلك بنور وجهك
الذي اشرقت به السموات
والارض وبكل حق هو
لك وبحق السائلين
عليك ان تقبلني في
هذه الغداة او في هذه
العشية وان تجيرني
من النار بقدرتك
(طبرانی الکبیر)

مگر تیرے علم کے ساتھ تیری ہی اطاعت
کیجاتی ہے پس تیرا شکر کیا جاتا ہے
نا فرمانی کی جاتی ہے پس بخشتا ہے
تو۔ قریب تر ہے ہر حاضر سے اور
تو نزدیک تر ہے نگہبان سے حائل ہوا
تو نزدیک نفسوں کے اور پکڑے
تو نے بال پیشانیوں کے یعنی سب
تیرے قبضہ قدرت میں ہیں اور
لکھا تو نے عملوں کو اور لکھی تو نے
عمریں اور دل بسبب تیرے تجلیات
کے ہونے کے فراخ ہیں اور پوشیدہ
نزدیک تیرے ظاہر ہے حلال وہ چیز ہے
کہ حلال کی تو نے اور حرام وہ چیز ہے کہ
حرام کی تو نے۔ اور دین وہ چیز ہے کہ
مقرر کیا تو نے اور کام وہ چیز ہے کہ
حکم کیا تو نے یعنی تمام امور کہ دنیا
میں ہوتے ہیں تیرے ہی حکم و
ارادہ سے ہوتے ہیں سب
مخلوق پیدائش تیری اور سب
تیرے بندے ہیں تو ہی اللہ ہے بہت مہربان بخشنے والا مانگتا ہوں
میں تجھ سے ساتھ وسیلہ نور ذات تیری کے کہ روشن ہوگئے بسبب اس
کے آسمان اور زمین اور مانگتا ہوں ساتھ وسیلہ ہر حق کے کہ وہ واسطے
تیرے ہے سب مخلوق پر یعنی اطاعت عبادت وغیرہا اور ساتھ وسیلہ

فصل ۳ حق مانگنے والوں کے تجھ پر ہے یہ کہ معاف کرے تو مجھکو اس دن میں یا اس رات میں یہ کہ امان دے مجھ کو آگ سے ساتھ قدرت اپنی کے۔

لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت ھو علی کل شیءٍ قدیر (ابوداؤد نسائی۔ ابن ماجہ)

نہیں کوئی معبود مگر اللہ وہ تنہا اور اکیلا ہے نہیں کوئی شریک اس کا اس کے لئے سلطنت ہے اور اسی کی تعریف ہے جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے نہیں مرتا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وعن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثنتان موجبتان قال رجل یا رسول اللّٰہ ما الموجبتان قال من مات یشرک باللّٰہ شیئاً دخل النار ومن مات لا یشرک باللّٰہ شیئاً دخل الجنۃ رواہ مسلم

اور روایت ہے جابر رضی اللہ عنہٗ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے، دو چیزیں واجب کرتی ہیں جنت اور نار کو کہا ایک شخص نے اے پیغمبر خدا کے کیا چیزیں واجب کرتی ہیں جنت اور نار کو، فرمایا جو کہ مرا اور شریک کرتا ہو ساتھ اللہ کے کسی کو داخل ہوگا آگ میں، اور جو مرا اور نہ شریک کرتا ہو ساتھ اللہ کے کسی کو داخل ہوگا بہشت میں۔

وعن عثمان قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

اور روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ سے کہ کہا فرمایا

وسلم من مات وھو یعلم انہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ (رواہ مسلم)	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی مرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ داخل ہوگا بہشت میں۔

فصل ۳

فصلِ چہارم

توحید فی الآثار

آیاتِ قرآنی

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ (۷/۱۶)

وہی آسمان اور زمین اور ان چیزوں کا مالک ہے جو اُن کے درمیان میں ہیں پس اسکی عبادت کرو۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یاد رکھو کہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ (۶/۲۵)

جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں (سب) اسی کا ہے سنو جی خدا ہی سب کاموں کا مرجع ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۱۰/۲۶)

آسمان اور زمین اللہ ہی کا ملک ہے۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے۔

فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ (۱/۱۶)	اور زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اور جو کچھ (کرۂ) خاک کے تلے ہے۔
فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (۲۰/۲۵)	پس اللہ ہی کی تعریف ہے (جو) آسمانوں کا مالک ہے اور زمین کا مالک ہے (اور) دنیا جہان کا۔ یعنی ہر چیز کا مالک ہے اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی بڑائی ہے۔
كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ـ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (۱۲/۲۷)	ہر ایک چیز جو روئے زمین پر ہے فنا ہونے والی ہے اور باقی رہے گی ذات تیرے رب کی جو جلال وبزرگی والا ہے۔
وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۹/۴)	اور آسمان وزمین سب کا وارث اللہ ہی ہے۔
وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا (۱۲/۱۵)	اور کہو کہ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو ہے جو نہ تو اولاد رکھتا ہے اور نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس سبب سے کہ کمزور ہے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کی بڑائیاں کرتے رہو۔

فصل ۴

فصل ۲

فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۹/پ ع ۱۹	پس جانو یہ کہ اللہ تمہارا مالک ہے کیسا اچھا مولیٰ اور کیسا اچھا مددگار ہے۔
يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (۱۵/۲۲)	لوگو تم خدا کے محتاج ہو اور اللہ وہی غنی اور خوبیوں والا ہے۔
وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۸/۲۶	اللہ غنی (بے نیاز) ہے اور تم فقیر (اس کے محتاج) ہو۔
وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۱۳/۲۸	اور آسمان اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں۔
لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۳/۲۵	آسمان اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔
فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۴/۲۳	پس پاک ہے (وہ ذات) جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور تم اسی کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے

احادیث نبوی صلعم

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اَنَا شَهِيْدٌ اِنَّكَ اَنْتَ الرَّبُّ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ الخ (مسلم ابوداود)	اے اللہ آپ ہمارے اور ہر چیز کے رب (مالک) ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی ہمارے رب (مالک) وحدہٗ لاشریک ہیں۔

فصل ۴

اَللّٰھُمَّ فاطر السمٰوٰتِ والارض عالم الغیب وَالشھادۃ ربّ کل شی و ملئکہ الخ
(ابوداؤد ترمذی مسلم)

یا اللہ پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے جاننے والے ظاہر و باطن کے اے رب و مالک ہر چیز کے۔

انت الملك لا شریك لك الخ (موطا و طبرانی)

آپ مالک و بادشاہ ہیں نہیں کوئی شریک آپ کا۔

اللھم ربّ کل شی و ملیکہ والٰہ کل شی الخ
(مسلم ابوداؤد و ترمذی)

یا اللہ پروردگار ہر چیز کے اور مالک سب کے اور معبود ہر چیز کے۔

لا الٰہ الا اللّٰہُ وحدہ لا شریك لہٗ لہ الملك ولہ الحمد وھو علیٰ کل شی قدیر الخ (مسلم)

نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ تنہا۔ نہیں کوئی شریک اس کا اور اسی کیلئے بادشاہت (مالکیت) ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللھم لك الحمد انت قیّم السمٰوٰت والارض ومَن فیھن ذالك الحمد انت ملك السمٰوٰات والارض ومن فیھن
(بخاری و مسلم)

یا اللہ تیرے لئے سب تعریف تو ہی قائم رکھنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اور تیرے لئے سب تعریف ہے تو ہی بادشاہ اور مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے۔

فصل ۴

اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک	یا اللہ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں حاضر ہوں نہیں کوئی شریک تیرا حاضر ہوں بے شک تعریف اور نعمت تیرے لئے ہے اور ملک تیرے ہی لئے ہے نہیں کوئی شریک
(بخاری، مسلم وغیرہ)	
سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والجبروت سبحان الحی الذی لا یموت اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک جل وجھک	پاک ہے وہ جو ملک اور ملکوت کا مالک ہے، پاک ہے وہ جو صاحب عزت و قدرت ہے، پاک ہے وہ زندہ جو کبھی نہ مرے، میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تیری رضا کیساتھ تیرے غضب سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے تیرے ساتھ۔ بزرگ ہے ذات تیری۔
(حاکم)	
ربّ اعط نفسی تقویٰھا زکھا انت خیر من زکّٰھا انت ولیّھا و مولٰھا	اے میرے رب میرے نفس کو تقویٰ دے، اور پاک کر اس کو۔ تو بہترین ان میں ہے جو پاک کرتے ہیں نفس کو، تو ہی کارساز اور مالک ہے۔
(امام احمد)	

فصلِ پنجم

توحید فی الافعال

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا (۱۴/۱۶)

تمہارا معبود بس اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کل چیزوں پر علم حاوی ہے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ (۳/۲۴)

اللہ ہی تمام چیزوں کا پیدا کرنیوالا ہے۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ (۱۳/۲۲)

کیا خدا کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہو۔ کوئی معبود نہیں سوا اس کے، پھر کدھر بہکائے جاتے ہو۔

وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (۱۹/۷)

اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (۱/۲۹)

کیا جو پیدا کرے وہی (اپنی مخلوق کے حال سے) ناواقف ہو۔ حالانکہ وہ (بڑا) باریک بیں اور باخبر ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ (۸/۱۳) وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ (۷/۲۳)

اس کے یہاں ہر چیز کا اندازہ مقرر ہے اور اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے اعمال کو یعنی جو کچھ تم کرتے ہو۔

مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا۔ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۵/۱۲)

نہیں ہے کوئی چلنے والا مگر اسی کی چوٹی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ بے شک میرا پروردگار راہ راست پر ہے۔

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ۔ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ۔ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ۔ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (۱۶/۱۱)

اگر خدا تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کا دور کرنیوالا نہیں۔ اگر تجھکو کسی قسم کا فائدہ پہنچانا چاہے تو کوئی اسکے فضل کا روکنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے فائدہ پہنچائے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا۔ هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (۱۳/۱۰)

کہو کہ پہنچے گا ہم کو مگر وہی جو اللہ نے ہمارے واسطے لکھدیا وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو چاہیئے کہ بس اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔

يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (۲۶/۲۹)

وہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ (۹/۱۵)

کہدو ہر ایک شخص اپنی فطرت کے مطابق عمل کرتا ہے۔

فصل ۵

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ ﴿۳﴾

اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی قوت برداشت کے مطابق جس نے جو کیا وہ اس کو ملے گا اور جس نے جو کیا اسکا بدلہ وہی پائیگا۔

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْئَلُوْنَ ﴿$\frac{۲}{۲۷}$﴾

جو کچھ وہ (اللہ) کرتا ہے اس کی بازپرس اس سے نہیں کی جا سکتی اور ہاں لوگوں سے ان کے کئے کی بازپرس ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿$\frac{۱}{۱۱}$﴾

تحقیق اللہ لوگوں پر ذرا ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں۔

وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ﴿$\frac{۱۶}{۱۴}$﴾

(قیامت کے دن شیطان کہے گا) میری کچھ تم پر حکومت تو تھی نہیں۔ بات اتنی تھی کہ میں نے تم کو اپنی طرف بلایا اور تم نے میرا کہنا مان لیا تو اب مجھے الزام نہ دو بلکہ اپنے نفسوں کو الزام دو۔

وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ ؕ

جو کچھ تجھکو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو کچھ برائی پہنچے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَکَفَرُوْا بِاللّٰہِ اُولٰٓئِکَ

اور جو لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کے منکر ہیں تو یہی لوگ

فصل ۵

هُمُ الْخَاسِرُوْنَ (۲/۱۲)

نقصان پانے والے ہیں۔

خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ وَّاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۱/۹)

(یہ کتاب) جو ہم نے تم کو دی ہے مضبوطی کے ساتھ لئے رہو اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کو یاد رکھو عجب نہیں کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی۔ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی (۱۷/۳۰)

بے شک تم لوگوں کی کوشش مختلف (طور کی) ہے جس نے راہ خدا میں دیا اور پرہیزگاری کا شیوہ اختیار کیا اور اچھی بات (دین اسلام) کو سچ سمجھا تو ہم آسانی کی جگہ (یعنی بہشت) اس کے لئے آسان کر دیں گے اور جس نے راہِ خدا میں دینے سے بخل کیا اور (آخرت کی) پروا نہ کی اور عمدہ بات (یعنی دین اسلام) کو جھوٹا جانا تو ہم مشکل کی جگہ (یعنی دوزخ پہنچنا) اس کے لئے آسان کر دیں گے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ؕ وَمَنْ تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِہٖ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ (۱۵/۲۲)

(اے پیغمبر) تم تو بس انہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہو جو بے دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے اور نماز پڑھتے ہیں اور جو شخص سدھرتا ہے تو اپنے ہی لئے سدھرتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

فعل ۵

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۱۹/۲۴)

جس نے نیک کام کیے اپنے واسطے اور جس نے گناہ کیے وہ اسی کے اوپر ہیں اور تیرا پروردگار بندوں پر کسی طرح بھی تو ظلم نہیں کرتا۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (۱۴/۲۹)

یہ ایک یادداشت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی راہ اختیار کرلے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ (۵/۱۲)

اور مجھ کو جو توفیق ہے اللہ ہی کی (طرف سے) ہے۔

وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ (۳۰/۲۹)

اور نہیں ارادہ کرتے تم مگر ارادہ کرتا ہے اللہ۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (۱۵/۱۵)

اور نہ کہو کسی کام کو کہ میں یہ کل کروں گا۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے، اور یاد کرلو اپنے رب کو جب بھول جاؤ۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (۱۳/۲۹)

اور اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو اور (سب سے) ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو، مشرق و مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

فصل ۵

احادیث نبویہ صلعم

قَالَ رَسُولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ان اول ما خلق اللّٰہ القلم فقال لہ اکتب قال ما اکتُب قال اکتب القدر فکتب ما کان وما ھو کاین الی الابد ترمذی

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت میں سے اول قلم کو پیدا کیا۔ پس فرمایا کہ لکھ کہا کیا لکھوں، فرمایا کہ لکھ تقدیر کو پس لکھا کہ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے ابد تک۔

یا ابا ھریرۃ جفّ القلم بما انت لاق بخاری

اے ابی ہریرہ سوکھ گیا قلم اُن چیزوں پر کہ جو تمہیں پیش آنیوالی ہیں۔

جف القلم علیٰ علم اللّٰہ بخاری احمد و ترمذی

اور خشک ہو گیا قلم اللہ کے علم پر

عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلعم کل شیٔ بقدر حتی العجز والکیس مسلم

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر شئے تقدیر میں ہے یہاں تک کہ نادانی و دانائی۔

قال انس ابن مالک رضی اللّٰہ عنہ خدمت رسول اللّٰہ صلعم عشر

کہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے کہ میں نے دس برس تک رسول علیہ السلام کی خدمت

سنین فما قال لی لشئ فعلته لِمَ فعلته ولا شئ لم افعله لِمَ لا فعلته ولا قال فی شئ کان لیته لم یکن ولا فی شئ لم یکن لیته کان وکان اذا خاصمنی مخاصم اهله یقول دعوه لو قضی شئ لکان

کی ہے اگر میں نے کوئی کام کیا تو آپ نے نہیں فرمایا کہ تو نے کیوں کیا، اور اگر نہ کیا تو یہ نہ فرمایا کہ تو نے کیوں نہ کیا اور کوئی چیز ہو گئی تو اس کو یہ نہ فرمایا کہ کاش نہ ہوتی اور اگر نہ ہوئی تو یہ نفرمایا کہ کاش ہوتی اگر آپ کے گھر والوں میں سے کوئی مجھ سے جھگڑتا تو فرماتے کہ اسے چھوڑ دو جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے وہی ہوگا۔

فصل ۵

قاضی عیاض فی الشفاء

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکثر من قول لاحول ولا قوة الا بالله فانها من کنز الجنة ترمذی

کہا ابوہریرہ رضی اللہ نے کہ بہ تحقیق فرمایا ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بہت کہا کرو لاحول ولا قوۃ الا باللہ یعنی نہیں ہے حول اور قوت سوا اللہ تعالیٰ کے یہ خزانہ جنت سے ہے۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہ۔ حول و قوت خدا ہی کی بدولت ہے حول سے مراد حرکت ہے اور قوت سے مراد قدرت ہے پس جو شخص کہ ان امور کا مشاہدہ ان الفاظ سے کریگا اس کو وہ ثواب عظیم جو ان کلمات کے کہنے سے احادیث میں دیا ہے ہوگا ورنہ بڑا تعجب ہوتا ہے کہ اتنا ثواب سب کا سب اتنے الفاظ سے جو زبان پر سہولت سے گزر

فصل ۴

جائیں اور ان کے معانی کا دل میں آسانی سے اعتقاد آجائے کس طرح ملتا ہے۔ اور جب معلوم ہوکہ یہ ثواب اس مشاہدہ کا ہے جو ہم نے توحید کے ذکر میں بیان کیا ہے تو تعجب نہیں رہتا اور نسبت اس کلمہ کی اور اس کے ثواب کی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس کے ثواب کے طرف ایسے ہیں جیسے ایک کلمے کے معنوں کی نسبت دوسرے کلمہ کے معنوں کی طرف یعنی لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ میں صرف دو چیزوں یعنی حول و قوت ہی کو خدا تعالیٰ کے طرف منسوب کیا ہے اور کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ میں سب چیزوں کی نسبت اس کی طرف ہے تو جو فرق کل چیزوں اور دو چیزوں میں ہے وہی فرق ان دونوں کلموں کے ثواب میں بھی ہے، اور جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ توحید متضمن دو پوست اور دو مغز کو ہوتی ہے ویسے ہی یہ کلمہ اور تمام کلمات بھی ان ہی چاروں چیزوں پر متضمن ہے، اور اکثر لوگ صرف دو پوست کے پابند ہیں (اقرار باللسان تصدیق بالقلب) مغزوں کے طرف نہیں جھکتے (ہمہ از وست، ہمہ اوست) جن کی طرف اشارہ اس حدیث شریف میں ہے - مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صَادِقًا مِنْ قَلْبِہٖ مُخْلِصًا وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃَ - احیاء العلوم جلد ۴

حول و قوۃ کا معاملہ ایسا مشکل ہے کہ معتزلہ اور فلاسفہ اور بہت سی جماعتیں جن کو دعوٰی اپنی باریک بینی اور عقل و رائے کا اور بال کی کھال نکالنے کا ہے سب اس میں دنگ ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں بڑی مہلک اور خطرے کی جگہ اور لغزش گاہیں ہیں غافل لوگ اس میں اسی سے تباہ ہوگئے کہ اپنے لئے ایک امر ثابت کیا

حالانکہ یہ توحید میں شرک ہے اور سوائے خدا تعالیٰ کے دوسرے خالق کا ٹھہرانا پس جو شخص اس گھاٹی کو خدا تعالیٰ کی توفیق سے طے کرتا ہے اس کا رتبہ اعلیٰ اور درجہ بلند ہوتا ہے اور وہی کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی تصدیق کرتا ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۴)

فصل ۵

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاحول ولا قوۃ الا باللہ دواءٌ من تسعۃ وتسعین داءً ایسرھا الھم البیہقی

فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ دوا ہے ننانوے بیماریوں کی ادنیٰ ان میں سے غم ہے۔

ان قلوب بنی ادم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمٰن کقلب واحد یصرفہ حیث شاء

(من حدیث عمر)

تمام نبی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں مثل قلب واحد کے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے اس کو پلٹاتا ہے۔

قال (جبریل علیہ السلام) عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فاخبرنی عن الایمان قال ان تومن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر وتؤمن بالقدر

کہا (جبرئیل علیہ السلام) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ کو ایمان سمجھائیے فرمایا حضرت نے یہ کہ ایمان لاوے تو ساتھ اللہ کے اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور آخرت پر اور تقدیر پر

فصل ۲

خیرہ وشرہ قال صدقت — ایمان لاؤ کہ بھلائی و برائی اس کی
مسلم بخاری — طرف سے ہے کہا سچ فرمایا آپ نے

اصبحنا واصبح الملک للہ — صبح کی ہم نے اور صبح کی ملک نے
رب العلمین اللھم انی — واسطے اللہ کے کہ پروردگار ہے
اسئلک خیر ھذا الیوم — سارے جہان کا، یا اللہ تحقیق میں
فتحہ ونصرہ ونورہ و — مانگتا ہوں تجھ سے بھلائی اس
برکتہ وھدٰہ واعوذبک — دن کی اور فتح اور مدد اس کی اور
من شر ما فیہ وشر ما — روشنی اور برکت اس کی اور ہدایت
بعدہ ابوداؤد — اس کی اور پناہ مانگتا ہوں میں
تجھ سے اس کی برائی سے جو اس میں ہے اور اس شر سے جو اس کے بعد ہے۔

اللھم ما اصبح من نعمۃ — یا اللہ جس چیز نے صبح کی ساتھ
اوباحد من خلقک فمنک — میرے کسی نعمت سے یا ساتھ
وحدک لاشریک لک — کسی کے مخلوق تیری سے پس وہ
فلک الحمد ولک الشکر — تیرے ہی طرف سے ہے تو ایک
ابوداؤد ونسائی وابن حبان وغیرہ — ہی ہے (یعنی جو نعمت دین و
دنیا کی حاصل ہوئی ہے مجھ کو
یا کسی اور کو مخلوق سے پس وہ خاص تیری ہی عنایت سے ہے) نہیں
کوئی شریک تیرا پس تیرے ہی لئے تعریف ہے اور تیرے ہی لئے شکر ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ — پاک ہے اللہ اور تسبیح کرتا ہوں
لاقوۃ الا باللہ ما شاء — اس تعریف کے ساتھ نہیں ہے
اللہ کان ومالم یشاء لم — قوت بندے کو حرکت اور سکون کی

یکون اعلم ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئ علما ٥
ابوداؤد نسائی ابن سنی

مگر ساتھ قدرت دینے اللہ کے جو چاہا اللہ نے ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ نے گھیرا ہر چیز کو از روئے جاننے کے یعنی وہ ہر چیز کو جانتا ہے

فصل ٥

یاحی یاقیوم برحمتك استغیث ٥ اصلح لی شانی کله ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین
(نسائی حاکم)

یاحی یا قیوم تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ میرے جملہ حالوں کو درست کر دے ایک چشم زدن کے لئے بھی مجھ کو میرے نفس کے تفویض نہ کر۔

اللّٰھم انی اسئلك الرضا بعد القضاء وبرد العیش بعد الموت ولذۃ النظر الی وجھك وشوقاً الی لقائك فی غیر ضراء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ (حصن حصین)

یا اللہ میں تجھ سے چاہتا ہوں خوشنودی اپنی بعد تقدیر کے یعنی جو مصیبت وبلا کی تقدیر جاری ہو اس پر راضی رہوں اور مرنے کے بعد ٹھنڈک عیش کی اور لذت دیکھنے کی طرف تیری ذات کے اور تجھ سے ملنے کا شوق بغیر حالت سختی میں اور بغیر فتنہ گمراہ کرنے والے کے۔

عن ابن عباس رض قال کنت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یوماً فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ تھا میں پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دن پس فرمایا آپ نے کہ اے لڑکے نگاہ رکھ اللہ کو

فصل ۴

والہ وسلم یا غلام احفظ الله تجده اتجاهك واذا سالت فسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوك بشیٔ لن ینفعوك الا بشیٔ قد کتبه الله لك ولو اجتمعوا ان یضروك بشیٔ لن یضروك الا بشیٔ قد کتبه الله علیك

احمد و ترمذی

تو پاویگا اس کو اپنے روبرو اور جب سوال کرے تو اللہ تعالی سے سوال کر اور جب مدد چاہے تو مدد مانگ اللہ تعالی سے اور جان لے بہ تحقیق تمام لوگ اکٹھا ہوں کچھ نفع پہونچانے پر تیرے تو نہ پہنچا دینگے نفع مگر اتنا ہی جتنا لکھا ہے اللہ تعالی نے تیرے لئے اور اگر اکٹھا ہوں یہ کہ نقصان پہونچاویں تجھ کو کچھ تو ہرگز نقصان نہ پہونچے گا تجھ کو مگر اتنا ہی جتنا کہ لکھدیا ہے اللہ تعالی نے تیرے لئے۔

اقوالِ صدیقین و مقربین رح

(از حجتِ اسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ)

توحیدِ فعل یعنی فاعل کا ایک جاننا بھی سالکوں کے حق میں بڑا مقصدِ عالی ہے۔ جو شخص سب باتوں کو خدائے تعالی ہی کی طرف منسوب کرے وہ ایسا محقق ہے کہ حق اور حقیقت اور مقدار کو جانتا ہے۔ کیونکہ فاعل حقیقت میں ایک ہے اور وہی قابل خوف و رجا ہے اور اسی پر توکل و اعتماد زیبا ہے کہ فاعل سوا خدا تعالی کے اور کوئی نہیں

اور جتنی موجود چیزیں ہیں یعنی خلق اور رزق اور بخشش اور عطا
موت وحیات نفع و ضرر تونگری اور مفلسی وغیرہ جن کا کوئی ایک اسم
ہو سکتا ہے ان کا موجد و مبدء و مخترع اللہ تعالیٰ ہی ہے کوئی اس
کا شریک نہیں جب آدمی پر یہ بات کھل جائے گی تو پھر اور کی طرف
نہ دیکھے گا بلکہ خدائے تعالیٰ ہی سے خائف و متوقع ہوگا اور اسی
پر بھروسہ اور توکل کرے گا اس لئے کہ کرنے والا کاموں کا تو صرف وہی
ہے دوسرا اور کوئی نہیں جو اس کے سوا ہیں وہ سب مسخر ہیں خود
ایک ذرہ بھی آسمانوں اور زمین کے ملکوت میں نہیں ہلا سکتے اور جب
باب مکاشفہ آدمی کے اوپر کھل جاتا ہے تو یہ امر اس کو آنکھ کے
مشاہدہ سے بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

اب جاننا چاہیئے کہ اس توحید سے آدمی کو شیطان ایسی جگہ
میں روک دیتا ہے جہاں اس کو یہ معلوم ہو کہ اس کے دل پر کچھ ملاؤ
شرک کا چل جائے گا اور اس کی دو صورتیں ہیں اول حیوانات کے
اختیار پر التفات کرنے سے دوم جمادات کے التفات سے شرک
ایسے کراتا ہے کہ مثلاً آدمی کھیتی کے نکلنے اور جمنے میں مینہ پر اعتماد
کرے اور پانی کے برسنے کے لئے ابر پر اور ابر کے اکٹھا ہونے کے
واسطے سردی پر اعتماد کرے اور کشتی کے برابر رہنے اور چلنے میں
ہوا پر اعتماد کرے تو یہ سب باتیں توحید کے باب میں شرک ہیں۔
اور حقیقت اُمور سے جہالت کی دلیل ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے کہ "فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ
لَهُ الدِّيْنَ. فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ" (آیت)

فصل ۵

(پھر جب سوار ہوئے کشتی میں پکارنے لگے اللہ کو اسی کے لئے نیت کو خالص کر کے پھر جب بچا لایا اُن کو زمین کی طرف اسی وقت لگے شرک کرنے) اس کے معنی بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ کشتی کے سوار کہنے لگتے ہیں کہ اگر ہوا اچھی نہ ہوتی تو ہم نہ پہنچتے اور جس شخص کو حال عالم کا واقعی معلوم ہو گیا ہے وہ جانتا ہے کہ ہوا، موافق بھی ایک ہوا ہے اور ہوا اپنے آپ سے نہیں چلتی جب تک اس کا کوئی حرکت دینے والا نہ ہو اسی طرح اس کے محرک کو ایک اور محرک چاہیئے یہاں تک سلسلہ محرک اول پر پہونچے کہ اس کا کوئی محرک نہیں اور نہ وہ بذات خود متحرک ہے پس نجات کے باب میں بندہ کا التفات ہوا کی طرف ایسا ہے جیسا کوئی شخص گردن زدنی کے لئے پکڑا جائے اور بادشاہ اس کی رہائی اور عفوِ قصور کا حکم لکھ دے تو یہ شخص دوات و کاغذ اور قلم کو جن سے کہ حکم لکھا گیا ہے یاد کرے اور کہے کہ اگر قلم نہ ہوتا تو میں نہ بچتا اور اپنی نجات قلم سے سمجھے جس نے قلم کو ہلایا اس سے نہ سمجھے تو یہ نہایت جہالت ہے، اور جو شخص جانتے کہ قلم کچھ حکم نہیں دے سکتا بلکہ وہ کاتب کے ہاتھ میں مسخر ہوتا ہے تو وہ قلم کی طرف التفات نہیں کریگا۔ اور سوا کاتب کے اور کا شکر گزار نہ ہوگا بلکہ بعض اوقات نجات کی خوشی اور بادشاہ کے شکر میں دل پر قلم اور سیاہی وغیرہ کا خطرہ بھی نہیں ہوگا پس آفتاب اور چاند اور ستارے اور مینہ اور ابر اور زمین اور ہر ایک حیوان اور پتھر وغیرہ سب خدائے تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں اس طرح مسخر ہیں جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم بلکہ یہ مثل بھی صرف سمجھانے کے واسطے لکھدی گئی کہ لوگ یہی اعتقاد رکھتے

ہیں کہ دستخط بادشاہ کیا کرتے ہیں اور واقع میں کاتب خدائے تعالیٰ ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی" (اور تو نے نہیں پھینکی مشت خاک جس وقت پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی) پس جب آدمی پر یہ بات کھل جاتی ہے کہ تمام چیزیں آسمان و زمین کی اسی طرح مسخر ہیں تو شیطان اس سے ناامید پھرتا ہے کہ اب اس کی توحید میں یہ شرک جمادات کا تو نہیں ملا سکتا مگر دوسری صورت سے پیش آتا ہے یعنی التفات حیوانات کے اختیار کا اپنے افعال اختیاری میں دل میں ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ تو سب باتوں کو اللہ کی طرف سے کیسے اعتقاد کرتا ہے دیکھ فلاں شخص تجھ کو اپنے اختیار سے رزق دیتا ہے اگر چاہے دے اور چاہے بند کر دے اور بادشاہ کو اختیار ہے کہ چاہے تیری گردن تلوار سے اُڑا دے چاہے معاف کر دے تو خوف بادشاہ ہی سے چاہیئے اور اسی سے توقع رکھنی چاہیئے کیونکہ تو اسی کے قابو میں ہے اور یہ بات تو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر قلم کو تو کاتب نہیں جانتا اس جہل سے کہ وہ کاتب کے ہاتھ میں مسخر ہے تو کاتب تو اس سے باختیار خود لکھتا ہے اس کو کاتب کیوں نہیں جانتا اس خطرہ میں اکثر لوگوں کے قدم لغزش کھا جاتے ہیں۔ بجز اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے جن پر شیطان مردود کو قابو نہیں وہ لوگ البتہ چشم بصیرت سے کاتب کو بھی مسخر اور مضطر دیکھتے ہیں جیسے ضعفا قلم کو مسخر دیکھتے ہیں اور ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ ضعفا نے اس باب میں ایسی غلطی کی جیسے کہ

فصل ۵

فصل ۵

چیونٹی مثلاً کاغذ پر پھرتی ہو اور دیکھے کہ قلم کی نوک کاغذ کو سیاہ کر رہی ہے اور اس کی بینائی ہاتھ اور انگلیوں پر نہ پہونچتی ہو۔ چہ جائیکہ کاتب کو دیکھے تو غلطی سے یہی جانیگی کہ کاغذ کی سفیدی کو قلم ہی سیاہ کرتا ہے اور اس کی غلطی کی وجہ یہی ہے کہ اس کی بینائی قلم کی نوک سے اوپر نہیں جا سکتی اس واسطے کہ اس کی آنکھ کا حدقہ بہت تنگ ہے پس اسی طرح جس شخص کا سینہ اسلام کیلئے خدا تعالیٰ کے نور سے نہیں کھلا اس کی بصیرت آسمان اور زمین کے جبار کے دیکھنے سے قاصر ہے وہ نہیں دیکھ سکتا کہ وہ واحد اور یکتا سب کے اوپر غالب ہے اس لئے کاتب ہی پر انتہا، راہ میں ٹھہر گیا اور یہ صرف جہالت ہے اور ارباب قلوب و مشاہدات کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے لئے آسمان اور زمین کے ہر ذرہ کو اپنی قدرت کاملہ سے گویا کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ ان ذرات کی تقدیس اور تسبیح خدائے تعالیٰ کیلئے سنتے ہیں اور اُن کے گوشِ حق نیوش میں آواز ان اشیاء کے اقرار کی اپنی عاجزی پر بدوں کسی حرف اور صوت کے سنائی دیتی ہے جن کے کان ہی نہیں وہ اس کو البتہ نہیں سنتے ؎

برگِ درختاں سبز در نظرِ ہوشیار ٭ ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

ایک شخص سالکِ نورِ الٰہی نے جو مشعلِ راہ رکھتا تھا کاغذ کو دیکھا کہ اس کا رخ سیاہی سے کالا ہو گیا ہے اس نے پوچھا کہ تیرا منہ تو سفید گالا تھا اب تو نے کالا کیوں کیا۔ اس کی کیا وجہ ہے کاغذ نے جواب دیا کہ یہ کیا انصاف ہے کہ یہ بات مجھ سے پوچھتا ہے میں نے اپنے آپ تو کالا نہیں کیا روشنائی سے پوچھ کہ وہ دوات میں جہاں اس کا

فصل ۹

ٹھکانا اور وطن تھا بیٹھی تھی وہاں سے نکلی اور میرے صفحۂ رخ پر
زبردستی تاخت کی۔ اس نے کہا کہ تو سچا ہے پھر روشنائی سے پوچھا
کہ کیا سبب ہے کہ جو تو نے کاغذ کا منہ سیاہ کیا۔ اس نے کہا کہ بھلا مجھ
سے پوچھتے ہو میں تو دوات میں چپ چاپ بیٹھی تھی میرا قصد نہ تھا کہ
اس جگہ سے نکلوں مگر قلم نے اپنی طمعِ فاسد سے مجھ پر زیادتی کی اور
مجھ کو وطن سے بے وطن کر دیا اور میری جماعت کو تتر بتر کر ڈالا سارے
صفحہ پر تم کو متفرق معلوم ہی ہوتی ہوں عیاں راچہ بیاں۔ تو اس
کی وجہ قلم سے پوچھنی چاہیئے مجھ سے کیا علاقہ۔ اس نے کہا کہ تو درست
کہتی ہے پھر قلم سے وجہ اس کی ظلم و زیادتی کی روشنائی پر پوچھی۔ اس نے
کہا کہ یہ امر مجھ سے پوچھتے ہو میں تو ایک سینٹھا تھا کہ نہروں کے کنارے
ہرے ہرے درختوں میں کھڑا تھا ہاتھ چھری لے کر پہنچا اور مجھ کو جڑ
سے اکھاڑ کر میرا پوست اُتارا اور کپڑے پھاڑے اور پوریاں جدا کیں
پھر تراشا اور سر چیرا اور قط لگایا پھر سیاہی میں ڈبویا اب مجھ سے
خدمت لیتا ہے اور مجھ کو سر کے بل چلاتا ہے تو مجھ سے پوچھ کر کیوں
زخم پر نمک چھڑکتا ہے الگ رہ اور ہاتھ سے پوچھ کہ جس نے مجھے
دبا رکھا ہے۔ اس نے کہا کہ تیرا قول درست ہے۔ ہاتھ سے پوچھا کہ
تو نے قلم پر کیوں ظلم کیا ہے اس سے خدمت کیوں لیتا ہے ہاتھ نے
کہا کہ میاں صاحب میں تو گوشت اور ہڈی اور خون ہوں تم نے کہیں دیکھا
ہے کہ گوشت ظلم کرتا ہو یا کوئی جسم اپنے آپ حرکت کرتا ہو میں تو
ایک سواری ہوں مجھ پر ایک سوار قدرت نام سوار رہتا ہے مجھے
وہی پھراتا اور دوڑاتا ہے تمام زمین پر لئے پھرتا ہے دیکھو درخت

اور پتھر کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا اور نہ اپنے آپ حرکت کرے
کیونکہ اُن پر بزور دست سوار نہیں مردوں کے ہاتھ میں اور مجھ میں
صورت و شکل میں کچھ فرق نہیں وہ کیوں قلم نہیں پکڑتے غرض کہ مجھ
سے اور قلم سے کچھ واسطہ نہیں یہ سوال قدرت سے کرنا چاہیئے میرا
کچھ قصور نہیں میں صرف سواری ہوں سوار ہی مجھے ہلاتا ہے اس نے
کہا بجا ہے۔ پھر قدرت سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تو ہاتھ سے خدمت لیتی
ہے اور اسے اِدھر اُدھر پھراتی ہے اس نے کہا کہ تم مجھے عتاب اور
ملامت مت کرو بہت ایسا ہوتا ہے کہ ملامت گر پر خود ملامت
عاید ہوتی ہے اور جس کو ملامت کرتے ہیں اس کا قصور نہیں نکلتا
تم کو میرا حال کیا معلوم نہیں کیسے جانا کہ میں نے ہاتھ پر سوار ہوتے سے
زیادتی کی میں تو اس پر چڑھنے سے پہلے بھی سوار تھی جب مجھے اس کے ہلانے
سے کیا مطلب تھا میں تو چپ چاپ سوتی تھی اور ایسے خواب و
خرگوش میں تھی کہ لوگ یہ جانتے کہ مردہ ہے یا معدوم ہے یعنی نہ خود متحرک
تھی نہ دوسرے کو حرکت دیتی تھی یہاں تک کہ ایک موکل آیا اور اس نے
مجھ کو ہلایا اور زبردستی مجھ سے یہ کام لیا جس پر تم ملامت کرتے ہو مجھ کو
طاقت اس کی موافقت کی تھی نہ تاب مخالفت اس موکل کا نام ارادہ
ہے میں اس کو نام ہی سے جانتی ہوں یا اسی سے پہچانتی ہوں کہ ایک
بارگی اس نے چڑھائی کر کے مجھ کو گہری نیند سے جگا دیا اور زبردستی مجھ
سے وہ کام لیا اگر میری تجویز تنہا کوئی پوچھتا تو مجھ کو گنجائش تھی کہ
میں کچھ بھی نہ کرتی اس نے کہا کہ درست ہے پھر ارادہ سے پوچھا کہ تجھ کو
کیا ہوا تھا کہ قدرت پر جو چپ چاپ اطمینان سے سو رہی تھی جا پڑا۔

فصل ۴

اور اس کو حرکت دینے میں لگا دیا اور ایسی زبردستی کی کہ اس کو تابِ
مخالفت نہ ہوئی اور بدوں تیری اطاعت کے کوئی گریز اور مفر
نظر نہ آیا اور ارادہ نے کہا کہ جلدی مت کرو شاید تمہارے عتاب کا
عذر میرے پاس موجود ہے یعنی میں اپنے آپ نہیں اٹھا بلکہ مجھ کو ایک
زبردست حکم نے اٹھایا اور بھیجا میں اس کے آنے سے پیشتر ٹھہرا ہوا تھا
مگر بارگاہِ حضرتِ دل سے علم کا قاصد عقل کی زبانی میرے پاس آیا
اور یہ پیام سنایا کہ قدرت کو اٹھاوے میں نے بمجبوری قدرت کو حرکت
دی اس لئے کہ میں بے چارہ تابع علم و عقل کا ہوں مجھے خبر نہیں کہ
مجھ کو اُن کی خدمت گزاری کا کیوں حکم ہے اور کس لئے میں اُن کی اطاعت
کے لئے مجبور ہوں اتنا جانتا ہوں کہ جب تک یہ ایلچی نہیں آتا تب
تک چین چان سے رہتا ہوں یہی میرا حاکم ہے خواہ عادل ہے یا ظالم
ہے اسی کیلئے میں مستعد ہوں اور اسی کی اطاعت مجھ پر واجب و
لازم ہے بلکہ جب یہ حکم قطعی کر دیتا ہے تو مجھ کو تاب مخالفت نہیں۔
اپنی جان کی قسم ہے کہ جب تک وہ خود اپنے جی میں متردد و حکم میں متحیر رہتا ہے
تو میں چپکا رہتا ہوں مگر چوکنا اور حکم کا منتظر رہتا ہوں اور جب حکم
اس کا یقینی ہوتا ہے تو اپنی سرشت کی رو سے میں اس کی اطاعت
اور فرماں برداری کیلئے مضطر ہو جاتا ہوں اور قدرت کو تعمیلِ
مقتضائے حکم کیلئے اٹھا دیتا ہوں اب تم اپنا سوال اور عتاب مجھ سے
الگ رکھو علم سے میرا حال پوچھو بقول شخصے کہ مردہ بدست زندہ۔
حکم حاکم مرگِ مفاجات محکوم کو بجز اطاعت کیا چارہ ہے سالک
نے کہا سچ ہے۔

فصل ۹

پھر علم و عقل اور دل سے جاکر مطالبہ اور عتاب کیا کہ تم نے ارادہ کو اپنا تابع قدرت کے اٹھانے کیلئے کیوں کیا اور اس سے خدمت کیوں لی۔ عقل نے تو جواب دیا کہ میں تو ایک چراغ ہوں خود روشن نہیں ہوا کسی اور نے روشن کیا ہے اور دل نے کہا کہ میں ایک تختی ہوں خود نہیں پھیلی کسی نے پھیلایا ہے اور علم نے کہا کہ میں ایک نقش ہوں جو تختی دل کی سفیدی پر چراغِ عقل کے روشن ہونے کے بعد منقوش ہو جاتا ہوں اور میں خود منقوش نہیں ہوا بہت دنوں یہ تختی مجھ سے پیشتر خالی ہی تھی۔ پس جس قلم نے کہ مجھکو نقش کیا اس سے پوچھو کیونکہ نقش بدون قلم کے نہیں۔ اس وقت سائل عاجز ہو کر جواب پر قانع نہوا اور کہنے لگا کہ اس راہ میں میں بہت پھرا اور بہت سی منزلیں طے کیں اور جس سے مجھے توقع ہوئی کہ یہ تبلا دیگا وہ دوسرے ہی پر حوالہ کرتا گیا مگر پھرنے کی کثرت سے میں خوش ہی ہوتا تھا اس لئے کہ ہر کوئی ایک جواب معقول دل پسند تو دیتا تھا اور دفعِ سوال میں ایک عذرِ ظاہر بیان کرتا تھا مگر تو جو کہتا ہے کہ میں خط اور نقش ہوں مجھ کو قلم نے لکھا ہے یہ بات میں نہیں سمجھتا اس لئے کہ میں صرف قلم نے وغیرہ کا جانتا ہوں اور تختی بھی لوہے لکڑی کی دیکھی ہے اور نقش سیاہی و سرخی وغیرہ معلوم ہے چراغ آگ سے روشن دیکھا ہے مگر اب جو ذکر تختی اور چراغ اور خط اور قلم کا ہے ان میں سے کوئی چیز نہیں دیکھی عجیب بات ہے کہ گھور سنتا ہوں اور چکی نہیں دیکھتا علم نے کہا کہ تم جو کہتے ہو ٹھیک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے پاس مایہ اور زاد کم ہے اور سواری کمزور اور جس راہ کے طے کرنے کا قصد رکھتے ہو اس میں مہلکے اور مخاوف بہت ہیں بہتر یہ ہے کہ اب اس خیال سے درگزرو اور اپنی

راہ لو۔ تم مرد اس میدان کے نہیں ہو جس کا کام اسی کو ساجھے اور اگر تم مقصد
کی راہ پوری ہی کرنی چاہتے ہو تو لو کان لگاؤ اور سنو کہ تمہارے اس راستہ
کے عالم تین ہیں اول عالم ملک و شہادت ہے جس میں کی چیزیں کاغذ اور
قلم اور روشنائی اور ہاتھ وغیرہ تھے ان سے تم بتدریج بڑھ آئے دوسرا
عالم ملکوت ہے وہ میرے بعد ہے جب تم مجھ سے آگے چلوگے تو اس عالم
کی منزلوں میں جا پہونچوگے اس عالم میں جنگل وسیع اور بڑے بڑے دریا
اور اونچے اونچے پہاڑ ہیں مجھے نہیں معلوم کہ تم ان میں کیسے بچوگے۔ اور
تیسرا عالم جبروت ہے۔ وہ ملک اور ملکوت کے درمیان میں ہے اسی
میں سے تم تین منزلیں طے کرچکے ہو اس لئے کہ اس کے شروع میں منزلِ
قدرت اور ارادہ اور علم ہے اور یہ عالم ملک اور ملکوت میں واسطہ
ہے یعنی عالم ملک کا راستہ بہ نسبت اس کے سہل ہے اور عالمِ ملکوت کا
راستہ اس کی نسبت نہایت سخت اور دشوار گزار ہے اس عالم کو ان
دونوں عالم کے درمیان ایسا جاننا چاہیئے جیسے کشتی کی چال زمین اور
پانی کے درمیان ہے۔ یعنی نہ تو وہ مضطرب پانی کی طرح ہوتی ہے نہ ساکن
زمین کی طرح۔ اور جو شخص زمین پر چلتا ہے وہ عالم ملک اور شہادت
میں چلتا ہے۔ پس اگر اس کی قوت زیادہ ہو اور کشتی پر سوار ہوسکے تو
ایسا ہوگا کہ گویا عالم جبروت میں سیر کرتا ہے اور اگر اس سے بھی
زیادہ قوی ہو اور پانی پر بے کشتی چلنے لگے تو بلا تردد عالمِ ملکوت میں
سیر کرے گا۔ پس اگر تم پانی پر بدوں کشتی نہیں چل سکتے تو پھر جاؤ کہ
زمین سے تجاوز کرچکے کشتی کو پیچھے چھوڑا اب تو تیرا پانی ہی رہ گیا ہے
اور آغاز عالم ملکوت کا یہ ہے کہ جس قلم سے کہ دل کی تختی پر علم لکھا جاتا ہے

وہ نظر پڑے اور جس یقین سے کہ پانی پر چل سکتے ہیں وہ حاصل ہو جائے۔ تم نے یہ حدیث آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حال میں نہیں سنی کہ جب آپ کے سامنے مذکور ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ "لو ازداد یقینا لمشی علی الھواء" یعنی اگر انکو یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے۔ سالک نے کہا کہ میں اپنے معاملہ میں حیران ہوں اور تو نے جو رستہ کا خوف بتایا اس سے میرا دل بھر آتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ جو جنگل تو نے بتائے ہیں مجھ میں طاقت اُن کے قطع کی ہے یا نہیں۔ اس کی کچھ پہچان بھی ہے علم نے کہا کہ علامت کیوں نہیں یہ علامت ہے کہ تم اپنی آنکھ خوب نظر باندھ کر میری طرف کھولو اگر تم کو وہ قلم جس سے میں دل پر منقوش ہوتا ہوں نظر آئے تو ایسا لگتا ہے کہ تم اس راہ کے اہل ہو گے کیونکہ جو شخص عالم جبروت سے بڑھ کر ملکوت کے دروازے پر دستک دیتا ہے اس کو وہ قلم سوجھنے لگتا ہے دیکھو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے نبوت میں وہ قلم معلوم ہوا تھا جب کہ یہ آیت اتری "اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" (آیت) (پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے آدمی کو وہ علم سکھایا جو نہ جانتا تھا) سالک نے کہا کہ میں نے اپنی آنکھ کھولی اور خوب تاکا مگر مجھ کو تو نہ قلم نظر آتا ہے نہ لکڑی اور میں نے تو قلم ان ہی چیزوں کے دیکھے ہیں علم نے کہا کہ تم کیسی بات کہتے ہو تم نے نہیں سنا کہ گھر کا سامان مثل مالک مکان کے ہوا کرتا ہے تمہیں معلوم نہیں کہ اس کی ذات کسی ذات سے مشابہ نہیں نہ اس کا ہاتھ اور ہاتھوں کے مانند،

فصل ۵

قلم اس کا اور نہ قلموں کی صورت، نہ اس کا خط اور خطوں کی طرح نہ
اس کا کلام اور کلاموں کے موافق، یہ امورِ الٰہی ہیں اور عالمِ ملکوت میں
سے ہیں جس طرح کہ اور اجسام مکان میں ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کی ذات
نہ تو جسم ہے اور نہ کسی مکان میں اور نہ اس کا ہاتھ مرکب گوشت و
ہڈی وخون سے ہے جیسے اور ہاتھ ہوتے ہیں نہ قلم اس کا نے کا نہ
تختی لکڑی کی نہ کلام حروف اور آواز کا نہ کتابت نقش ونگار کی
نہ روشنائی پھٹکری مازو وغیرہ کی پس اگر تم کو یہ باتیں ایسی نہیں
سوجھتیں تو ہماری دانست میں تم مخنث ہو یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ
کو منزہ اور پاک سمجھتے ہیں تو مرد ہیں اور جو اس کو تشبیہ
اجسام سے دیتے ہیں وہ مونث ہیں اور تم ان دونوں کے درمیان مخنث
ہو نہ ادھر ہو نہ اُدھر ہو بتاؤ تو خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کو
اجسام سے کیسے منزہ کیا اور اس کے کلام کو معانی اور حروف کو آوازوں
سے کس طرح پاک سمجھا کہ اب اس کے ہاتھ اور قلم اور تختی اور کتابت
پر توقف کرتے ہو اور اُن کو نہیں سمجھتے ہو پس اگر ارشاد آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ کے یہ
معنی سمجھے ہو کہ جیسی صورت ظاہری حضرت آدم علیہ السلام کی
آنکھ سے محسوس ہوتی تھی خدائے تعالیٰ اسی صورت کا ہے تو تمہارے
صاحب تشبیہ ہونے میں کیا شبہ ہے، جیسے کہتے ہیں کہ صرف یہودی
ہو جاؤ ورنہ توریت سے مت کھیلو یعنی توریت سے کھیلنا دلالت
خالص یہودی ہونے کی ہے۔ اسی طرح سے جو شخص خدائے تعالیٰ
کو اجسام ظاہری جیسا جانے وہ بھی نرا صاحب تشبیہ ہے اور اگر

فصل ۵

تم اس حدیث سے صورت باطنی جو چشم باطن سے معلوم ہوتی ہے نہ چشم ظاہر سے سمجھے ہو تو بے شک تم خدائے تعالیٰ کو پاک سمجھتے ہو نری تنزیہ کما دریائی کے میدان کے مرد ہو۔ اب منزل طے کرو کہ تم طویٰ کی وادی مقدس میں ہو اور سر قلبی سے سنو کہ کیا حکم ہوتا ہے شاید اس بات سے تم کو تجلی پر راہ ملے اور کیا عجب ہے کہ حجب عرش سے تم کو بھی وہی آواز پہونچے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہونچی تھی کہ انی انا ربك فاخلع نعليك "۔ جب سالک نے علم کی تقریر سنی اپنے قصور سے واقف ہوا اور معلوم کیا کہ واقع میں میں تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان میں مخنث ہوں اور اس کا دل نفس کو عین نقصان میں دیکھکر مارے غصہ کے جل گیا اور چونکہ اس کے دل کا تیل ایسا تھا کہ بدوں آگ لگے ہی قریب جلنے کے تھا جب علم کی اشتعالک اس کو پہونچی وہ تیل روغن ہو گیا اور نور علی نور بن گیا علم نے اس سے کہا کہ لو اب مواقع غنیمت جانو اور اپنی آنکھ کھولو شاید تجلی کی راہ ملے سالک نے آنکھ جو کھولی تو اس کو وہ قلم الٰہی معلوم ہونے لگا دیکھا تو جیسا علم نے بتایا تھا ویسا ہی ہے کہ وہ نے کا ہے نہ لکڑی کا نہ اس کے نوک ہے نہ منہ، وہ سب آدمیوں کے دلوں پر طرح طرح کے علوم لکھتا ہے اور اس کی ایک نوک ہر ایک دل پر ہے حالانکہ اس کے کوئی نوک نہیں، سالک کو اس سے بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ علم عجب رفیق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو میری طرف سے جزائے خیر دے کہ جو کچھ اوصاف اس نے قلم کے بتائے تھے وہ سب مجھے ظاہر ہو گئے واقع میں یہ قلم اور قلموں کی طرح کا نہیں پھر سالک عیسیٰ سا شکر گزار ہو کر رخصت ہوا اور کہا کہ میں تیرے

پاس بہت ٹھہرا اور بہت کچھ پوچھا اب میرا قصد ہے کہ قلم کی خدمت میں جاکر اس کا حال دریافت کروں غرض وہاں سے چل کر قلم سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے کہ تو ہمیشہ لوگوں کے دلوں پر ایسے علم لکھتا ہے جن سے ارادہ جاکر قدرت کو اٹھا دیتا ہے اور اقوال اختیاری سرزد ہونے لگتے ہیں قلم نے کہا کہ تم نے عالم ملک و شہادت میں جو کچھ دیکھا تھا اور وہاں کے قلم کا جواب سنا تھا وہ تم بھول گئے یعنی جب تم نے اس قلم سے پوچھا تھا تو اس نے ہاتھ حوالہ کر دیا تھا اس نے کہا کہ میں بھولا نہیں قلم نے کہا کہ تو وہی جواب میرا ہے جو اس قلم کا تھا اس نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے تو تو اس کی صورت کا نہیں قلم نے کہا تم نے نہیں سنا کہ ان اللہ خلق ادم علی صورتہ سالک نے کہا کہ میں نے سنا ہے قلم نے کہا کہ میرا حال بادشاہ کے دہنے ہاتھ سے پوچھو کہ میں اسی کے قبضہ میں رہتا ہوں وہی مجھ کو پھیرتا ہے میں اس کے قابو میں مسخر ہوں یعنی قلم الٰہی اور قلم آدمی میں مسخر ہونے کی رو سے کچھ فرق نہیں اگر فرق ہے تو ظاہر صورت کا ہے سالک نے پوچھا کہ بادشاہ کا دہنا ہاتھ کیا ہے قلم نے کہا کہ جس کا مذکور ہم نے اس آیت میں سنا ہے "والسمٰوات مطویات بیمینہ" (آسمان لپٹے ہیں اس کے دہنے ہاتھ میں) میں اس کے دہنے ہاتھ کے قبضہ میں ہوں وہ جس طرح چاہتا ہے اُن کو پھیرتا ہے سالک قلم کے پاس سے یمین کے پاس گیا اور اس میں قلم سے بھی زیادہ عجائب دیکھے جن میں سے کسی کا وصف بیان نہیں ہو سکتا بلکہ ہزار ہا دفتر میں اس کی شرح اور وصف کا دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جا سکتا خلاصہ یہ کہ وہ یمین یعنی دہنا ہاتھ ہے اور نہ دہنوں کی طرح اور بازو ہے

فصل ۵

نہ اور بازؤں کی طرح کا اور انگلیاں ہیں نہ اور انگلیوں کے موافق۔ اس ہاتھ میں قلم کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر معلوم کیا کہ قلم کا عذر درست ہے تب جیتے ہاتھ سے اس کا حال پوچھا کہ قلم کو حرکت کیوں دیتے ہو اس نے جواب دیا میرا وہی جواب ہے جو عالم شہادت کے ہاتھ نے دیا تھا یعنی حوالہ قدرت پر کیا کیوں کہ ہاتھ کو خود بہ خود حرکت نہیں۔ اس کی محرک قدرت ہوتی ہے۔ سالک قدرت کے عالم کو گیا اور وہاں ایسے عجائبات دیکھے جن کے سامنے پیشتر کے عجائبات گرد تھے۔ قدرت سے حال حرکت یمین کا پوچھا اس نے جواب دیا کہ میں صرف صفت ہوں قادر سے پوچھ کہ اس کا بتانا موصوف کا کام ہے نہ صفت کا۔ اور اس وقت قریب تھا کہ سالک کو لغزش ہو جاتی اور زبانِ سوال کشادہ کر بیٹھا مگر اسکو استقلال مرحمت ہوا۔ اور سرادقات عظمت قادر مطلق سے آواز آئی کہ " لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ " (اس سے پوچھا نہ جاوے جو کچھ وہ کرے اور اُن سے پوچھا جاوے گا) اس امر کو سُن کر سالک پر ہیبت چھا گئی اور پچھاڑ کھا کر بے ہوش ہو گیا اور اسی بے ہوشی میں دیر تک تڑپتا تھا جب ہوش آیا تو کہا کہ الٰہی تو پاک ہے تیری شان کیا بڑی ہے میں نے تیرے سامنے توبہ کی اور تجھ پر بھروسہ کیا اور اس بات پر ایمان لایا کہ تو بادشاہ، جبار و قہار یکتا کردگار ہے، میں تیرے سوا کسی سے نہ ڈروں گا نہ دوسرے سے توقع کروں گا اور پناہ نہ مانگوں گا مگر تیرے عفو کی تیرے عذاب سے اور تیری رضا کی تیرے غصے سے، اور مجھے اب کچھ کام نہیں بجز اس کے کہ تیرے سامنے گڑگڑا کر سوال کروں۔ اور منت و سماجت سے میں کہوں کہ میرا راستہ کھولدے تاکہ میں تجھ کو پہچان لوں اور میری زبان کی گرہ دور کر دے تاکہ تیری تعریف کروں حجاب کی آڑ سے خطاب ہوا۔۔۔۔

کہ خبردار ثنا کی طمع مت کر۔ اور سرورِ کائنات فخرِ انبیاء سے آگے بڑھ کر قدم مت دھر۔ انہیں کے پاس جا جو تجھ کو وہ دیں وہ لے اور جس چیز سے روکیں اس سے باز رہ اور جو کچھ انھوں نے کہا دیکھ زبان پر لا دیکھ انھوں نے اس درگاہ میں اس قول کے سوا کچھ نہیں کہا۔ سبحانك لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علٰی نفسك (پاک ہے تو میں نہیں پوری کر سکتا تیری تعریف تو ایسا ہے جیسا تو خود کرے اپنے نفس کی تعریف) سالک نے عرض کیا کہ الٰہی اگر زبان کو یارا تیری ثناء کا نہیں تو یہی معلوم ہو جاوے کہ دل کو بھی تیری معرفت کی توقع ہو سکتی ہے یا نہیں تو آواز آئی کہ کیا صدیقوں کی گردن پر سے کودا چاہتا ہے۔ خبردار اور ہوش سنبھال صدیق اکبرؓ کا حال دیکھ اور ان کی پیروی کر اس لئے کہ سید الانبیاء کے اصحاب ستاروں کے مثل ہیں جن کی اقتدا کرے گا راستہ ملے گا۔ صدیق اکبرؓ کہتے ہیں "العجز عن درك الادراك ادراك" ادراک کے دریافت کرنے سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہماری درگاہ سے تیرا بہرہ اسی قدر بہت ہے کہ تو یہ جان لے کہ میں اس دربار سے محروم ہوں اور جمال اور جلال کے ملاحظہ سے عاجز ہوں کیوں ؎

کہ خاصاں دریں رہ فرس راندہ اند ‏ ‏ ‏ ‏ بلا احصی از تگ فرو ماندہ اند

اس کے بعد سالک پھرا اور اپنے سوال اور عتاب کا عذر یمین اور قلم اور ارادہ اور قدرت اور بعد کی چیزوں سے کیا۔ اور کہا کہ مجھ کو معذور رکھو اس لئے کہ میں اجنبی تھا اور ان ملکوں میں نیا آیا تھا اور جو شخص اجنبی چلا آتا ہے اس کو وحشت ہوتی ہی ہے میرا انکار تم پر

فصل ۵

صرف قصور وجہالت سے تھا اب مجھکو تمہارا عذر معلوم ہو گیا اور ظاہر ہوا کہ ملک اور ملکوت اور عزت وجبروت میں یگانہ ذات اور حکم کی رو سے وہ خدائے واحد و قہار ہے تم لوگ اس کے قبضۂ قدرت میں مسخر و متحرک ہو وہی اول ہے اور وہی آخر وہی ظاہر ہے اور وہی باطن۔

پس توحید فعلی سالکین کی اس طرح تھی یعنی جن لوگوں پر کھل گیا تھا کہ فاعل ایک ہی ہے ان کا طریق توحید اس طرح تھا۔ خلق اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ کے جاری ہونے کی جگہ اور اس کے افعال کا محل ہے گو خلق خود بھی اُس کے افعال ہی میں سے ہے لیکن خدائے تعالیٰ کا بعض فعل بعض کا محل ہوتا ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں لفظ اِعمَلُوا ہر چند زبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلا مگر افعالِ الٰہی میں سے وہ بھی ایک فعل ہے اور اس بات کا سبب ہے کہ خلق کو معلوم ہو جائے کہ عمل کرنا مفید ہے اب لوگوں کا جاننا بھی ایک خدا کا فعل ہے اور وہ بھی ایک اور بات کا سبب ہے یعنی علم ہی کے باعث ارادہ پختہ حرکت و طاعت کا پیدا ہوتا ہے پھر ارادہ و شوق بھی فعلِ الٰہی ہے اور حرکتِ اعضاء کا سبب ہے اور حرکتِ اعضاء بھی خدا کے افعال میں سے ہے اسی طرح سب باتیں اس کے افعال میں سے ہیں مگر ایک دوسرے کا سبب ہوتی ہیں یعنی فعل اول شرط ہوتا ہے دوسرے کی جیسے جسم کا پیدا ہونا عرض کیلئے شرط ہے یعنی عرض پہلے جسم کے نہیں پیدا ہوتا اور زندگی کا پیدا ہونا علم کی پیدائش کیلئے شرط ہے اور علم کا پیدا ہونا ارادہ کی پیدائش کے لئے شرط ہے یہ سب افعال خدا تعالیٰ کے ہیں

فصل ۵

اور ایک دوسرے کے لئے اسی اعتبار سے سبب ہیں ان کے سبب
ہونے سے یہ مقصود نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے موجد ہیں بلکہ یہ غرض
ہے کہ غیر کے حاصل ہونے کیلئے شرط ہیں کہ اول یہ ہو چکے تب دوسرا امر
ہو جیسے زندگی جب ہو کہ جب اول جوہر ہو چکے اور علم کے قبول کی
استطاعت جب ہو جب پہلے حیات ہولے اور ارادہ اس وقت ہو
جس وقت علم پیشتر آ چکے اس طرح اگر آدمی تحقیق کرے گا تو جو رتبہ
توحید کا ہم اوپر لکھ آئے ہیں اس تک ترقی کر جاوے گا۔
(احیاء العلوم جلد ۴ باب توکل)

از قطب الاقطاب غوث الاعظم سید محی الدین عبد القادر جیلانی رض

كيف يحسن منك العجب في اعمالك ورؤية نفسك فيها وطلب الاعواض عليها وجميع ذالك بتوفيق الله وعونه وقوته وارادته وفضله

گھمنڈ اور خود بینی کرنا اپنے اعمال میں اور اپنے نفس کو دیکھنا ان میں اور عوض مانگنا ان پر کس طرح تجھے زیبا معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد اور اس کی قوت اور اس کے ارادہ اور اس کے فضل سے ہے۔

كيف تعجب بمجرد فعلك واضافته ذالك اليه في الاحوال كلها الا الشر

اپنے مجرد فعل پر کیوں کر عجب ہو سکتا ہے (حالانکہ) کل احوال میں (فعل) کی نسبت حق تعالیٰ

فصل ۵

والمعاصی فانك تضيفها الى نفسك فهی احق بذالك لانها ماوی كل شر وان كان هو عز وجل خالقك وخالق افعالك مع كسبك انت الكاسب وهو الخالق والله خلقكم وما تعملون فيما كسبت ايديكم	کی طرف ہے مگر شر و عصیان کی نسبت نفس مضاف ہے کہ وہی اس کا احق ہے کہ وہ ماویٰ ہر شر کا ہے اگرچہ اللہ سبحانہ تعالیٰ تیرا اور تیرے افعال و کسب کا خالق ہے پس تو کاسب ہے اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ واللہ خلقکم وما تعملون بہ سبب اس کے کہ تمہارے ہاتھوں نے کمایا۔ (فتوح الغیب المقالۃ السبعون)

اس امر کی تحقیق یہ ہے کہ آدمی میں ایک صفت ہے جو فعل و ترکِ (فعل) کی دو جانبوں میں سے ایک کو ترجیح دیتی ہے اگر کوئی چیز اُس کی خواہش و طبیعت کے موافق ہو تو فعل کی جانب کو ترجیح دیتا ہے، اور اگر ناملائم ناموافق ہو تو ترک کی جانب کو ترجیح دیتا ہے۔ اختیار کے یہی معنی ہیں اور کسب سے یہی مراد ہے (اور یہ اختیار و کسب اس کے عین ثابتہ کے تابع ہے کہ عین ثابت جو غیر مجعول ہیں۔ اُن کے مقتضیات کے مطابق خلق الٰہی واقع ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل کسی عارف کامل سے معلوم کریں) (المؤلف برنی)۔ پروردگار عالم نے ہر چیز کے لئے ایک سبب بنایا ہے۔ مثلاً آگ جلانے کیلئے اور پانی تر کرنے کیلئے۔ اور بندوں کے افعال کے پیدا کرنے کا سبب اُن کے ارادہ کو بنایا۔ چنانچہ آدمی جب کسی فعل یا ترک فعل کا قصد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے اُس کے

اندر پیدا کرتا ہے۔ پس ہمہ از خدا است یعنی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تخلیق کے لحاظ سے، اور بندے کی طرف سے ہیں کسب کے لحاظ سے۔ لیکن ادب یہ ہے کہ خیر کی جانب اس جہتِ خالقیت کو ملحوظ و منظور رکھیں اور شر کے بارے میں کسب کی حیثیت کا اعتبار کریں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بندوں کو اس ادب کی تعلیم فرمائی ہے۔ ارشاد ہے وَمَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (نساء) اِيْ قُلْ اِنَّ الحسنة مِنَ اللّٰهِ وَالسيئة مِنْ نفسك (تجھ کو جو حسنہ (نیکی) ملے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھ کو جو سیئہ (بدی) ملے وہ تیری ذاتی ہے یعنی تیرے نفس کی ہے) یعنی کہہ کہ خوبی اللہ کی ہے اور برائی تیری ذاتی ہے (اسی رکوع میں آیت ہے قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (یعنی ہر حسنہ اور سیئہ کا ظہور تخلیقِ الٰہی سے ہے) سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الخير كله بيديك والشر ليس اليك (یا اللہ) کل خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور شر کی نسبت تیری طرف نہیں ہے) یعنی نیکی تجھ سے ہے اور بدی بھی اگرچہ تیری پیدا کردہ ہے لیکن اس کی نسبت تیری طرف کرنا بے ادبی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ شر کی تخلیق جہتِ وجود سے شر نہیں ہے۔ اس فعلِ شر کے وجود میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں الخ (شرح از مولٰنا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

فلا يرى الا فعل الحق	پس نہیں دیکھتا ہے مگر فعلِ الٰہی
عزّ و جلّ فيصير موقنا	جل شانہٗ کو پس ہوتا ہے صاحب
موحدا ضرورة فيقطع	یقین و توحید بحکم اضطرار پس

فصل ۵

ان لا فاعل علی الحقیقة	یقیناً پاتا ہے کہ حقیقتاً کوئی فاعل نہیں
الا اللہ ولا محرک ولا	ہے مگر اللہ تعالیٰ اور نہیں ہے کوئی
مسکن الا اللہ ولا خیر	محرک و مسکن مگر اللہ تعالیٰ اور نہ
ولا شر ولا ضر ولا نفع	خیر و شر اور نہ ضرر و نفع اور نہ عطاء
ولا عطاء ولا منع ولا	و منع اور نہ فتح و قبض اور نہ موت
فتح ولا غلق ولا موت	و حیات اور نہ عزت و ذلت
ولا حیوٰة ولا عز ولا ذل	اور نہ غنیٰ و فقر مگر اللہ ہی کے
ولا غنی ولا فقر الا بید	ہاتھ میں ہے۔ پس اس موقع پر قدر
اللہ۔ فیصیر حینئذ فی	کے ماتحت ایسا ہوتا ہے جیسا
القدر کالطفل الرضیع	طفل شیر خوار دایہ کے ہاتھ میں اور
فی ید الظیر والمیت الفصیل	میت غسال کے ہاتھ میں اور
فی ید الغاسل والکرة فی	جیسے گیند چوگان سوار کے سامنے
صولجان الفارس یقلب	منقلب و متغیر و متبدل ہوتا ہے
ویغیر ویبدل ویکون	کہ اس کی کوئی ذاتی حرکت باقی
ولا حراك جه فی نفسه	نہیں رہتی وہ اللہ تعالیٰ کے
ولا فی غیره فهو غایب	فعل میں غائب و مستغرق
عن نفسه فی فعل مولاه	ہوتا ہے۔

(فتوح الغیب مقالة الثالثة)

یعنی اس کو پاتا ہے ہدایت و وجدان کے راستے سے فکر و نظر کے اختیار کے بغیر۔ اگرچہ فکر و نظر سے بھی پا سکتا ہے کہ فاعلِ حقیقی و موثرِ تحقیقی ذاتِ حق تعالیٰ ہی ہے جو واجب الوجود اور قادرِ مطلق ہے۔

کیونکہ جب یہ بندہ کی ذات اور اُس کا وجود اور فعل کے اسباب و آلات و مبادی حق تعالیٰ (کی تخلیق) سے ہیں اور بندہ کی قدرت کو اس میں دخل نہیں جو فعل بھی اس سے صادر ہو وہ بھی حق ہی سے ہوگا۔ ثبت العرش ثم النقش (پہلے دیوار ثابت ہوئی تب نقش ثابت ہوا)۔ فصل ۵

چیزے کہ وجودِ او بخود نیست ٭ ہستیش نہادن از خرد نیست

(جس چیز کا وجود خود اپنا نہیں، اُس کو ہستی کہنا عقل کے خلاف ہے)

(شرح از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

وکل ذالک بفعل فاعل وتدبیر مدبر وھو اللہ لتکون موحدا للرب ولا تنس مع ذالک کسبھم لتخلص من مذھب الجبریۃ واعتقد ان الافعال لا تتم بھم دون اللہ تعالیٰ کیلا تعبدھم وتنسی اللہ ولا تقل فعلھم من دون اللہ فتکفر فتکون قدریا ولکن قل ھی للہ خلقا وللعباد کسبا

(فتوح الغیب المقالۃ العاشرہ)

تمام احوالِ خلق ایک فاعل و مدبر کے فعل و تدبیر کے ماتحت ہیں اور وہ (فاعل) اللہ تعالیٰ ہے تاکہ رہے گا تو موحد اپنے اللہ عزوجل کیلئے اور باوجود اس کے فراموش نہ کر نسبتِ کسب کو اس صورت میں مذہب جبریہ سے خلاصی پاوے گا۔ اور اعتقاد رکھ کہ افعال بندگان اُن کی قدرت سے پیدا و تمام نہیں ہوتے بغیر قدرت حق تعالیٰ کے تاکہ تو لوگوں کی پرستش نہ کر سکے اور حق تعالیٰ سے فراموشی نہ ہو سکے اور نہ کہو کہ ان کا فعل محض ان ہی کی قدرت سے بغیر قدرتِ حق تعالیٰ ہے اگر ایسا کہو گے تو کافر و قدری

فصل ۵

ہو جاؤ گے مگر یوں کہو کہ افعال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف خلقاً اور بندہ کی طرف کسباً ہے۔

(فرقۂ) جبریہ کہتا ہے کہ بندہ کو دراصل فعل میں نہ اختیار ہے نہ دخل۔ اور اس کی حرکت جمادات کی حرکت کی طرح ہے، اور (فرقۂ) قدریہ کہتا ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے اور جو کچھ اس سے حرکات و سکنات سرزد ہوتے ہیں اسی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ نہ کہ حق تعالیٰ کی قدرت سے۔ اور بندوں کے افعال کی نسبت حق تعالیٰ کے ساتھ اقتدار و علّت غائی کی جہت سے ہے اور یہ قول بدعت ہے اور نہایت برا، اور خالقیت میں پروردگار کے ساتھ شرک ہے۔ اور قریب ہے کہ کفر کی طرف پہنچادے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ لوگ اس قول میں (فرقۂ) ثنویہ سے بھی بدتر ہیں جو کہتے ہیں کہ عالم کے خالق دو ہیں ۔ یہ لوگ لاتعداد ان گنت شریکوں کو ثابت کرتے ہیں۔ درحقیقت بندوں کے کردار (اعمال) عالم میں داخل ہیں جب تمام عالم کا پروردگار وہی (اللہ) ہے تو بندوں کے اعمال کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہوگا۔ اور جب بندوں کی ذات وصفات اور تمام آلات واسباب اسی سے ہیں تو بندوں کے تمام اعمال بھی جو اُسی کا اثر و نتیجہ ہیں اُسی سے ہوں گے۔ اس کی معقولیت نہیں ہوسکتی کہ جملہ بندوں کی ذات وصفات تو حق تعالیٰ سے ہوں لیکن افعال اُن بندوں کے ہوں ثَبِّتِ الجِدارَ ثُمَّ النَّقشَ۔

بندوں کے افعال کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ سے ہے اور اس کا کسب بندوں سے ہے۔ یہی اہلِ سنت والجماعت کا مذہب ہے جو اعتدال و میزان ہے جبر و قدر کے درمیان۔ اسی کی طرف امام حق گو استاذ العارفین

ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے قول میں اشارہ فرمایا ہے لاجبر ولاقدر ولکن امرٌ بین امرین" (نہ جبر ہے نہ قدر ہے، بلکہ معاملہ ان دو امروں کے درمیان ہے)۔ اس کلام کی تحقیق یہ ہے کہ پروردگارِ عالم کا اشیاء کو پیدا کرنا دو طریق پر ہے۔ اسباب سے، اور بغیر اسباب کے اور اس کو اسباب عادی کہتے ہیں۔ جیسے آگ کو گرم کرنے کے لئے، کھانے کو سیر ہونے کے لئے، اور پانی کو سیراب کرنے کیلئے پیدا کیا۔ اور عادتِ الٰہی اس پر جاری ہے کہ مسببات کو بغیر اسباب کے نہیں پیدا کرتا باوجود اس کے کہ وہ بغیر اسباب کے بھی اُن کو پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اور اگر چاہے تو اُن کے باوجود بھی نہ کرے اور اس کو خرقِ عادت کہتے ہیں۔ اور بندوں کے قصد وارادت کو ان کے حرکات وسکنات کے پیدا کرنے کے لئے سبب بنایا ہے۔ آیات واحادیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ امر ونہی کا تضیہ (جھگڑا) بھی کسب کے ہونے اور افعال میں بندوں کے دخل پر مبنی ہے، جیساکہ فرماتے ہیں۔ کما جاءت بہ الآثار (جیسا کہ اس کے ساتھ آثار آئے) جیسا کہ بندوں کے کسب کی حقیقت کے بارے میں آثار واخبار آئے ہیں بموجب بیانِ شارع۔ موضعُ الجزاءِ من الثواب والعقاب (ثواب وعقاب کے باب میں) لفظ موضع بڑا ہے یا اس سے مراد جنت ودوزخ ہے۔ یہ تمام آثار جو اعمال کی جزا کے بارے میں وارد ہوئے ہیں بندوں کے فعل وعمل کو ثابت کرتے ہیں۔ اور اُن کی نسبت واضافت بندوں کی طرف اس پر دلالۃً وصراحۃً ناطق ہے۔ اور اس کے باوجود مطلقاً

فصل ۴ حق تعالیٰ کی خالقیت کے ثبوت میں افعال ہوں کہ غیر افعال آیاتِ آثار وارد ہیں۔ آیۂ کریمہ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو یعنی تمہارے اعمال کو بھی) ہر دو جانب ثابت کرتی ہے۔ پس ہر دو کو اختیار کرنا چاہئے اور ہر دو پر ایمان لانا چاہیئے۔ اور ہر دو جانب نظر رکھنا چاہیئے۔ اللہ ہی حقیقت حال سے زیادہ واقف ہے۔

فردا کہ پیشگاہِ حقیقت شود پدید ✲ شرمندہ رہ شوی کہ عمل بر مجاز کرد

(شرح از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

از حضرت شیخ اجل عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

(نہیں ہے حرکت و قدرت مگر اللہ ہی سے جو نہایت عالی شان عظیم الشان ہے)

سالکانِ طریقِ تحقیق اور واقفانِ سرِ حقیقت جو بھی فعل و عمل کرتے ہیں اپنی حول و قوت سے مبرّیٰ ہوتے ہیں اور اپنے عمل و اختیار کی رویت سے خالی و فانی ہوتے ہیں۔ وہ تدبیر و اختیار جو مولیٰ تعالیٰ ان کے لئے وضع فرماتا ہے مثلاً عبادات کے وظائف اور طاعتوں کی قسموں سے انھیں بپابندیِ اوقات بجالاتے ہیں۔ اور سبب اور عمل پر اور جزا کے مترتب ہونے اور اپنے ثواب کے استحقاق پر نظر نہیں رکھتے۔ اور ان کی نظر میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق اور تقدرت کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ شریعت و حقیقت کو

جمع کرنا اسی کو کہتے ہیں۔ اور وہ شخص جو عمل کے کُن مکن (کروں نہ کروں) اور نفس کی روک ٹوک کے متعلق اپنی حول و قوت پر ٹھہرا ہوا ہے۔ اور اپنی تدبیر و اختیار میں گرفتار ہے، اور عمل کے سبب پر اس کی نظر ہے اور چاہتا ہے کہ اپنی سعی اور قدرت سے اور اپنے ہی عمل کے زورِ بازو سے راستہ طے کرے اور اپنے عمل کی جزا کے متعلق اللہ تعالیٰ کے وعدہ و حکم کی بناء پر اُس سے مطالبہ کرے، یہ بھی اگرچہ ظاہری حساب اور ایمان میں شریعت کے معاملہ کی ایک صورت ہے۔ اے کاش کوئی شخص کچھ کام تو کرے اور بہرحال عمل کا سبب تو پیدا کرے اور یہاں تک پہنچے اور آگے بڑھے۔ لیکن طریقت کے ادب اور سِرِّ توحید و حقیقت کے مشاہدہ کے لحاظ سے عامل غافل ہوتا ہے اور وہ فقر و فنائے مقام تک پہنچنے سے محروم ہوتا ہے کیونکہ بندہ کے جملہ افعال و اعمال قادر تعالیٰ کی تخلیق سے ہیں۔ (کتاب المکاتیب صفحہ ۱۱۸)

وَاللّٰہُ خَالِقٌ وَالْعَبْدُ کَاسِبٌ (اللہ خالق (افعال) ہے اور بندہ کاسب (اعمال) ہے۔　　(عقائد نسفی)

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

تمام عالم اور اس کے حرکات و سکنات بالکل ایسے ہیں جیسے بازی گر کی پتلیاں اور اُن کی حرکات و سکنات ان سب کا مرجع ایک ہے اور یہ سب اسی کے فعل کے ساتھ وابستہ ہیں۔

لا فاعل فی الوجود الا اللہ　　(ملخصاً از ہمعات)

فصل ۵

از مقدمہ فصوص الحکم

ہمہ از وست کو توحیدِ افعالی کہتے ہیں یعنی اوّل سالک کو یہی توحید پیش آتی ہے اس لئے کہ تمامی افعال سے یگانگی اور معرفت ذات کی ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ جو کچھ کہ خیر و شر رنج و راحت نفع و ضرر، موت و حیات کفر و ایمان طاعت و عصیاں وغیر ذالک کہ افعالِ موجودات سے ہیں حق تعالیٰ ہی سے ہیں کہ فاعلِ حقیقی وہی ہے جیساکہ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ وارد ہے پس بجز ارادہ حق تعالیٰ کے صدورِ افعالِ مخلوق کا محال ہے جو کچھ کہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتا ہے۔

فص ۶

فصل ششم

توحید فی الصّفات

آیات قرآنی

قرآن کریم میں بہ کثرت اسماء و صفاتِ الٰہی کا ذکر ہے۔ تحقیق ہوا کہ مکررات کو حذف کیا جائے تو ننانوے باقی رہتے ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف کی حدیث ہے:۔

اسماء اللہ تعالیٰ الحسنےٰ التی امرنا بالدعاء بھا تسعۃ و تسعون اسمًا من احصاھا دخل الجنۃ۔ (بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی وغیرہ)

اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارک جن سے دعا کرنے کے لئے ہم محکوم ہیں۔ ننانوے نام ہیں جو شخص یاد کرے ان کو داخل ہوگا بہشت میں۔

لا یحفظھا احد الا دخل الجنۃ (بخاری)

نہ یاد کرے گا ان کو کوئی مگر کہ داخل ہوگا جنت میں۔

فصل ٦

فہرست اسماءِ مُبارک حسبِ ذیل ہے

۱- اَللّٰہُ خدا، معبود
۲- اَلرَّحمٰنُ نہایت رحم والا
۳- اَلرَّحِیمُ بہت مہربان
۴- اَلْمَلِکُ بادشاہ
۵- اَلْقُدُّوْسُ تمام عیبوں سے پاک
۶- اَلسَّلَامُ تمام نقصانات سے محفوظ
۷- اَلْمُؤْمِنُ اپنے وعدہ میں سچا
اپنے عذاب سے امن دینے والا-
۸- اَلْمُھَیْمِنُ نگہبان یا گواہ
۹- اَلْعَزِیْزُ غالب- قوی- قاہر
۱۰- اَلْجَبَّارُ بڑا دباؤ والا
۱۱ اَلْمُتَکَبِّرُ عظمت و بزرگی والا
۱۲- اَلْخَالِقُ ہر چیز کا پیدا کرنیوالا
۱۳- اَلْبَارِیُ ہر چیز کا موجد
۱۴- اَلْمُصَوِّرُ مخلوق کی طرح طرح
کی صورت بنانے والا-
۱۵- اَلْغَفَّارُ بہت بخشنے والا
۱۶- اَلْقَھَّارُ زبردست و غلبہ رکھنے والا
۱۷- اَلْوَھَّابُ بخشش عطا کرنیوالا
۱۸- الرَّزَّاقُ مخلوقات کو روزی پہونچانے والا-

۱۹- اَلْفَتَّاحُ مشکل کشا یا بندوں میں حکم کرنے والا-
۲۰- اَلْعَلِیْمُ بہت جاننے والا-
۲۱- اَلْقَابِضُ گرفت کرنے والا
۲۲- اَلْبَاسِطُ فراخ کرنے والا
۲۳- اَلْخَافِضُ پست کرنیوالا
۲۴- اَلرَّافِعُ بلند کرنے والا
۲۵- اَلْمُعِزُّ عزت دینے والا
۲۶- اَلْمُذِلُّ ذلیل کرنے والا
۲۷- اَلسَّمِیْعُ بہت سننے والا
۲۸- اَلْبَصِیْرُ بہت دیکھنے والا
۲۹- اَلْحَکَمُ مخلوقات کا حاکم
۳۰- اَلْعَدْلُ عدل کرنے والا
۳۱- اَللَّطِیْفُ باریک بین
۳۲- اَلْخَبِیْرُ آگاہ دانا عالم
۳۳- اَلْحَلِیْمُ بُردبار
۳۴- اَلْعَظِیْمُ بزرگ بڑا
۳۵- اَلْغَفُوْرُ بہت بخشنے والا
۳۶- اَلشَّکُوْرُ بڑا قدر شناس

۳۷۔ اَلْعَلِیُّ بہت عالی مرتبہ

۳۸۔ اَلْکَبِیْرُ بڑا بزرگ

۳۹۔ اَلْحَفِیْظُ نگہبان

۴۰۔ اَلْمُقِیْتُ غذا پہنچانیوالا

۴۱۔ اَلْحَسِیْبُ کفایت کرنیوالا حساب دینے والا

۴۲۔ اَلْجَلِیْلُ بزرگ قدر

۴۳۔ اَلْکَرِیْمُ بزرگ بخشش کرنیوالا

۴۴۔ اَلرَّقِیْبُ نگہ رکھنے والا

۴۵۔ اَلْمُجِیْبُ دعا قبول کرنیوالا

۴۶۔ اَلْوَاسِعُ وسیع معلومات وسیع العطا

۴۷۔ اَلْحَکِیْمُ حقائق اشیاء کا عالم

۴۸۔ اَلْوَدُوْدُ نیک بندوں کو دوست رکھنے والا

۴۹۔ اَلْمَجِیْدُ بزرگ شریف

۵۰۔ اَلْبَاعِثُ اٹھانے والا اور زندہ کرنیوالا۔

۵۱۔ اَلشَّہِیْدُ حاضر

۵۲۔ اَلْحَقُّ ثابت

۵۳۔ اَلْوَکِیْلُ کارساز

۵۴۔ اَلْقَوِیُّ توانا کامل قدرت والا

۵۵۔ اَلْمَتِیْنُ استوار مضبوط

۵۶۔ اَلْوَلِیُّ محب و مددگار

۵۷۔ اَلْحَمِیْدُ مستحقِ حمد

۵۸۔ اَلْمُحْصِیْ ہر چیز کو احاطہ علم میں کرنے والا۔

۵۹۔ اَلْمُبْدِیُٔ ابتداً پیدا کرنیوالا

۶۰۔ اَلْمُعِیْدُ دوبارہ پیدا کرنیوالا

۶۱۔ اَلْمُحْیِیْ مخلوق کو زندہ رکھنے والا

۶۲۔ اَلْمُمِیْتُ مارنے والا

۶۳۔ اَلْحَیُّ زندہ

۶۴۔ اَلْقَیُّوْمُ کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا۔

۶۵۔ اَلْوَاجِدُ غنی

۶۶۔ اَلْمَاجِدُ بزرگی والا

۶۷۔ اَلْوَاحِدُ یگانہ تنہا

۶۸۔ اَلصَّمَدُ بے نیاز

۶۹۔ اَلْقَادِرُ قدرت والا

۷۰۔ اَلْمُقْتَدِرُ صاحب مقدرت

۷۱۔ اَلْمُقَدِّمُ آگے بڑھانیوالا

۷۲۔ اَلْمُؤَخِّرُ پیچھے ہٹانے والا

۷۳۔ اَلْاَوَّلُ سب سے پہلا

۷۴۔ اَلْاٰخِرُ سب سے پچھلا

۷۵۔ اَلظَّاہِرُ سب پر آشکارا ہے

۷۶۔ اَلْبَاطِنُ پوشیدہ ہے۔

فصل ٦

۷۷- اَلْوَالِیُ تمام امور کا متولّی
۷۸- اَلْمُتَعَالِیُ مخلوقات کی صفات سے منزّہ
۷۹- اَلْبَرُّ نیکی کرنے والا
۸۰- اَلتَّوَّابُ توبہ قبول کرنیوالا
۸۱- اَلْمُنْتَقِمُ بدلا لینے والا
۸۲- اَلْعَفُوُّ گناہوں کا مٹانیوالا
۸۳- اَلرَّؤُفُ بہت شفقت کرنے والا
۸۴- مَالِكُ الْمُلْكِ ملک کا مالک
۸۵- ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بزرگی وعزت والا، جلال وکرم والا۔
۸۶- اَلْجَامِعُ تمام مخلوقات کو جمع کرنیوالا
۸۷- اَلْغَنِیُّ بے پروا
۸۸- اَلْمُغْنِیُ لوگوں کو بے پرواہ کرنیوالا
۸۹- اَلْمُعْطِیُ عطا کرنے والا
۹۰- اَلْمَانِعُ روکنے والا
۹۱- اَلضَّارُّ ضرر وشر کا خالق
۹۲- اَلنَّافِعُ نفع وخیر کا پیدا کرنیوالا
۹۳- اَلنُّوْرُ روشن کرنیوالا
۹۴- اَلْبَدِیْعُ موجد
۹۵- اَلْبَاقِیُ باقی رہنے والا
۹۶- اَلْوَارِثُ فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا۔
۹۷- اَلرَّشِیْدُ صاحب رُشد
۹۸- اَلصَّبُوْرُ بڑا صبر کرنیوالا
۹۹- اَلْاَحَدُ صرف ایک

احادیث نبوی صلعم

عن ابی هریرة کان یقرء هذه الایات ان الله یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها الی قوله سمیعا بصیرا قال رایت

روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اس آیت کو ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اهلها کو سمیعًا بصیرا تک

فصل ۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم یصنع ابھامیہ
علی اذنیہ التی تلیھما علی
عینیہ قال ابوھریرۃ رأیت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقرءھا یضع
اصبعیہ
(نسائی ابوداؤد)

کہا ابوہریرہ نے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھتے تھے
اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے
دونوں کانوں پر اور اس انگلی
کو جو انگوٹھے کے نزدیک ہے اپنے
دونوں آنکھوں پر۔ اور کہا ابوہریرہ
نے دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو پڑھتے اس آیت
کو تو رکھ لیتے تھے دونوں انگلیوں کو اپنے کانوں پر۔

قال ابوھریرۃ قال رسول
اللہ صلعم ان اللہ تعالیٰ قال
من عادیٰ لی ولیا فقد
آذنتہ بالحرب وما تقرب
الیّ عبدی بشیء احب
الیّ مما افترضتہ علیہ
وما یزال عبدی یتقرب
الیّ بالنوافل حتی احبہ
فاذا احببتہ کنت سمعہ
الذی یسمع بہ وبصرہ
الذی یبصر بہ ویدہ
التی یبطش بھا ورجلہ التی

کہا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے بے شک اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ جس نے دشمنی رکھی
میرے ولی یعنی دوست و محب
کے ساتھ پس بہ تحقیق آگاہ کرتا ہوں
میں ساتھ جنگ کے اور نہیں نزدیک
ہوتا مجھ سے بندہ میرا کسی اور
چیز سے جو محبوب تر ہو نزدیک
میرے بہ نسبت اس چیز کے کہ
جو فرض کیا ہے میں نے اس پر۔
اور ہمیشہ بندہ میرا نزدیک ہوتا ہے

یمشی بھا الی آخر حدیث   مجھ سے بذریعہ نوافل کے تا آنکہ

(بخاری)   دوست رکھتا ہوں میں اس کو تو

ہوتا ہوں میں شنوائی اس کی جو سنتا ہے وہ اس سے بینائی اس کی جو
دیکھتا ہے اس سے اور ہاتھ اس کا جو پکڑتا ہے اس سے اور پیر اس کا
جو چلتا ہے اس سے۔

"قربِ فرائض سے مراد ذات الٰہی سے متحقق ہونا ہے
چنانچہ ارشاد نبوی ہے لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ
ملک مقرب و لا نبی مرسل۔ قرب نوافل سے مراد صفات
الٰہی سے متصف ہونا ہے جس کی تفصیل حدیث بالا میں مذکور ہے"

(المولف برنی)

فصل ٦

اقوالِ

اکابرِ دین رحمہم اللہ علیہم اجمعین

العلامۃ الاوحد الشیخ الامام العارف کامل امام الائمۃ قطب الاقطاب والغوث الاعظم محی الدین ابی محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی۔

فتکون فی ھذہ الحالۃ
کانک احییت بعد الموت
فی الآخرۃ فتکون کلیتک
قدرۃ تسمع باللہ وتبصر
باللہ وتنطق باللہ
وتبطش باللہ وتسعی
باللہ وتعقل باللہ
وتطمئن وتسکن باللہ
فتعمی عما سواہ وتصم

پس ہوگا تو اس حال میں گویا کہ تو
زندہ کیا گیا ہے موت کے بعد
آخرت میں پس ہو جاتا ہے تیرا
سارا وجود مظہر قدرت الٰہی تعالیٰ
بلکہ عین قدرت۔ سنتا ہے خدا
سے اور دیکھتا ہے خدا سے اور
بولتا ہے خدا سے پکڑتا ہے خدا سے
اور چلتا ہے خدا سے اور سمجھتا ہے خدا سے۔
اقرار پاوے گا تو اور آرام لے گا

عنہ فلا تری لغیرہ وجودًا۔　　تو خدا سے یعنی تمام کاموں تمام چیزوں میں منظور و موجود تیرے نظر شہود میں بجز اللہ تعالیٰ

(فتوح الغیب)

فصل ۶

اور اسکی قیومیت کے کچھ نہ رہے گا اور تو مطلق فانی ہو گا۔ پس حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے اندھا بہرہ ہو جائے گا اور وجود میں اس کے غیر کو نہ دیکھ سکے گا۔

بی یبصر بی یسمع بی یبطش بی یمشی
سر بست بسے غامض تدریہ ولا تعشی

رفت او زمیاں ہمیں خدا ماند خدا
الفقر اذا تم فھو اللہ این است

یہ فنا فی التوحید کا مقام ہے کہ بندہ کا وجود اور اُس کی ذات و صفات و فعل فنا ہوتے ہیں اور اُس کے شہود کی نظر میں سوائے حق کے اور اُس کی ذات و صفات و فعل کے کچھ باقی نہیں رہتے۔ اور یہ مرتبہ نہایت اعلیٰ و اکمل ہے اور قرب و توحید کے مراتب کی انتہا ہے اور اس کے جملہ مراتب و اقسام کو حاوی ہے۔

متاخرین صوفیہ میں سے بعض نے قرب کے مراتب کی چار قسمیں کی ہیں۔ پہلا مرتبہ قرب نوافل کا ہے کہتے ہیں بندہ اس مقام پر فاعل ہوتا ہے اور حق آلہ۔ یعنی بندہ کی نظر اپنے میں اس طرح جمتی ہے کہ اس میں انا کے اشارات خود اسکی ذات کے جوہر سے ہوتے ہیں۔ لیکن اس کی فاعلیت کا شہود اس کی نظر سے ساقط رہتا ہے۔ اور یہ فنائے صفات کا مرتبہ ہے جو نوافل خیرات و مرضیاتِ حق پر

مداومت سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث نبویؐ کو اس معنی پر محمول کرتے ہیں جس میں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ نوافل پر مداومت کرتا ہے اور میری طرف تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو میں بھی اس کو دوست رکھتا ہوں۔ اور میں اُس کے کان، آنکھ اور جملہ اعضاء بن جاتا ہوں کہ وہ مجھ سے سنتا ہے، مجھ سے دیکھتا ہے۔ بی یسمع و بی یبصر سے یہی مطلب ہے۔ دوسرا مرتبہ وہ ہے جسے قرب فرائض کہتے ہیں جو فرائض کی تعمیل سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ بھی حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس مقام پر حق فاعل ہوتا ہے اور بندہ آلہ اور یہ فنائے ذات کا مقام ہے۔ وَاِنَّ الْحَقَّ یَنْطِقُ بِلِسَانِ عُمَر (بے شک حق بولتا ہے عمرؓ کی زبان پر) اسی مقام کی گفتگو ہے۔ تیسرا مقام ان دو مرتبوں کا جامع ہے۔ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (نہیں پھینکا تو نے (اے محمدؐ) جب پھینکا تو نے، بلکہ اللہ ہی نے پھینکا) کا اسی طرف اشارہ ہے۔ یہ قرب کا ایک اور مقام ہے جو تمام مقامات سے اعلیٰ وارفع ہے۔ جہاں عبدِ مقرب کا شہود کسی فاعلیت اور آلہ میں متقید نہیں ہوتا۔ اس مقام کا کمال اور انتہا حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے اور وہ خلافت و اتحاد کا مقام ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (آیات) (اے محمدؐ) بے شک جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ ہی کا ہاتھ

فصل ۶

ہے کہ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ اور جو رسول کی اطاعت کرتا ہے
بلاشبہ وہ اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے)۔ اسی کی طرف اشارہ ہے
اور یہ اس قوم کے متاخرین میں سے بعضوں کی یہ جدید اصطلاح ہے
اور اس تقسیم کے ملاحظہ و اعتبار کے بغیر ان کا کلام مقامِ قربِ مطلق
کی طرف اجمالی طور پر اشارہ ہے۔ اور یہ اس قسم کے ساتھ مخصوص
نہیں ہے جس کا نام اس جماعت نے قربِ نوافل رکھا ہے۔ اور
بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ کا مفہوم اس قسم پر منحصر نہیں ہے بلکہ
اس کا مطلب فنا اور توحید کا حصول ہے۔ لہٰذا اس کو اس پر مترتب
کر دیا کہ فَلَا تَرٰی لِغَیْرِہٖ وُجُوْدًا، (پس تو اللہ کے سوا کسی کے لئے
وجود نہیں دیکھے گا) اس سے اوپر کیا بات ہو سکتی ہے لفظِ حدیث
بھی عملِ نوافل کے ساتھ اس کے اختصاص میں نص نہیں ہے
بلکہ دلالت کرتا ہے کہ یہ مقام فرائض کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ ان کی
تکمیل و تتمیم سے نوافل کے ساتھ، جیسا کہ حدیث کے سیاق
و سباق پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس سمجھا جائے کہ جو حضور
نے فرمایا ہے مرتبۂ فنا کا ایک حصہ ہے نہ کہ کل۔ اور وہ اس کا
ادنیٰ مرتبہ ہے۔ (شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ)

حضرت شیخ احمد سرہندی امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ

چونکہ صوفیہ اپنے کمالات کو واجب تعالیٰ کے کمالات کے ظلال
دیکھتے ہیں۔ اور وجود و جملہ توابع وجود کو ان کے کمالات کا عکس جانتے
ہیں۔ اور نہ خود کو اس کے کمالات کے امانت دار سے زیادہ نہیں

سمجھے۔ اور اس کے غیر کو ان کمالات کے آئینے سمجھتے ہیں بموجب حکم
اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا فصل ۷
(بے شک اللہ تم کو حکم فرماتا ہے کہ امانات کو اہل امانات (مالکوں) کے
سپرد کریں) اور ان کمالات کو صحیح ذوق کے ساتھ اصل کے حوالہ کریں
اور خود کو معدوم پائیں اور مردہ جائیں۔ جیساکہ بلبلہ کا وجود ہوتا ہے
کہ جب وہ اصل کی طرف چلا گیا تو معدوم و میت ہو گیا اور (اس طرح)
فنا متحقق ہو گئی۔

فصل ہفتم

توحید فی الوجود

(۱) آیاتِ قرآنی

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (۱۶/۲۶)

اور ہم اس کی (انسان کی) شہ رگ سے بھی قریب ہیں۔

پتلی کی طرح نظر سے مستور ہے تو ؎ آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہے تو
نزدیک رگِ جاں سے ہے اس پہ یہ بعد ؎ اللہ اللہ کس قدر دور ہے تو

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ (۱۶/۲۷)

اور ہم بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ اس (جاں بلب) کے قریب ہیں۔ مگر تم نہیں دیکھتے۔

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (۱۷/۲۷)

اور وہ خدا تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔

اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (۵/۱۲)

تحقیق میرا پروردگار قریب ہے اور دعا قبول کرتا ہے۔

اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی (۱۶/۱۹)

بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں

سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

فصل ۲

فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (۲۰/۷)۔

پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے تو اس مبارک جگہ میں میدان کے دہنے کنارے (ایک درخت (تھا اس میں) سے اُن کو آواز آئی کہ اے موسیٰ، میں ہی ہوں اللہ سارے جہاں کا پروردگار۔

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یٰمُوْسٰۤی اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (۱۹/۱۶)

پھر جب موسیٰ آگ کے پاس آئے تو اُن کو آواز آئی کہ مبارک ہے وہ (ذات) جو اس (نورانی) آگ میں جلوہ فرما ہے۔ اور مبارک ہیں جو اس آگ کے ارد گرد ہیں اور اللہ رب العلمین پاک ذات ہے موسیٰ یہ تو میں ہی اللہ ہوں زبردست حکمت والا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (۲۶/۹)

تحقیق جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۙ وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (۲۶/۱۸)

یقین لانے والوں کیلئے زمین میں خدا کی نشانیاں موجود ہیں اور خود اپنے آپ میں کیوں نہیں دیکھتے۔

مظاہر سب اس کے ہیں ظاہر ہے وہ　　تکلف ہے یاں جو چھپاتے ہیں لوگ
عجب کی جگہ ہے کہ اس کی جگہ　　ہمارے تئیں ہی بتاتے ہیں لوگ

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں　　معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ (۷/۲۷)

کیا یہ پیدا کئے گئے کسی غیر شئے سے کیا یہی خالق ہیں۔

إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (۱۴/۲۳)

میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا اور پھر میں جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں اپنی روح تو تم (فرشتو) گر پڑو اس کے آگے سجدے میں۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (۶/۲۲)

البتہ ہم نے پیش کی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر۔ پھر سب نے اس کو قبول نہ کیا کہ اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ یہ بڑا ہی ظالم اور بے خبر تھا۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا (۵/۶)

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کے حوالے کر دو

اللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ (۸/۲۲)

اللہ غنی ہے اور تم سب فقیر۔

فصل ۷

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا۔ اَقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ ادا کر ہم سے قرض (استردادِ امانت یعنی فنا فی اللہ) اور محتاجی سے ہمیں غنی کر دے (بقا باللہ)۔ پھر حضرت صلعم کا ارشاد اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ (احتیاج میرا فخر ہے اور احتیاج میری ذاتی چیز ہے۔ (للمولف برنی)

شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (۳/۲)	(خود) اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور فرشتے اور علم والے بھی اس بات پر گواہ ہیں۔ عدل کے ساتھ قائم ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

وہی ہے زبردست حکمت والا ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ۔ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا (۲۵/۱۹)	جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ (سب کو) چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش (بریں) پر جا براجا۔ (وہی خدائے) رحمٰن (ہے) سو

اس کی بابت تو کسی باخبر سے پوچھنا چاہیئے۔

اے سید۔ حقیقتِ مطلقہ کے بے انتہا بے شمار ظہورات ہیں۔ لیکن اس کے کلیات پانچ ہیں۔ ظہورِ اول علمِ اجمالی کا ظہور ہے۔ ظہورِ دوم علمِ تفصیلی کا ظہور ہے۔ ظہورِ سوم روحانی صورتوں کا ظہور ہے۔ ظہورِ چہارم مثالی صورتوں کا ظہور ہے۔ ظہورِ پنجم

جسمانی صورتوں کا ظہور ہے۔ اگر ظہور انسانی کو علیحدہ کیا جائے

فصل ۷ تو ظہوراتِ کلیہ چھ ہوتے ہیں۔ ان ظہورات کو تنزلاتِ ستّہ کہتے ہیں۔ اے سید۔ انسان تمام ظہور کا جامع ہے۔ اس جامعیت کا بیان بہت سے وجوہ سے آتا ہے۔ (مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ) (جس نے اپنے نفس کو پہچانا بلاشبہ اس نے اپنے رب کو پہچانا) (رسالہ نور وحدت مصنفہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ)

ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۲۱/۱۲

یہ تصرفات اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں سب باطل ہیں اور بے شک اللہ ہی سب سے بالا بڑی شان والا ہے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ (۲۱/۲)

کیا ان لوگوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ اور وقت مقررہ کے واسطے اور اکثر لوگ اپنے رب کے دیدار کے قائل نہیں۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

قریب ہے کہ ہم دکھائیں گے ان کو اپنی نشانیاں آفاق اور ان کے نفسوں میں۔ یہاں تک کہ ظاہر

فصل ۲

أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ (۱/۲۵)

ہو جاوے کہ وہی حق ہے- کیا یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تمام چیزوں پر شاہد ہے- آگاہ ہو کہ وہ لوگ اپنے رب سے ملنے پر شک میں ہیں- آگاہ ہو تحقیق وہ ہر چیز پر محیط ہے۔

غلط تھا آپ سے غافل گزرنا
گل و آئینہ کیا خورشید و مہ کیا

نہ سمجھے ہم کہ اس قالب میں تو تھا
جدھر دیکھا تدھر تیرا ہی رو تھا

گر معرفت کا چشم بصیرت میں نور ہے
آتی ہے دل میں اور ہی صورت نظر مجھے

تو جس طرف کو دیکھئے اس کا ظہور ہے
شاید یہ آئینہ بھی کسی کے حضور ہے

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (۱۴/۱)

اور اللہ ہی کی ہے مشرق و مغرب- پس جدھر تم رخ کرو، ادھر اللہ کا سامنا ہے- بیشک اللہ بڑی گنجائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے۔

آنکھیں جو ہوں تو عین ہے مقصود ہر جگہ
بالذات ہے جہاں میں وہ موجود ہر جگہ

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (۱۱/۱۸)

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے

مہر ہر ذرہ میں مجھ کو ہی نظر آتی ہے
تم بھی ٹک دیکھو تو صاف نظر آتا ہے کہ نہیں

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ (۱/۷)

وہی اللہ ہے آسمانوں اور زمین میں-

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور

عَلِیمٌ (۱۷/۱۲)　　وہی کل چیزوں سے واقف ہے۔

فصل ۷

ہے ماسوا کیا جو میر کہیے　　آگاہ سارے اِس سے ہیں آگاہ
جلوے ہیں اُس کے شانیں ہیں اسکی　　کیا روز کیا خور کیا رات کیا ماہ
ظاہر کہ باطن اول کہ آخر
اللہُ اللہ اللہُ اللہ

احادیث نبوی صلعم

ثُمَّ قال والذی نفس محمد بیدہٖ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلے لھبط علی اللہ ثم قرء ھو الاوّلُ والاٰخِرُ والظاھِرُ والباطن وھو بکل شیءٍ علیم (ترمذی)

پھر فرمایا آپنے صلعم قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر بہ تحقیق چھوڑدو رسی کو طرف زمین آخر کے البتہ پڑیگی وہ رسی اللہ تعالیٰ پر پھر پڑھی آپنے آیۂ کریمہ ھوالاول وَ الاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیءٍ علیم۔ یعنی وہی ہے اول اور آخر اور ظاہر اور باطن اور وہی ہے ہر شئے کا جاننے والا۔

اللھم انت الاول فلیس قبلک شیءٌ وانت الاٰخر فلیس بعدک شیءٌ و انت الظاھرُ فلیس فوقک شیءٌ وانت الباطن فلیس

یا اللہ تو پہلے سب سے ہے پس نہیں ہے پہلے تیرے کوئی چیز اور تو ہی پیچھے ہے پس نہیں ہے پیچھے تیرے کوئی چیز اور تو ہی ظاہر ہے پس نہیں ہے اوپر تیرے کوئی چیز اور تو ہی

دونک شیٔ وا قض عنّی الدّین واغننی من الفقر (مسلم ابوداؤد) | باطن (پوشیدہ) ہے پس نہیں ہے پیچھے تیرے کوئی چیز ادا کر ہم سے قرض (استرداد امانت یعنی فنافی اللہ) اور محتاجی سے ہم کو غنی کر دے (بقا باللہ عطا فرما)

فصل

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصدق کلمۃ قالھا الشاعر کلمۃ لبیدؓ الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل۔ (مسلم و بخاری) | کہا ابوہریرہ رضؓ نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچا کلمہ لبیدؓ کا ہے کہ دیکھو جو شئے کہ سوائے اللہ کے ہے وہ باطل ہے۔

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم کان اللہ ولم یکن شیٔ غیرہ (بخاری) | عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ تھا اللہ تعالیٰ اور نہ تھی کوئی شئے اس کے سوا۔

ھو الاٰن کما کان لا تسبو الدھر فان اللہ ھو الدھر (مسلم) | (وہ) اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔ زمانہ کو برا مت کہو بیشک اللہ ہی زمانہ ہے۔

قال رسول اللہ صلعم قال اللہ تعالیٰ یوذینی بنی اٰدم بسبّ الدھر انا الدّھر | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ایذا دیتا ہے مجھ کو بنی آدم بہ سبب برا کہنے

فصل ۶

بیدی الامر۔ اقلب
اللیل والنہار۔
(بخاری مسلم ابوداؤد)

زمانہ کے، حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں
میرے ہی دست قدرت میں ہر ایک
کام ہے لوٹاتا ہوں شب و روز کو۔

یا ابن اٰدم مرضت فلم
تعدنی یا ابن اٰدم
استطعمتک فلم تطعمنی
یا ابن اٰدم استسقیتک
فلم تسقینی۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا
کہ آدم کے بیٹے میں بیمار ہوا تھا تو نے
میری عیادت نہ کی۔ اے بنی آدم
میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے
نہ کھلایا۔ اے بنی آدم میں نے
تجھ سے پانی مانگا تو تو نے نہ پلایا۔

یا ابن اٰدم مرضت فلم
تعدنی قال یا رب کیف
اعودک وانت ربّ
العٰلمین قال اما علمت
ان عبدی فلانا مرض
فلم تعدہ ما علمت انک
لو عدتہ لوجدتنی
عندہ (مسلم)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیگا
کہ اے بنی آدم میں بیمار تھا تو نے
میری عیادت نہیں کی یہ کہیگا اے
میرے رب کیوں کر تیری عیادت
کرتا تو تمام عالم کا رب ہے اللہ تعالیٰ
فرمائے گا کہ کیا تو نے نہیں جانا کہ
میرا فلاں بندہ بیمار تھا پس نہیں
عیادت کی تو نے اس کی کیا تو نہیں جانتا
کہ اگر اس کی عیادت کرتا تو ضرور مجھ کو اس کے نزدیک پاتا۔

وما تقرب الیّ عبدی
بشیء احب الیّ مما افترضتہ
علیہ وما یزال

نہیں تقرب حاصل کرتا ہے میرا بندہ
میری طرف مثل ادائے فرائض
کے یعنی ادائے فرائض سے

عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت عینه التی یبصر بها واذنه التی یسمع بها ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها و فواده الذی یعقل بها ولسانه الذی یتکلم بها (احمد ترمذی وطبرانی)

تقرب خاص حاصل ہوتا ہے اور ہمیشہ بندہ نزدیک ہوتا ہے نوافل سے حتی کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور جب میں دوست رکھتا ہوں تو اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اس کا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اسکی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بات کرتا ہے۔

فصل

قرب فرائض سے مراد ذات الٰہی سے متحقق ہونا ہے۔ لِی مَعَ اللّٰہِ وقت لا یسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل۔ قرب نوافل سے مراد صفات الٰہی سے متصف ہونا ہے جس کی تفصیل حدیث بالا میں مذکور ہے (للمولف ۱۲)۔

اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله (ترمذی)

مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ بیشک وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔

اذا ضرب احدکم فلیجتنب الوجه فان

جب کوئی کسی کو مارے تو منھ پر مارنے سے اجتناب کرے کیونکہ

فصل ۷

صورۃ الانسان علی صورۃ الرحمٰن (دار قطنی)

صورتِ انسان یقیناً صورتِ رحمٰن پر ہے۔

اذا قاتل احدکم فلیجتنب الوجہ فانّ اللہ خلق آدم علی صورتہ (بخاری مسلم)

جس وقت مارے کوئی کسی کو چاہیے کہ بچائے منھ کو کیوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے آدم کو اپنی صورت پر

رایت ربی عزوجل فی احسن صورۃ (ترمذی دارمی)

میں نے دیکھا اپنے رب عزوجل کو اچھی صورت میں۔

انی رَایتُ ربی فی احسن صورۃ شاب امردٍ (ترمذی وطبرانی)

بے شک میں نے اپنے رب کو ایک نوجوان کی اچھی صورت میں دیکھا

احفظ اللہ تجدہٗ تجاھك (ترمذی)

اللہ کے مراقب رہو تو اپنے سامنے اس کو پاؤ گے۔

اذا کان احدکم یصلی فلا یبصق قبل وجہہ فان اللہ قبل وجہہ اذ صلّے (مسلم وبخاری)

جب کوئی تم میں سے نماز پڑھے تو اپنے روبرو نہ تھوکے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے روبرو ہے جب کہ وہ نماز پڑھتا ہے۔

ان احدکم اذا قام فی صلوٰتہ فانہ یناجی ربہ فانّ ربہ بینہ وبین القبلۃ (بخاری)

جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے بیشک اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے۔

اذا رفعت من الرکوع فقل ربّنا لك الحمد فانّ اللّٰہ یقول علی لسان عبدہٖ سمع اللّٰہ لمن حمدہٗ
(شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فی الفتویٰ)

جب اٹھے رکوع سے پس کہہ ربنا لك الحمد تو تحقیق اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان سے فرماتا ہے سمع اللّٰہ لمن حمدہ۔

فصل ۶

قال صلعم انّ اللّٰہ تعالیٰ لیغفر لعبدہٖ مالم یقع الحجاب قالوا یا رسول اللّٰہ وما الحجاب قال ان تموت النفس وھو مشرکۃ
(احمد و بیہقی)

فرمایا رسول اللہ صلعم نے تحقیق اللہ تعالیٰ بخشدیتا ہے اپنے بندے کو جب تک حجاب نہ واقع ہو صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ وہ حجاب کیا چیز ہے تو فرمایا کسی کا اس حال میں مرجانا کہ وہ مشرک ہو۔

اِنّ المومن من یخرج نفسہ من بین جنبیہ
(بیہقی فی شعب الایمان)

بے شک مومن وہ شخص ہے جو خارج کرے نفس کو اپنے پہلو سے۔

انت نور السمٰوات و الارض و من فیھن
(مسلم و بخاری)

تو ہے نور آسماں اور زمین کا اور جو کچھ اُن میں ہے۔

دو جہاں سایہ است و نور توئی

ہمہ را مایۂ ظہور توئی

رای محمد ربہ اذ تجلی بنورہ الذی ھو نورہ
(ترمذی)

دیکھا محمد صلعم نے اپنے رب کو جب تجلی فرمائی اپنے نور سے جو ہو کا نور ہے۔

فصل ۲

هل رایت ربک قال
رایت نوراً انّی اراہ (مسلم)
اللھم اجعل فی قلبی نوراً
وفی بصری نوراً وفی سمعی
نوراً ومن یمینی نوراً ومن
یساری نوراً ومن فوقی نوراً و
من تحتی نوراً ومن امامی نوراً
ومن خلفی نوراً وفی
نفسی نوراً واعظم لی نوراً
(وفی روایۃ) وفی عصبی
نوراً وفی لحمی نوراً وفی
دمی نوراً وفی شعری نوراً
وفی بشری نوراً واجعلنی
نوراً۔ (بخاری مسلم ابوداؤد ابن ماجہ)
فقال الناس لقد طال
نجواہ مع ابن عمہ فقال
رسول اللہ صلعم ما
انتجیت ولکن اللہ
انتجاہ
(ترمذی وطبرانی)

کیا دیکھا آپ نے رب کو فرمایا
کہ دیکھا میں نے نور کو
اے اللہ پیدا کر میرے دل میں نور،
میری آنکھوں میں نور، میرے کانوں
میں نور، میرے داہنے نور، میرے
بائیں نور، میرے اوپر نور میرے
نیچے نور، میرے سامنے نور، اور
میرے پیچھے نور، میرے نفس
میں نور میرے واسطے نور پھیلا
(بروایت دیگر) میرے اعصاب
میں نور، میرے گوشت میں نور
میرے خون میں نور میرے
بالوں میں نور میرے جلد میں نور
اور بنا مجھ کو نور ہی نور۔
لوگوں نے کہا کہ چچیرے بھائی
(حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کے
ساتھ مشورت و سرگوشی میں
بہت دیر ہوئی رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ میں نے ان
سے مشورہ نہیں کیا بلکہ اللہ
نے کیا۔

قال رسول اللہ صلعم من رانی فقد رای الحق
فرمایا رسول اللہ صلعم نے جس نے مجھے دیکھا بے شک حق دیکھا

فصل ۲

(بخاری و مسلم)

اقوالِ مقربین و صدیقین اکابر دین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

انا نقطۃ باء بسم اللہ انا جنب اللہ الذی فرطتم فیہ وانا القلم وانا اللوح المحفوظ وانا العرش و انا الکرسی وانا السبع السموات وانا الارضون وانا حی لا یموت الخ

میں نقطۂ باء بسم اللہ ہوں میں پہلو (مظہر) ہوں اس اللہ کا جس کے باب میں تم افراط کرتے ہو اور میں ہوں قلم اور لوح محفوظ اور عرش و کرسی اور میں ہی ہوں ساتوں آسمان اور زمین اور میں زندہ ہوں نہ مروں گا۔

(خطبہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ منقول از فتوحات جواہر الحقائق وغیرہ مذکور در تحفۂ اثنا عشریہ مولفہ مولنا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی)

انی انا اللہ
تحقیق کہ میں اللہ ہوں۔

(حضرت امام جعفر علیہ السلام)

لیس فی جبتی الا اللہ
نہیں ہے میرے جبہ میں مگر اللہ

(حضرت جنید بغدادی رح)

لا الہ الا انا فاعبدون
میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری

فصل ۷

سبحانی ما اعظم شانی
(حضرت بایزید بسطامی رح)

ہی عبادت کرو اور میں پاک بڑی شان والا ہوں۔

انا اقول وانا اسمع و ھل فی الدارین غیری
(حضرت ابوبکر شبلی رح)

میں ہی کہتا ہوں اور میں ہی سنتا ہوں بھلا میرے سوا دونوں جہان میں کون ہے۔

انا الحق
(حضرت شاہ منصور علیہ الرحمۃ)

میں خدا ہوں

قال اللہ تعالیٰ انا الدھر الخ
(بخاری، مسلم، ابوداؤد)

اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے میں ہی زمانہ ہوں

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

جس نے اپنے نفس کو جانا تو اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

مولانا روم سے

ابلہاں حیراں کہ آیا حق کجاست
برزمین است یا کہ او خود بر سماست

یا کہ بر خلد برین ست جائے او
یا کہ بر عرش برین ماوائے او

نقد عقل خویش را در باختم
فکر یا کروم مقرر ساختم

حق بتو۔ حق را تو می جوئی کجا
خویش را بشناس تا یابی خدا

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ حضرت سیدنا حسین رض کو تعلیم فرماتے ہیں۔

یا ولدی فکرك فیك یکفیك

اے فرزند ترا فکر تجھ میں تیرے لئے کافی ہے۔

فصل ۷

فلیس شیءٌ خارجاً منك — کیونکہ کوئی شئی تجھ سے خارج نہیں ہے
داءك فيك وما تشعر — تیرا درد تیرے اندر ہے اور تو نہیں
دواءك فيك منك ولا — جانتا اور تیری دوا تجھ میں ہے اور
تبصر۔ — تو نہیں دیکھتا۔

وتزعم انك جسم صغير — تجھ کو گمان ہے تو چھوٹا جسم ہے
وفيك انطوى عالم كبير — اور حالانکہ تیرے اندر ایک عالم اکبر
بیٹھا ہوا ہے۔

وانت ام الكتاب الذى — اور تو وہ ام الکتاب ہے کہ اپنے
ماحرفه يظهر المضمر — حرفوں سے دل کی بات جانتا ہے۔

از امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکتوب ۸۹۔ جلد سوم۔ یہ بات چھپی نہ رہے کہ ہمہ اوست کی عبارت اگرچہ متقدمین صوفیہ میں متعارف نہ تھی۔ لیکن ...... انا الحق اور سبحانی ولیس فی جبتی سوی اللہ ...... کے مانند بہت سی باتیں سرزد ہوئی ہیں کہ اس عبارت اور اس عبارت کا مطلب ایک ہی ہے۔ جب پانی سر سے اونچا ہوگیا تو کیا نیزہ بھر کیا ہاتھ بھر۔ متاخرین صوفیہ میں بھی یہ اصطلاح رائج ہے اور عام ہے اور بے تکلف ہمہ اوست کہتے ہیں۔ اور اس قول پر اصرار کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت کم لوگ ہیں جو اس تعبیر میں اور اس قسم کی تعبیروں میں تردد رکھتے ہیں بلکہ انکار ظاہر کرتے ہیں۔ جو کچھ اس فقیر نے اطلاقات سے ہمہ اوست کے معنے سمجھا ہے یہ ...... تم مستغرق

فصل ۷

حادث جزئیات ایک ہی ذات تعالیٰ کا ظہور ہیں۔ جس طرح کہ زید کی صورت بے شمار آئینوں میں منعکس ہو جائے اور وہاں ظہور پیدا کرے تو کہتے ہیں ہمہ اوست۔ یعنی یہ تمام صورتیں جنھوں نے بے شمار آئینوں میں ظہور و نمود پیدا کیا ہے۔ زید کی ایک ذات کا ظہور ہیں۔ یہاں کونسی جزئیت و اتحاد ہے اور کونسا حلول و تلون ہے۔ زید کی ذات ان تمام صورتوں کے باوجود اپنی اصلی حالت پر ہے۔ ان صورتوں نے اس میں نہ کچھ اضافہ کیا ہے اور نہ کمی کی ہے۔ بلکہ جہاں زید کی ذات ہے وہاں ان صورتوں کا نام و نشان تک نہیں تاکہ اس کے ساتھ جزئیت و اتحاد، حلول و سریاں کی نسبت پیدا کریں۔ الآن کما کان (اب بھی (اللہ) ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا) کا بھید اس جگہ ڈھونڈھنا چاہیئے کیونکہ جس مرتبہ میں اللہ تعالیٰ ہے وہاں جس طرح ظہور سے پہلے عالم کی گنجائش نہ تھی، ظہور کے بعد بھی وہاں عالم کی کوئی ... گنجائش نہیں۔ فلاجرم یکون الآن کما کان (پس وہ لازماً اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا) .... تحقیق سابق سے واضح ہے کہ اس قسم کی شطح نما عبارتوں (مجذوبانہ باتوں) میں کوئی حلول و اتحاد نہیں ہے۔ اگر محل ہے تو باعتبار ظہور کے ہے نہ باعتبار وجود کے۔ جیسا کہ انھوں نے سمجھا ہے اور حلول و اتحاد کی طرف لے گئے ہیں۔ اگرچہ یہ مسئلہ توحید اگلے صوفیہ کے پاس بخوبی تحریر میں نہیں آیا تھا اور ملحوظ نہ تھا ان میں سے جو کوئی مغلوب الحال ہو جاتا تھا اس سے توحید کے باب میں اس قسم کے اتحاد نما کلمات سرزد ہو جاتے تھے اور غلبۂ سکر کی وجہ سے وہ اس کی (...) تہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اور ان تعبیروں اور اصطلاحوں کے ظاہر کو حلول و اتحاد کے مغالطہ فصل ۷
سے پاک نہیں کر سکتا تھا۔ جب حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ
تک نوبت پہنچی، انھوں نے کمالِ معرفت سے اس مشکل مسئلہ کو شرح
کر کے بیان کیا اور بابوں اور فصلوں میں اس کو تقسیم کیا اور صرف
و نحو کی طرح مدوّن کر دیا۔ اس کے باوجود طائفۂ صوفیہ میں سے
بعض نے اُن کی مراد کو نہ سمجھ کر ان کو خطا کی طرف منسوب کیا اور
ان پر طعن کیا۔ اس مسئلہ کی اکثر تحقیقات میں حضرت شیخ
حق پر ہیں اور ان پر طعن کرنے والے (صحت) صواب سے دور ہیں۔
اس مسئلہ کی تحقیق سے حضرت کی بزرگی اور ان کے علم کی زیادتی کا
اندازہ کرنا چاہیئے۔ نہ کہ ان پر طعن تشنیع کرنا چاہیئے .... اس
مسئلہ میں اس حقیر کے نزدیک جو بات (پسندیدہ) اور شانِ تقدیس
و تنزیہ کے مناسب ہے، وہ ہمہ از وست کی تعبیر ہے۔ یہ بھی ان معنوں
میں نہیں جس پر علماءِ ظاہر محدود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب کے خلق
کا صدور اسی سے ہے۔ اور پہلوؤں کے ساتھ یہ بات بھی سچی ہے۔
بلکہ اس کے علاوہ یہاں ایک اور تعلق بھی ہے جس کی طرف علمائے
ظاہر نے راہ نہیں پائی۔ اور صوفیہ کو اس کی دریافت کا امتیاز
حاصل ہے اور وہ اصل و ظل کا باہمی ارتباط اور رابطہ ہے۔
یعنی اگر ممکن کو وجود حاصل ہے تو وجودِ واجب تعالیٰ سے ہی حاصل
ہے اور اُسی کے وجود کا پرتو ہے۔ اسی طرح اگر حیات ہے تو
وہ بھی اُسی کی صفتِ حیات سے ظاہر ہوتی ہے اور اُسی کی حیاتِ
مقدسہ کا پرتو ہے۔ اسی پر علم و قدرت و ارادہ صفات کو قیاس

فصل ۷

کرو۔ پس صوفیہ کے مسلک کے مطابق، عالم حق تعالیٰ سے صادر بھی ہے اور اُس کے کمالات کا ظل بھی ہے اور اُسی کے منزّہ کمالات سے ظہور میں آیا ہے۔ مثلاً وہ وجود جو ممکن کو دیا گیا ہے وہ ایسا نہیں ہے جو خود سے الگ اور مستقل ہو۔ بلکہ وہ وجود واجب تعالیٰ کے وجود کا ظل و پرتو ہے۔ اسی طرح حیات و علم وغیرہ جو ممکن کو بخشے گئے ہیں اس قسم کے امور نہیں ہیں کہ انھوں نے صانع تعالیٰ سے استقلال کے ساتھ ثبوت پیدا کیا ہے۔ بلکہ صانع تعالیٰ سے ان کے صدور کے باوجود یہ سب حق تعالیٰ کے کمالات کے پرتو ہیں اور اُن کمالات کی صورتیں اور مثالیں ہیں۔ یہی اصل و ظل کا ربط ہے جس کی طرف صوفیہ نے ہدایت پائی ہے اور اسی ربط نے صوفیہ کو اعلیٰ علیین تک پہنچایا ہے اور اُن کو فنا بقا تک پہنچا کر ولایت خاصہ کو ثابت کیا ہے۔ چونکہ علماء ظاہر کو یہ دید میسر نہیں ہوئی اس لئے وہ فنا بقا سے بہرہ مند نہیں ہوئے اور نہ ولایت خاصہ سے متحقق ہوئے صوفیہ اپنے کمالات کو واجب تعالیٰ کے کمالات کے پرتو پاتے ہیں اور وجود اور تمام توابع وجود کو ان کمالات کا عکس جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے کمالات کا امانت دار دیکھتے ہیں اور اپنے کو ان کمالات کے آئینہ کے سوا کچھ نہیں پاتے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا

(بے شک اللہ حکم فرماتا ہے کہ اپنی امانتوں کو امانت والوں کے حوالہ کردو) کے حکم کے مطابق اس امانت کو امانت والے (اللہ) کے حوالہ کرتے ہیں اور ان کمالات کو اچھے ذوق کے ساتھ اصل کے حوالہ

فصل ۷

کرتے ہیں تو خود کو معدوم پاتے ہیں اور میت سمجھتے ہیں کیوں کہ جب وجود وحیات اپنے اصل کی طرف پھیر دیئے گئے تو عدم و میت ہی رہ گئے۔ اور فنا ثابت ہو گئی۔ مولانا روم فرماتے ہیں

چوں بدانستی تو او را از نخست ÷ سوئے آنحضرت نسب کردی درست

(جب تو نے جان لیا کہ اللہ ہی ازل سے موجود ہے تو تو نے اللہ کیطرف وجود کی صحیح نسبت کردی)

وانکہ دانستی کہ ظل کیستی ÷ فارغی گر مردی دگر زیستی

(جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا پرتو ہے تو اس کے بعد مرے یا جیئے ہر حال میں تو بآرام ہے)

یا اللہ میدانِ عبارت کی تنگی کے باعث وہ الفاظ و تعبیرات جو شرع میں وارد نہیں ہوئے ہیں اور جن کو ہم ظلیت وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ممکن کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کا ظل ہے اور اس کی صفات حق تعالیٰ کے صفاتِ کاملہ کے پرتو ہیں۔ ہم ان تعبیرات سے بہت ڈرتے اور کانپتے ہیں۔ لیکن چونکہ تیرے اولیاء نے مجھ سے پہلے اِن تعبیرات پر سبقت کی ہے اس لئے معافی کا امید وار ہوں۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔

(یا اللہ تو ہماری بھول چوک اور خطا کو نہ پکڑ)۔

مکتوب ۱۲۲ جلد سوم۔ سوال۔ تم نے اپنے رسالوں میں واجب اور ممکن کے درمیان اصل اور ظل کی نسبت ثابت کی ہے اور ممکن کو واجب کا ظل کہا ہے۔ اور واجب کے لئے وجود اصلی ثابت کیا ہے اور وجودِ ممکن کو اس کے ظل کے مانند لکھا ہے۔ اور بہت سے معارف اسی بنیاد پر قائم کئے ہیں۔ اگر اس اعتبار سے شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ بھی واجب تعالیٰ کو ممکن کی حقیقت کہتے ہیں تو اس پر کیا

اعتراض ہے اور کیوں انھیں ملامت کی جاتی ہے۔

فصل ۲

جواب۔ اس قسم کے علوم جو واجب اور ممکن کے درمیان کسی قسم کی نسبت کو ثابت کرتے ہیں، شریعت میں ان کے ثبوت کیلئے کچھ وارد نہیں ہوا ہے یہ سب سکر یہ معارف ہیں اور حقیقت معاملہ تک نہ پہنچنے کے باعث ہیں ع ممکن چہ بود کہ ظلِ واجب باشد (ممکن کی کیا حقیقت ہے کہ واجب کا ظل بنے)۔ اور واجب تعالیٰ کا ظل کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ ظل سے مثل کے پیدا ہونے کا گمان ہوتا ہے اور اس سے اصل میں کمال لطافت کے نہ ہونے کا شک پیدا ہوتا ہے۔ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالِ لطافت کی وجہ سے ظل (سایہ) نہ تھا تو خدائے محمدؐ کا سایہ و ظل کیسے ہو سکتا ہے۔ خارج میں بالذات و بالاستقلال حضرت ذات تعالیٰ اور اس کے آٹھ حقیقی صفات ہی موجود ہیں۔ باقی سب کچھ حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہوا ہے جو ممکن و مخلوق و حادث ہے۔ اور کوئی مخلوق اپنے خالق کا ظل نہیں۔ اور اس نسبت کے سوا کہ جس کی نسبت شریعت میں وارد ہے یعنی مخلوقیت کے سوا اور کوئی نسبت خالق تعالیٰ کے ساتھ وہ نہیں رکھتا۔ عالم کے ظل ہونے کا یہ علم سالک کو اس راہ میں بہت کام آتا ہے اور اس کو کھینچ کر اصل کی طرف لے جاتا ہے۔ اور جب محض فضل و عنایت سے ظلال کے منازل کو طے کر کے اصل تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے محض فضل سے معلوم کر لیتا ہے کہ یہ اصل بھی ظل کا حکم رکھتا ہے اور مطلوب بننے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ اس پر امکان کا داغ لگا ہے۔ مطلوب تو ادراک کے احاطہ اور

وصل اور اتصال سے ماوراء ہے۔

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار　　کہ پیدا نشد تختۂ بر کنار　　فصل؎

مکتوب ۹۵ جلد سوم .... حق سبحانہٗ تعالیٰ ہمیشہ اپنی تنزیہ و تقدیس پر ہے۔ اور حدوث کے صفات اور نقص کے نشانات سے منزہ و مبرا ہے۔ حق تعالیٰ میں تغیر و تبدل کو دخل نہیں۔ اور اس بارگاہِ اعلیٰ میں اتصال و انفصال کی گنجائش نہیں۔ اور وہاں حالیت و محلیت کی تجویز کفر ہے اور عینیت و اتحاد کا حکم کرنا عین الحاد و زندقہ ہے۔ حق تعالیٰ کے خاص بندے اس بارگاہ میں خواہ کتنا ہی قرب و وصل حاصل ہو پھر بھی ایک جسم کا دوسرے جسم سے قرب اور جوہر سے عرض کے اتصال پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ وہاں قرب بھی بے چوں ہے اور وصل بھی بے چوں ہے۔ ان بزرگوں کا جملہ کاروبار حضرت جل شانہٗ میں عالم بے چونی سے ہے۔ اور عالم چوں کو عالم بے چوں کے ساتھ وہی نسبت ہے جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ممکن ہے اور یہ واجب۔ نیز عالمِ چوں زمان و مکاں کی تنگی میں محدود ہے اور عالم بے چون اس تنگی سے آزاد ہے اور زمان و مکاں سے وراء الوراء ہے۔ ہاں عبارت و تعبیر کا میدان عالمِ چوں میں وسیع ہے اور عالمِ بے چوں میں تنگ و تاریک کیونکہ وہ عبارت سے برتر اور اشارہ سے بعید ہے (یعنی کسی عبارت و اشارت میں نہیں بیان کیا جا سکتا) ارحم الراحمین نے اپنے خاص بندوں کو بے چونی کا حصہ دے کر عالمِ بے چون میں داخل کیا ہے۔ اور بے چونی کے معاملات سے مشرف کیا ہے۔ اگر بالفرض اس بے چون کو چون کے ساتھ تعبیر کریں تو

فصل ۷

وہ اس سے بھی بعید تر ہے کہ بالغ لوگ نابالغوں کے آگے جماع کی لذت کو قند و شکر کی لذت سے تعبیر کریں۔ حالانکہ یہ دونوں لذتیں ایک ہی عالم چون کی ہیں۔ لیکن وہ تعبیر و معبّر دو مختلف عالموں سے ہے۔ پس اگر کوئی شخص بے چون کی تعبیر چون سے کرے اور بے چون پر چون کا حکم لگائے تو وہ طعن وطرد اور الحاد و زندقہ سے متہم ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اُن اسرار کا دقیق اور گہرا ہونا عبارت اور تعبیر کی وجہ سے ہے نہ کہ اس کے تحقق و حصول کی وجہ سے۔ کیونکہ ان اسرار کا حصول و تحقق کمالِ ایمان ہے۔ اور بے چون کو چون کی عبارات میں تعبیر کرنا عین الحاد و کفر ہے۔ من عرف اللّٰہ کل لسانہ (جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کی زبان بند ہو گئی) پر عمل کرنا چاہیئے۔

مکتوب ۱۲۱ جلد سوم .... یہ سُکر کے بقایا ہی کا نتیجہ ہے کہ اسرار کے ظاہر کرنے کو جائز سمجھا جاتا ہے .... جہاں صحو خالص ہے وہاں اسرار کا اظہار کفر ہے .... صحو میں سُکر کا بقیہ نمک کے مانند ہے جو طعام کا مصلح ہے۔ اگر نمک نہ ہو تو کھانا بے مزہ بیکار ہوتا ہے۔

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے ؎ چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنودے

(اگر عشق اور غم عشق نہ ہوتا تو ایسی باریک باتیں کون کہتا کون سنتا)

مکتوب ۹۵ جلد سوم .... اُن اسرار کے بارے میں جو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہیں .... وہ کاروبار جو اس ولایت سے وابستہ ہے اگر اس میں سے تھوڑا

سا بھی ظاہر کیا جائے۔ یا وہ معاملات جو ان دونوں ولایتوں (ولایت محمدی و ولایت موسوی۔ نسبت محبوبی و نسبت محبّی) کے ساتھ متعلق ہیں۔ اگر اشارہ کے طور پر بھی اِن کا کچھ بیان کیا جائے تو رگِ (کھانے کی نالی اور حلق کی رگ) کاٹ دی جائے یعنی قتل کردیا جائے گا۔ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ نے بعض اُن علوم کے اظہار کے بارے میں جو حضرت پیغمبر علیہ السلام سے حاصل کئے تھے کھانے کی نالی کا لفظ استعمال فرمایا تو اوروں کا ذکر ہی کیا۔ یہ حق تعالیٰ کے پوشیدہ اسرار ہیں جو اپنے خاص خاص بندوں پر ظاہر فرماتا ہے اور نامحرموں کو اس کے گرد پھٹکنے نہیں دیتا۔ حضرت خاتم الرسل علیہ السلام نے جو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں کمالِ معرفت و قدرت سے ان اسرار کو حضرت ابوہریرہ رضؓ وغیرہ سے بیان فرمایا۔ اور سننے والوں کی صلاحیت و قابلیت کے مدنظر ان نایاب موتیوں کو ان پر نچھاور کیا۔ لیکن مجھ جیسا بے سروساماں مفلس اِن اسرار کے ذکر و اظہار سے لرزتا ہے اور خوف کھاتا ہے اور اپنی اِس خرابی اور آوارگی سے ان بلند مطالب کے ساتھ کسی طرح اپنی مناسبت نہیں پاتا۔ لیکن جانتا ہے کہ

ع بر کریماں کارہا دشوار نیست

(اہل کرم پر کوئی کام مشکل نہیں)

فصل ۶

حضرت سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ

قال سھل تستری رضؓ یا مسکین کان ولم تکن فرماتے ہیں کہ اے مسکین خدائے تعالیٰ موجود تھا اور تو نہ تھا اور

فصل ۳

وہ اس سے بھی بعید تر ہے کہ بالغ لوگ نابالغوں کے آگے جماع کی لذت کو قند و شکر کی لذت سے تعبیر کریں۔ حالانکہ یہ دونوں لذتیں ایک ہی عالم چون کی ہیں۔ لیکن وہ تعبیر و معبّر دو مختلف عالموں سے ہے۔ پس اگر کوئی شخص بے چوں کی تعبیر چون سے کرے اور بے چون پر چون کا حکم لگائے تو وہ طعن و طرد اور الحاد و زندقہ سے متہم ہو گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اُن اسرار کا دقیق اور گہرا ہونا عبارت اور تعبیر کی وجہ سے ہے نہ کہ اس کے تحقق و حصول کی وجہ سے۔ کیونکہ ان اسرار کا حصول و تحقق کمالِ ایمان ہے۔ اور بے چون کو چون کی عبارات میں تعبیر کرنا عین الحاد و کفر ہے۔ من عرف اللہ کل لسانہ (جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کی زبان بند ہو گئی) پر عمل کرنا چاہیئے۔

مکتوب ۱۲۱ جلد سوم .... یہ سُکر کے بقایا ہی کا نتیجہ ہے کہ اسرار کے ظاہر کرنے کو جائز سمجھا جاتا ہے .... جہاں صحو خالص ہے وہاں اسرار کا اظہار کفر ہے .... صحو میں سُکر کا بقیہ نمک کے مانند ہے جو طعام کا مصلح ہے۔ اگر نمک نہ ہو تو کھانا بے مزہ بیکار ہوتا ہے۔

گر عشق نہ بودے و غم عشق نبودے ؛ چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنودے

(اگر عشق اور غم عشق نہ ہوتا تو ایسی باریک باتیں کون کہتا کون سنتا)

مکتوب ۹۵ جلد سوم .... اُن اسرار کے بارے میں جو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہیں ....
وہ کاروبار جو اس ولایت سے وابستہ ہے اگر اس میں سے تھوڑا

فصل ع

سا بھی ظاہر کیا جائے۔ یا وہ معاملات جو ان دونوں ولایتوں (ولایت محمدی و ولایت موسوی۔ نسبت محبوبی و نسبت محبی) کے ساتھ متعلق ہیں۔ اگر اشارہ کے طور پر بھی اِن کا کچھ بیان کیا جائے تو رگِ (کھانے کی نالی اور حلق کی رگ) کاٹ دی جائے یعنی قتل کر دیا جائے گا۔ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بعض اُن علوم کے اظہار کے بارے میں جو حضرت پیغمبر علیہ السلام سے حاصل کئے تھے کھانے کی نالی کا لفظ استعمال فرمایا تو اوروں کا ذکر ہی کیا۔ یہ حق تعالیٰ کے پوشیدہ اسرار ہیں جو اپنے خاص خاص بندوں پر ظاہر فرماتا ہے اور نامحرموں کو اس کے گرد پھٹکنے نہیں دیتا۔ حضرت خاتم الرسل علیہ السلام نے جو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں کمالِ معرفت و قدرت سے ان اسرار کو حضرت ابو ہریرہ رض وغیرہ سے بیان فرمایا۔ اور سننے والوں کی صلاحیت و قابلیت کے مدنظر ان نایاب موتیوں کو ان پر نچھاور کیا۔ لیکن مجھ جیسا بے سروساماں مفلس اِن اسرار کے ذکر و اظہار سے لرزتا ہے اور خوف کھاتا ہے اور اپنی اِس خرابی اور آوارگی سے ان بلند مطالب کے ساتھ کسی طرح اپنی مناسبت نہیں پاتا۔ لیکن جانتا ہے کہ

ع　　بر کریماں کارہا دشوار نیست

(اہل کرم پر کوئی کام مشکل نہیں)

حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ

قال سہل تستری رض یا مسکین کان ولم تکن　　فرماتے ہیں کہ اے مسکین خدائے تعالیٰ موجود تھا اور تو نہ تھا اور

ویکون ولاتکون فلما کنت الیوم صرت تقول انا وکن الاٰن کما لم تکن فانہ الیوم کما کان

فصلؒ

وہ ہوگا اور تو نہ ہوگا آج جو تو ہو گیا تو کہنے لگا میں تو اب بھی ایسا ہی ہو جا جیسا پہلے نہیں تھا کیونکہ آج ویسا ہی وقت ہے جیسا پہلے تھا۔

حضرت شیخ ابوالحسن مغربی شاذلی رضی اللہ عنہ

انا لانری مع الحق من الخلق احداً وانکان ولابد فکالھباء فی الھواء ان فتشہ لم تجد شیئاً

نفحات الانس ص ۶۰۶

ہم خدا کے ساتھ کسی مخلوق کو کچھ بھی نہیں دیکھتے اور اگر ضروری ہو تو ایسا دیکھتے ہیں جیسا کہ ایک ذرہ ہوا میں ہوتا ہے اگر اس کی تفتیش کرو تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبندی رضی اللہ عنہ

یاایھاالذین اٰمنوا اٰمنو باللہ (اے ایمان والو! اللہ پر ایمان لاؤ) ارشاد ہے اس بات میں کہ ہر پلک میں وجودِ طبیعی کی نفی کرنی چاہیئے اور واجب الوجود تعالیٰ کا اثبات کرنا چاہیئے کیونکہ وجودک ذنب لایقاس بھا ذنبٌ (تیرا وجود گناہ ہے جس کے برابر کوئی گناہ نہیں سمجھا جا سکتا)۔

(از ملفوظات حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ)

فصل۲

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ

معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی موجود و موثر مطلق نہیں ہے چاہیئے کہ جملہ ذوات وصفات وافعال کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کے ساتھ محو اور ناچیز جانے۔ جہاں کہیں علم وارادت وسماعت وبصارت پائے ان کو اللہ تعالیٰ کے علم وارادت وقدرت کے آثار کے اثر سے جانے۔

(عوارف المعارف)

حضرت غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ

ایک روز فرمایا کہ جو شخص دوست (اللہ) کی یاد کے ساتھ ہمیشہ اٹھتا ہے سعادت کے میدان میں نجات حاصل کرتا ہے۔ خود کے حال سے فانی اور دوست کے مشاہدہ سے باقی ہوتا ہے۔ اور حق تعالیٰ اس کے اعمال کا متولی ہوتا ہے اور اس شخص کو اپنے پر اختیار اور غیر سے قرار نہیں ہوتا (از ملفوظاتِ خواجہ)

فرمایا کہ جس وقت میں اپنے پوست سے باہر نکلا عاشق و معشوق اور عشق کو ایک ہی دیکھا۔ فرمایا عارف کی ہمت حق ہی ہوتی ہے اور حق سے کسی غیر کی طرف نہیں پھرتا ہے۔ اور فرمایا صادق وہی ہے جس کے قبضہ میں کوئی چیز نہ ہو اور وہ خود بھی (اللہ کے سوا) کسی شخص کے قبضہ میں نہ ہو

(از رسالہ حالات خواجہ)

فصل ۷

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہٗ

شھدت بان اللہ لاشئ غیرہ۔ ان کل مکلف مامور بمعرفت اللہ تعالےٰ ومعنے المعرفت ان یعلم المعلوم علےٰ ماھو علیہ بحیث لایخفیٰ علیہ من صفات المعلوم شئ لاباالظن والتقلید لایحصل العلم والمعرفت لان معنے الظن تجویزالامرین احدھما ظھرعن الاخرہ ومعنے التقلید قبول قول من لایدری ما قال وذٰلک لایکون علما۔

(میزان التوحید)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہے اور نہیں ہے (موجود) کوئی شئے اس کی غیر۔ ہر مکلف معرفت الٰہی کے لئے مامور ہے۔ اور معرفت کے معنی ہیں معلوم کو ویسا ہی جاننا جیسا کہ وہ ہے تاکہ اس کے صفات سے کوئی صفت مخفی نہ رہے ظن اور تقلید سے کوئی علم معرفت حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے کہ معنیٔ ظن جائز رکھتا ہے دو امروں سے ایک امر کو جو ظاہر تر ہو دوسرے امر سے۔ اور تقلید کے معنی ہیں کسی کی بات کو مان لینا بغیر سمجھے اس کے کہ وہ کیا کہتا ہے اور کہاں سے کہتا ہے، علم ِمعرفت کے لئے ظن و تقلید کافی نہیں ہے۔

فصل ۷

حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

والرابعۃ ان لا یری فی الوجود الا واحداً"

(توحید کا) چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ وجود میں سوا ذات واحد یکتا کے اور کسی کو کو نہ دیکھے۔

والرابع موحد بمعنی انہ لم یحضر فی شہودہ غیر الواحد فلا یری الکل من حیث انہ کثیر بل من حیث انہ واحد وھذہٖ ھی الغایۃ القصوے فی التوحید

اور یہ چوتھا اس نظر سے موحد ہے کہ اس کے مشاہدے میں بجز واحد یکتا کے اور کوئی نہیں آتا وہ سب کو کثرت کی راہ سے نہیں دیکھتا بلکہ وحدت کی راہ سے اور یہی توحید کی انتہائی منزل ہے۔

مجرد الاعتقاد من غیر کشف کثیر النفع بالاضافۃ الی مجرد نطق اللسان ناقص القدر بالاضافۃ الی الکشف والمشاھدۃ التی تحصل بانشراح الصدر وانفساحہ واشراق نور الحق فیہ۔

صرف اعتقاد بدون کشف کے زبانی قول کی نسبت بہت مفید ہے مگر کشف و مشاہدہ کی نسبت جو سینے کی کشادگی اور نور حق کی اس میں تابش سے حاصل ہوتا ہے اس کی قدر کم ہے۔

فصل ۷

ونقول ههنا نظران نظر بعين التوحيد المحض و هذا النظر يعرف ذلك قطعًا انه الشاكر وانه المشكور وانه المحب وانه المحبوب وهذا النظر من عرف انه ليس في الوجود غيره و ان كل شئ هالك الا وجهه وان ذالك صدق في كل حال ازلاً وابداً

(اس باب میں دو اعتبار ہیں) ایک اعتبار تو صرف توحید اور وحدت وجود کا ہے جس سے یقینی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاکر اور مشکور محب اور محبوب ایک ہی چیز ہے اور یہ نظر ایسے لوگوں کی ہے جو جانتے ہیں کہ سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کوئی معبود نہیں کل شئ ھالک الا وجھہ ان کے دل میں ٹھنی ہے اور اس بات کو ہر حال میں ہر زمانہ میں ازلاً اور ابداً سچ جانتے ہیں۔

اى فنا عن نفسه وعن غير الله فلم ير الا الله تعالیٰ فمن لم يفهم هذا ينكر عليهم ويقول كيف فنى وطول ظله اربعة اذرع ولعله ياكل فى كل يوم ارطالاً من الخبز فيضحك عليهم الجهال لجهلهم بمعانى كلامهم

سالک اپنے نفس اور غیر اللہ سے فانی ہو کر سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کچھ نہیں دیکھتا جس شخص کی فہم میں یہ بات نہیں آتی وہ اس حالت کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بھلا جس شخص کا سایہ چار ہاتھ لمبا ہو اور دن بھر میں سیروں روٹیاں چٹ کر جاتا ہو وہ فنا کیسے ہو جاتا ہے اور

وضرورۃ قول العارفین
ان یکونوا ضحکۃ للجاھلین
والیہ الاشارۃ لقولہ
تعالیٰ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا
کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
یَضْحَکُوْنَ وَاِذَا مَرُّوْا بِھِمْ
یَتَغَامَزُوْنَ وَاِذَا انْقَلَبُوْا
اِلٰٓی اَھْلِھِمُ انْقَلَبُوْا فَکِھِیْنَ
وَاِذَا رَاَوْھُمْ قَالُوْٓا اِنَّ
ھٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ وَمَا
اُرْسِلُوْا عَلَیْھِمْ حٰفِظِیْنَ ط
ثُمَّ بَیَّنَ ان ضحک العارفین
عَلَیْھِمْ غداً اعظم اذ قال
اللّٰہ تعالیٰ فالیوم الذین
اٰمنوا من الکفار یضحکون
علی الارائک ینظرون۔

النظر الثانی نظر لم یبلغ
الی مقام الفنا عن نفسہ
وھؤلاء قسمان قسم لم

فصل ۷

باتیں جہالت کی کہہ کر اُن پر
ہنستے ہیں اُن کی تقریر کے معانی
نہیں سمجھتے عارفوں کے لئے یہ بھی
ضرور ہے کہ جاہلوں کے لئے باعث
خندہ بنیں اور اسی کی طرف اشارہ
ہے اس آیت میں وہ جو گناہ گار
ہیں وہ تھے ایمان والوں پر ہنستے
اور جب گزرتے اُن کے پاس سے
تو آپس میں اشارے کنائے کرتے
اور جب پھر کر جاتے اپنے گھر اور
جب ان کو دیکھتے کہتے بے شک
یہ لوگ بہک رہے ہیں حالانکہ
وہ (ہنسنے والے) ان پر نگہبان
بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ وہ پھر فرمایا
کہ عارفوں کا ہنسنا کل کو ان کے
خندہ سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ ارشاد
ہے کہ آج ایمان والے منکروں
پر ہنستے ہیں تخت پر بیٹھے دیکھتے ہیں۔
دوسرا اعتبار یہ ہے کہ وجود کی
طرف نظر مذکورہ بالا سے نہ دیکھا
جائے پس جو لوگ اس رتبہ پر

فصل ۷

یثبتوا الا وجودا نفسهم
وانکروا ان یکون لهم
رب یعبد وھو لاالٰہھم
العمیان المنکوسون
وعماھم فی کلتا العینین
لانھم نفوا ماھو الثابت
تحقیقاً وھوالقیوم الذی
ھو قائم بنفسه وقائم
علیٰ کل نفس بما کسبت وکل
قائم فقائم بہ ولم یقتصروا
علےٰ ھذا حتیٰ اثبتوا
انفسھم ولو عرفوا
لعلموا انھم من حیث ھم
ثبات لھم ولا وجود لھم
وانما وجودھم من حیث
اوجدوا لامن حیث
وجدوا وفرق بین الموجود
وبین الموجد ولیس فی
الوجود الاموجود واحد
وموجد فالموجود حق
والموجد باطل من حیث

نہیں پہونچے ان کی دو قسمیں ہیں
ایک قسم تو وہ ہے کہ اپنے وجود کے
سوا اور کسی کو موجود ہی نہیں مانتے
اور اس بات کو برا جانتے ہیں کہ
ان کا کوئی معبود ہو ایسے لوگ
بالکل اوندھے اور دونوں آنکھوں
کے اندھے ہیں اوندھے اور
لئے اس جہت سے ہیں کہ جو چیز
کہ تحقیقاً ثابت تھی یعنی ذات قیوم
کہ قائم بالذات ہے اور ہر شخص کے
اعمال کا قائم رکھنے والا ہے اور
جتنی چیزیں موجود ہیں وہ سب اسی
کے باعث موجود ہیں اس کو نہ جانا۔
اور ان لوگوں نے اسی پر اختصار
نہ کیا بلکہ اس کے مقابل میں اپنے
نفسوں کو قائم بالذات ٹھہرایا
ان کو... اگر سوچتے تو معلوم ہوتا
کہ نہ کچھ قیام ہے نہ وجود۔ ان کا
وجود اس لئے ہے کہ دوسرے نے
ان کو ایجاد فرمایا ہے اپنے آپ سے
موجود نہیں ہوئے اور ظاہر ہے کہ

هو هو والموجود قايم و
قيوم والموجد هالك
وفان واذا كان كل من
عليها فان فلا يبقى الا
وجه ربك ذو الجلال
والاكرام

موجود اور ایجاد کی ہوئی چیزوں
میں بہت فرق ہے اور موجود
دو ہی چیزیں ہیں یا موجودِ یکتا
یا ایجاد کی ہوئی اشیائ جن میں سے
موجود حق ہے اور ایجاد کی ہوئی
چیزیں بذات خود باطل اور موجود
حقیقی قائم اور قیوم ہے اور ایجاد کی ہوئی چیزیں ہالک و فانی ہیں یہاں
تک کہ جب کوئی بھی نہ رہے گا تب ذات پاک ہی رہے گی۔

الفريق الثاني ليس بهم عمى
ولكن بهم عور لانهم
يبصرون باحدى العينين
وجود الموجود الحق فلا
ينكرونه والعين الاخرى
ان ثم عماها لم يبصر بها
فنا غير الموجود الحق
فاثبت موجودا اخر
مع الله تعالى وهذا
مشرك تحقيقا كما ان
الذي قبله جاحد
تحقيقا فان جاوز حد
العمى الى العمى ادرك

دوسری قسم کے لوگ اندھے تو نہیں
مگر کانے ہیں یعنی ایک آنکھ سے
وجودِ موجودِ حقیقی کا دیکھتے ہیں
اور اسی کے منکر نہیں مگر دوسری
آنکھ اگر بالکل چوپٹ ہوئی تو یہ
نہیں سوجھا کہ سوائے موجود
برحق کے اور سب فانی ہیں اسی
لئے اللہ تعالی کے ساتھ دوسرے
کو بھی موجود ثابت کرتے ہیں
یہ لوگ مشرک ہیں جیسے کہ اول
(والے) منکر تھے اور اگر دوسری
آنکھ میں کچھ بینائی ہوئی تو اندھے
ہوئے تو اس بینائی کے باعث

فصل ۷

تفاوتا بين الموجودين
فاثبت عبدا وربا فبهذا
القدر من اثبات التفاوت
والبعض من الوجود الاخر
دخل في حد التوحيد ثم
ان كحل بصره بما يزيد
في انواره فيقل عمشه
وبقدر ما يزيد في بصره
يظهر له نقصان ما اثبته
سوى الله تعالى فان
بقي في سلوكه كذالك فلا
يزال يقضي به النقصان
الى المحو فيعمى عن رؤيته
ما سوى الله فلا يرى
الا الله فيكون قد بلغ
كمال التوحيد وحيث
ادرك نقصانا في وجود ما
سوى الله تعالى دخل
في اوايل التوحيد و
بينهما درجات لا تحصى
فيها تتفاوت درجات

دونوں موجودوں میں فرق ثابت
کرتے ہیں ایک کو رب ایک کو بندہ
کہتے ہیں اور اس قدر تفاوت ثابت
کرنے اور دوسرے موجود کو ناقص
سمجھنے سے حد توحید میں داخل ہوجاتے
ہیں گو پورے موحد نہیں ہوتے پھر
اگر آنکھ میں سرمہ لگایا جائے
اور چندھا پن کم ہو تو جتنا نور
آنکھ کا بڑھتا جاوے گا اتنا ہی
وجود ماسوائے اللہ کا کم ہوتا
جاوے گا اور سلوک راہ معرفت
میں یہی حال اگر رہا تو کم ہوتے
ہوتے دوسرا وجود محو ہو جاوے
گا اور خدا کے سوا کچھ نہ سوجھے گا
اس وقت پوری توحید کا رتبہ
حاصل ہوگا اور جہاں سے دوسرے
وجود کو ناقص سمجھا تھا وہ ابتدائی
توحید تھی اور ان دونوں مرتبوں
کے درمیان میں درجات بے انتہا
ہیں اور اسی سے درجات موحدین
کے مختلف ہوتے ہیں اور جس سرمہ

الموحدین وکتب اللہ المنزلۃ علی سنۃ رسلہ ھی الکحل الذی بہ یحصل انوار الابصار۔

سے کہ نورِ بصر زیادہ ہوتا ہے وہ خدا کی کتابیں ہیں جو اپنے رسولوں پر نازل کی ہیں۔

فصل ۷

والانبیاء ھم الکحالون قد جاؤا داعین الی التوحید المحض وترجمتہ قول۔ لا الٰہ الا اللہ و معناہ ان لا یریٰ الا الواحد الحق۔ الخ

اور پیغمبر سرمہ لگانے والے ہیں کہ سب کو توحید محض کی طرف لے جاتے ہیں جس کا مضمون لا الٰہ الا اللہ میں موجود ہے یعنی اس کلمہ طیبہ کے معنی یہ ہیں کہ سوائے خدائے تعالیٰ واحد برحق کے اور کچھ نہ دیکھے۔ الخ

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہٗ

لا تطمع ان تدخل فی زمرۃ الروحانیین حتی تعادی جملتک وتباین جمیع الجوارح والاعضاء وتنفرد عن وجودک وحرکاتک وسکناتک وسمعک وبصرک و کلامک وبطشک وسعیک

فرمایا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے روحانیوں کی جماعت میں داخل ہونے کی آرزو مت کر یہاں تک کہ تو اپنے تمام وجود کا دشمن ہو جائے اور اپنے تمام اعضاء وجوارح سے جدا اور اپنی ہستی سے علیحدہ وتنہا ہو جائے اور اپنے حرکات وسکنات اور

فصل

وَعملك وعقلك وجميع
ماكان منك قبل وجود
الروح فيك وما اوجد
فيك بعد نفخ الروح
لان جميع ذالك حجابك
عن ربك فاذا صرت
روحًا منفردة سر السّر
وغيب الغيب مباينا
الاشيا في سرك جلّ
متخذ الكل عدوّا وحجابًا
وظلمة كما قال ابراهيم
الخليل عليه الصلوٰة
والسّلام فانهم عدوّ لي
الّا رب العالمين وقال
ذالك للاصنام فجعل
انت جملتك واجزاءك
اصنامًا مع ساير الخلق ولا
تطع شيئًا من ذالك
ولا تتبعه جملته فح تومن
على الاسرار والعلوم
لدُنيته وغرائبها

سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے اور پکڑنے
اور چلنے اور اپنے عمل اور اپنی
عقل اور تمام اس چیز سے جو
تجھ میں روح سے پہلے موجود تھی
اور جو کچھ روح کے پھونکے جانے
سے بعد میں نمودار ہوئی سب سے
تنہا ہو جائے کیونکہ یہ سب تیرا
پردہ ہیں تیرے خدا عز وجل
سے پس جب تو نری روح ہو جائے
اور سر السر وغیب الغیب تو
ہو جائے گا اشیاء سے الگ ظاہر
وباطن میں پس حجاب اور ظلمت
کو دشمن سمجھ جس طرح پر کہ حضرت
ابراہیم ع نے فرمایا فانهم عدو
لی الا رب العالمین وہ
سب میرے دشمن ہیں سوائے خدا
رب العالمین کے ......
.... حضرت
ابراہیم نے بتوں کی بابت کہا تھا
پس تو اپنے تمام وجود اور اپنے
تمام اجزاء کو تمام مخلوقات کے

وترد عليك التكوين
وخرق العادات التي
هي من قبيل القدرة
التي تكون للمومنين
في الجنة فتكون في هذه
الحالة كانك احييت بعد
الموت في الاخرة فتكون
كليتك قدرة تسمع بالله
وتبصر بالله وتنطق
بالله وتبطش بالله
وتسعى بالله وتعقل
بالله وتطمئن وتسكن
بالله فتعمى عما سواه
تصم عنه فلا ترى لغيره
وجودا معه حفظ الحدود
ولزوم الاوامر والنواهي
فان انخرم فيك شيء من
الحدود فاعلم انك مفتون
متلاعب بك الشياطين
فارجع الى حكم الشرع
والزمه ودع عنك

فصل

بت تصور کرے اور ان میں سے
کسی چیز کی فرماں برداری نہ
کرے اور اس کے طرف التفات
تک نہ کرے پس اس وقت تو
اسرار اور علوم لدنیہ اور اس کے
عجائبات پر امین کیا جاوے گا
اور تجھ کو کرامتیں عطا فرمائی
جائیں گی خوارق عادات اس
سے ظاہر ہوں گے جو کہ از قسم
ان قدرتوں کے ہیں جو اہل ایمان
کو جنت میں عطا ہوں گی پس
تو اس حالت میں ایسا ہوگا کہ
گویا مرنے کے بعد قیامت کے
دن زندہ کیا گیا ہے پس تجھے
سب کچھ قدرت ہو جاوے
گی تو اللہ کے ساتھ سنیگا اللہ ہی کے
ساتھ دیکھے گا اور اللہ ہی کے
ساتھ بولے گا اللہ ہی کے ساتھ
پکڑے گا اللہ ہی کے ساتھ چلے گا
اللہ ہی کے ساتھ سمجھے گا اللہ ہی
کے ساتھ اطمینان اور سکون

فصل ۲

"الھوس کل حقیقۃ لا یشھد لھا الشرع فھی زندقۃ"
(فتوح الغیب)

حاصل کرے گا سو تو اس کے ماسوا سے اندھا اور بہرہ ہو جائے گا پس تو اس کے غیر کا وجود نہیں دیکھے گا باوجود حدوں کی حفاظت کرنے اور امر و نہی کے لازم پکڑنے کے پس اگر تجھ سے حدوں میں سے کوئی ٹوٹ جائے تو جان لے کہ تو فتنے میں ڈالا گیا ہے شیطان تجھ سے کھیلتے ہیں پس تو شرع کے حکم کی طرف رجوع کر اور اس کو لازم پکڑ اور ہوس کو اپنے پاس سے دور کر دے کیونکہ جس حقیقت کی شریعت شہادت نہ دے وہ زندقہ اور الحاد ہے۔ (فتوح الغیب)

قال اللہ تعالیٰ یا غوث الاعظم ما ظہرت کظھوری فی الانسان سألت یا رب ھل لک اکل وشرب قال لی یا غوث الاعظم اکل الفقیر اکلی وشربہ شربی ثم سألت یا رب من ای شیء خلقت الملئکۃ قال خلقت الملئکۃ من نور الانسان وخلقت الانسان من نور ذاتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے غوث الاعظم میرا ظہور اور کسی چیز میں ایسا نہیں جیسا کہ انسان میں میں نے پوچھا کہ اے میرے مولا کیا تیرے لئے کھانا پینا بھی ہے خدا نے فرمایا کہ اے غوث الاعظم فقیر ہی کا کھانا میرا کھانا ہے اور اس کا پینا میرا پینا ہے پھر میں نے سوال کیا کہ اے میرے رب تو نے فرشتوں کو کس چیز سے بنایا خدا نے فرمایا کہ میں ملائکہ کو انسان کے نور سے اور انسان کو اپنے نور ذات سے خلق کیا۔

یاغوث الاعظم جعلت الانسان مطیتی وجعلت سائر الاکوان مطیتہ

اے غوث الاعظم میں نے انسان کو اپنی سواری بنایا ہے اور تمام دنیا کو اس کی سواری۔

یاغوث الاعظم الانسان سری وانا سرہ ولو عرف الانسان منزلتہ عندی لیقول فی کل نفس من الانفاس انا الملک لا ملک الا انی۔

اے غوث الاعظم انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں انسان کی جو قدر و منزلت میرے نزدیک ہے اگر اسے معلوم ہو جائے تو ہر وقت یہی صدا دے کہ میں مالک ہوں اور میرے سوا اور کوئی مالک نہیں۔

حضرت امام الائمہ شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ

ان اللہ تعالیٰ یقول کنت سمعہ الذی یسمع بہ بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یسعی بھا فذکر ان ھویتہ ھی عین الجوارح التی ھی عین العبد فھویتہ واحدۃ و الجوارح مختلفۃ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی سمع ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی بصر ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور میں اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے پس اسی حدیث میں مذکور ہے کہ حق تعالیٰ

کی ہویت ان جوارح کی عین ہے اور یہ جوارح بندہ کی عین ہیں پس ہویت ایک ہی ہے اور جوارح مختلف ہیں۔

فصلِ ۲

فالقرب الالٰہی من العبد لاخفاء بہ فی الاخبار الالھیۃ فلا قرب اقرب من ان یکون ھویتہ عین اعضاء العبد و قواہ لان عینہ تعالیٰ بعینہ موجودۃ فی کل صغیر وکبیر ولیس العبد سوی ھذہ الا عضاء والقوی فھو حق مشھود فی خلق متوھم فالخلق معقول والحق محسوس مشھود عند المومنین واھل الکشف والوجود الخ	پس اخبار الٰہی میں خدا کے بندہ کے ساتھ قریب ہونے میں کوئی خفا و استتار نہیں ہے اور کوئی قرب اس سے زیادہ نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کی ہویت بندہ کے اعضا کی عین ہو اور بندہ بھی اعضا اور قویٰ ہے اور اس کے سوائے وہ دوسری چیز نہیں ہے پس وہی حق ہے اور خلق موہوم میں حق مشہود ہے پس خلق معقول ہے اور حق تعالیٰ محسوس و مشہود ہے مومنین اور اہلِ کشف و وجدان کے نزدیک۔
فمن عرف ان الحق عین الطریق عرف الامر علی ما ھو علیہ فانّ فیہ جلّ وعلا یسلک	پس جس نے جان لیا کہ حق تعالیٰ عین طریق ہے اس نے اصل امر کو اصلی طور سے پہچان لیا کیوں کہ اسی ذات جل وعلا میں وہ چلتا ہے

ولیسا فراذ لا معلوم الّا هو وهو عین السالك والمسافر فلا عالم الّا هو فمن انت فاعرف حقیقتك وطریقتك فقد بان لك الامر علی لسان الترجمان ان فهمت وهو لسان حق فلا یفهمه الّا من فهمه الحق فان للحق نسبًا كثیرة ووجوهًا مختلفة الخ

اور سفر کرتا ہے اس لئے وہی معلوم ہے اور وہی عین سالک و مسافر ہے پس عالم بھی سوا اس کے اور چیز نہیں ہے۔ اب تم کون ہو اپنی حقیقت پہچانو اور اپنا راستہ جانو کیونکہ اصل الامر تم کو ترجمان الحق کے زبان سے ظاہر ہو گیا ہے اگر تم نے سمجھ لیا ہے اور وہ ترجمان الحق کی زبان صحیح ہے اور اس کو وہی سمجھے گا جس کو حق تعالیٰ سمجھاوے کیوں کہ حق تعالیٰ کی بہت نسبتیں ہیں اور اس کے مختلف حیثیات ہیں۔

فصل ۴

تحققنا بالمفهوم وبالاخبار الصحیحة انه عین الاشیاء والاشیاء محدودة فهو محدود بحد كل محدود فما یحد شئ الّا وهو حد للحق فهو السارى فی مسمی المخلوقات والمبدعات ولو لم یكن الامر كذالك

ہم نے اس کے مفہوم اور حدیث صحیح سے یقیناً جان لیا کہ وہ (اللہ تعالیٰ) اشیاء کا عین ہے اور اشیاء محدود ہیں اور اگرچہ مختلف ہیں حدود اشیاء کے پس وہ ہر محدود کی حد سے محدود ہے اور جب کسی شئے کی حد ہوتی ہے تو وہ حق تعالیٰ ہی کی حد ہے اور

فصل؛

ماصح الوجود فھو عین الوجود فھو علی کل شئی حفیظ بذاتہ ولا یؤدہ حفظ شئی فحفظہ للاشیاء کلھا حفظہ لصورتہ عن ان یکون الشئی علی غیر صورتہ ولا یصح الا ھذا فھو الشاھد من الشاھد والمشھود فالعالم صورتہ وھو روح العالم المدبر لہ فھو الانسان الکبیر

(فصوص الحکم فصل ہودیہ)

وہی مخلوقاتِ زمانی غیر زمانی میں ساری ہے اور اگر یہ امر اس طرح نہ ہوتا تو کسی موجود کا وجود صحیح نہ ہوتا اور وہ عین وجود ہے اور وہ ہر شئے پر بذاتہ محافظ ہے اور اس کو شئے کی محافظت تھکاتی نہیں ہے پس اس کو کل اشیاء کی حفاظت کرنی عین اپنی صورت کی حفاظت ہے اور اس سے پاک اور برتر ہے کہ کوئی شئے اس کی صورت کی غیر ہو اور سوا اس کے دوسری صورت صحیح نہیں ہے پس شاہد سے شاہد وہی ہے اور مشہود سے مشہود وہی ہے اور تمام عالم اس کی صورت ہے، اور وہ حق تعالیٰ تمام عالم کی روح ہے اور وہی عالم کا مدبر ہے اور یہ تمام عالم ہی انسان کبیر ہے جس کی حق تعالیٰ روح ہے۔ (فصوص الحکم)

فان قلت بالتنزیہ کنت مقیدا۔ وان قلت بالتشبیہ کنت محددا۔

اور اگر تو تنزیہ کہتا ہے تو اس کو مقید کرنے والا ہے۔ اور اگر تو تشبیہ کہتا ہے تو اس کو محدود کرنے والا ہے۔

وان قلت بالامرین	اور اگر تو تشبیہ اور تنزیہ دونوں
کنت مُسدِّدًا۔ وکنت	کو کہتا ہے تو راہ راست پر ہے اور فصل
اماماً فی المعارف سیداً	تو معارف کا امام اور سردار ہے۔
فمن قال بالاثناء کان	اور جو حق و خلق دونوں کو دو
مشرکاً۔ ومن قال بالافراد	کہتا ہے وہ شرک کرنے والا ہے
کان موحدًا۔ فایا لئے	اور جو دونوں کو ایک کہتا ہے
والتشبیہ ان کنتَ	وہی موحّد ہے پس بچا تو اپنے
ثانیا وایاك والتنزیه	تئیں تشبیہِ محض سے اگر ہے تو
ان کنت مفردًا۔ فما انت	دوئی کا قائل اور بچا تو اپنے
هو بل انت هو وتراه	تئیں تنزیہ محض سے ہے اگر ہے
فی عین الامور مسرّحا	تو ایک کا قائل اور تو من حیث
ومقیدًا	اطلاق وہ نہیں ہے بلکہ تو بہ اعتبار
(فصوص الحکم)	عینیت و ہویت کے وہی ہے

اور تو اس کو اشیاء کے عین میں مطلق اور مقید دیکھتا ہے۔

اِسرارُ العارفین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ

(مکتوب ۱۱۱۔ جلد اوّل) توحید سے مراد یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف توجہ سے آزاد ہو جائے جب تک دلِ غیر اللہ میں گرفتار ہے خواہ تھوڑا ہی ہو، توحید والوں سے نہیں۔ اس دولت کے حصول کے بغیر ایک کہنا، ایک جاننا اربابِ اصول کے نزدیک فضول ہے البتہ اِس ایک کہنے اور ایک جاننے سے جو تصدیقِ ایمانی میں معتبر ہے چارہ

نہیں۔ لیکن اس کے اور معنی ہیں۔ لَا معبودَ اِلاّ اللہ اور لَا موجودَ اِلاّ اللہ کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ فصل ۷

مکتوب ۴۳۔ جلد اول۔ وہ توحید جو اثنائے راہ میں اس بزرگ گروہ کو حاصل ہوتی ہے دو قسم کی ہے۔ توحیدِ شہودی اور توحیدِ وجودی توحیدِ شہودی ایک کو دیکھنا ہے، یعنی ایک کے سوا سالک کو کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اور توحیدِ وجودی ایک موجود کو جاننا اور اس کے غیر کو نابود سمجھنا۔ اور غیر کو معدوم جاننے کے باوجود، اس ایک کے مظاہر اور جلوہ گاہوں کو سمجھنا ہے۔ پس توحیدِ وجودی علم الیقین کی قسم سے ہے۔ اور توحیدِ شہودی عین الیقین کی قسم سے ہے۔ توحیدِ شہودی اس راہ کی ضروریات سے ہے۔ کیونکہ فنا اس توحید کے بغیر ثابت نہیں ہوتی اور اس کے بغیر مرتبۂ عین الیقین حاصل نہیں ہوتا۔

مکتوب ۵۸۔ جلد سوم۔ خارج میں حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے سوا کوئی چیز ثابت و موجود نہ ہو۔ اور اس لحاظ سے اس کو الآن کما کان (اب بھی ویسا ہی ہے جیسا تھا) کہہ سکتے ہیں۔ اس کی مثال نقطۂ جوالہ اور دائرہ موہوم کی سی ہے کہ موجود صرف وہی نقطہ ہے اور دائرہ کا خارج میں نام و نشان نہیں، وہ معدوم ہے۔ البتہ اس دائرہ نے مرتبۂ حس و وہم (علم الٰہی) میں ثبوت پیدا کیا ہے۔ الخ

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی چیز، کیا اعیان اور کیا اعیان کے آثار، موجود نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا ثبوت مرتبہ حس و علم میں ہے۔ اور اس سے کوئی خطرہ لازم نہیں آتا۔ الخ

فصل۷

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مجددی علیہ الرحمہ

یھدی اللہ لنورہ من یشاء (اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے) سے مراد ہے عارف کو مراتبِ نوریں رہنمائی کرنا، اور تمام مراتبِ شیون اور صفاتِ ظلال و ممکنات میں سریانِ نورِ ذات کی معرفت عطا کرنا۔ اسمِ ذات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے اللہ نور السموات والارض (اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) یہ روشن دلیل ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات جملہ اشیاء کی مابہ الموجودیت (ہے پن) ہے اور اس کے سوا کوئی اور ذات مابہ الموجودیت (ہے پن) نہیں ہے۔ (مکتوبات حضرت معز مندرجہ کلمات طیبہ)

حضرت مرزا جانِ جاناں شہید مجددی علیہ الرحمہ

عالم میں جو کچھ ہے وجود سے یا اُس کے توابع سے، ظلی اور انعکاسی طور پر وہ حضرت وجود جل شانہ سے ہی مستفید ہے۔ وجودِ حقیقی کے ساتھ خارج حقیقی میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی موجود نہیں ہے یہی توحید ہے۔ (مکتوب مندرجہ کلمات الطیبات)

حضرت مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ

جو کہتے ہیں۔ وجود ایک ہی ہے۔ موجود ایک ہی ہے۔ ایک کے سوا کوئی موجود نہیں۔ اور کوئی غیر درمیان میں نہیں اور کہتے ہیں سہ

کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر ؎ سِوَی اللہ واللہ مافی الوجود

فصل؛ دوسری حکایت ہے شاید کہ حقیقت حال یہی ہو۔ اس کام کی بنیاد ہستی کی نفی اور وجود کے ترک پر رکھی گئی ہے۔ نفی ہستی و ترکِ وجود کے کیا معنی۔ ہستی و وجود کہاں ہیں کہ ان کی نفی کریں یا ترک کریں نفی ہستی اور ترکِ وجود سے مراد نیستی کی یافت اور عدم کا ادراک ہو گا۔ جب حق تعالیٰ سے ذات وصفات، مال ومنال اور تمام اوصاف واحوال ہیں دوسرے آدمی کو اس مقام پر دخل نہیں ہوتا۔ پھر بھی آدمی کون ہے کہ اس کا نام وجود رکھیں گے۔ یہ معنی اس جماعت کے کتب سے تفصیل و تحقیق سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ اور اگر کسی ایسے شخص کی زبان سے جو اس راہ سے واقف ہو سنیں تو اس کی تاثیر اور نورانیت کچھ اور ہی معلوم ہو گی جو زیادہ کارگر اور زیادہ دلنشین ہو گی۔ پھر اگر کسی سعادت مند کو بہ تقاضائے فطرت اس کی ذات کے جوہر میں یہ معنی پیدا ہوں یہاں تک کہ بے تکلف اسے اپنے باطن میں ذوق سے یافت ہو جائے تو یہ مقام سب سے بالاتر ہے اور حصولِ مقصود سے قریب تر ہو گا۔ حقیقت یہی ہے۔ (کتاب المکاتیب)۔

حضرت مولٰنا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اگر اوپر دیکھے (وجود کے لحاظ سے) تمام اللہ ہے اور اگر نیچے دیکھے تمام اللہ ہے۔ اگر سیدھی طرف دیکھے تمام اللہ ہے اور اگر بائیں طرف دیکھے تمام اللہ ہے۔ اگر اپنے اندر دیکھے تمام اللہ ہے جملہ حرکات وارادات اللہ کی طرف سے ہیں۔ پس ہمیشہ اس سعنت میں کوشش کر اور خود کو اپنی نظر سے پوشیدہ رکھو۔ اللہ ہی باقی سب خالی۔ اسم کی

اور وجود میں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ
(آیہ) (کہہ اللہ (ہی ہے) اور ان سب کو چھوڑ دے۔ (انفاس رحیمیہ فصل ۷)

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ

حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے خط کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ سیادت مآب حقائق و معارف آگاہ سلمہ اللہ تعالیٰ تحریر کیا تھا کہ پہلے مشہود ہوتا ہے کہ ذاتِ مُبدا بہت آثار رکھتی ہے مثل آگ کہ جس کا اثر روشنی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ذاتِ مبدا غیر متناہی صفات کاملہ رکھتی ہے۔ لہذا ظہور کے سبب سے مراتب بھی غیر متناہی ہو سکتے ہیں۔ اور آگ ایک ہی اثر رکھتی ہے جو روشنی ہے۔ سیادت مآب۔ اس مشہود کا حاصل مظاہر امکانیہ ہیں استعدادات وجودیہ کا ظہور ہے اور اُن استعدادات کے لا متناہی ہونے کی اطلاع ہے۔ تمام صوفیا خواہ توحیدِ وجودی کے قایل ہوں یا توحیدِ شہودی کے قائل ہوں سب اس بات پر متفق ہیں پھر تحریر کیا ہے کہ مشہود ہوتا ہے کہ وجود واحد ہے اور قوالب مختلف ہیں۔ قوالب کے سبب سے ممکنات کا امتیاز پیدا ہوا۔ چراغ کی روشنی گھر میں ایک طرح کی ہوتی ہے۔ لیکن جب وہاں مختلف قالب ہوں اگر آئینے سرخ و سبز و زرد ہوں تو مختلف رنگ ظاہر ہوں گے۔ سیادت مآب! یہ معرفت وحدت وجود کی طرف لے جاتی ہے۔ پھر لکھا ہے۔ دو چیز مشہود ہوتے ہیں۔ ذات جو نورِ دقیق ہے اور صفات۔ زید اور گھوڑے اور پتھر

فصل ۷

وغیرہ میں صفات مشہود ہوتے ہیں۔ اور انھیں کے درمیان باریک نظر کے ذریعہ ذات بھی مشہود ہوتی ہے۔ سیادت مآب۔ وہ بھی وحدت الوجود کے شعبوں سے ہے کہ حقیقتِ وجود اور مختلف رنگ جو ذاتِ وجود کی قابلیات کا پرتو ہیں تمام چیزوں میں مشہود و ظاہر ہے۔ سیادت مآب! جو کچھ ان کے ضمیر کی تختی پر مشہود ہوتا ہے تمام محققین صوفیہ کے مکاشفات کے مطابق ہے۔ غلطی ہرگز نہیں ہے۔ واجب الوجود کی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور مزید امید رکھنا چاہیئے۔ فی الجملہ خاطر جمعی سے اس سیر و سلوک میں سعی کریں کہ تمام صوفیہ کی سیر کے مطابق ہے اور شریعت کے مطابق بھی۔
(مکتوب المعارف و کلمات طیبات)

حضرت مولٰنا شاہ عبد العزیز صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

وحدت الوجود حق ہے اور واقعہ کے مطابق ہے کیونکہ دلائل عقلیہ و نقلیہ اس پر اٹل ہیں۔ اس مسئلہ میں علمائے متکلمین کے انکار کی دو وجہ ہیں۔ پہلی یہ کہ اس مسئلہ کی انتہائی باریکی اور دقت کی وجہ سے عقلی اور نقلی شبہات کثرت سے وارد ہوتے ہیں۔ ان کی نظر میں اِن شبہات کا حل ممکن نہیں انھوں نے مجبوراً اس کا انکار کر دیا۔ یہ ہے متکلمین کے شطحیوں کا حال۔ دوسرے یہ کہ یہ مسئلہ اسرار سے تعلق رکھتا ہے۔ شریعت اور دین اس مسئلہ کے جاننے پر موقوف نہیں ہیں الخ اس مسئلہ کا بیان عقائد کی کتابوں میں اس کی دقت و باریکی کی بناء پر

ممنوع ہے۔ پرہیز کے قابل ہے۔ اور اس معاملہ میں زبان کو روکنا واجب ہے۔ یہ ہے متکلمین کے محققوں کا حال۔ اس کے باوجود اس جماعت نے اجمالی طور پر اپنی تصانیف میں اس مسئلہ کی طرف اجمالی اشارہ کیا ہے۔ مثلاً حضرت غزالی اور رازی وغیرہ جو اس فن (علم کلام) کے ائمہ سے ہیں۔ (فتاویٰ عزیزیہ)

وحدت الوجود کا قول اس لحاظ سے کہ وہ احکام شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔ یعنی تمام موجودات (عالم) کو حق تعالیٰ کے مظاہر جانے۔ وجود کو ایک جانے۔ اور وجود سے ہر مرتبہ کو جداگانہ حکم ثابت کرے۔ بعض مرتبوں میں عبدیت سے موصوف کرے تو بعض میں اُلوہیت ہے اور بعض میں حلال ہے تو بعض میں حرام ہے، بعض میں پاک ہے تو بعض میں ناپاک ہے اور مراتبِ وجود میں بھی خلط ملط نہ کرے اور کہے ؎

ہر مرتبہ از وجود حُکمے دارد ⁂ گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی

اور یہ بھی کہے۔ العَبْدُ عبدٌ وَاِن ترقّیٰ۔ والربُ ربٌ وَ اِن تنزّل۔ (یعنی بندہ بندہ ہے چاہے وہ کتنی ہی ترقی کرے۔ اور رب رب ہے چاہے وہ کتنا ہی نزول کرے)۔ یہی عین ایمان و اسلام ہے۔ اس میں کفر کا شائبہ نہیں۔ بڑے بڑے مشائخ اور نامی علماء نے اس بیان میں تصریحات کی ہیں اور تصنیفات فرمائی ہیں۔ قادریوں میں حضرت شیخ عبدالرزاق رح اور چشتیوں میں حضرت سید گیسو دراز رح اور حضرت جعفر مکی رح۔ اور نقشبندیوں میں حضرت خواجہ باقی باللہ رح اور حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رح اور

مولٰنا عبد الرحمٰن جامیؒ اور مولٰنا عبد الغفور لاری اور شیخ عبد الرزاق کاشیؒ۔ اور مشائخ عرب میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ صدر الدین قونویؒ، شیخ عبد الکریم جیلی اور شیخ عبد الوہابؒ اور علمائے مدینہ منورہ سے حضرت شیخ ابراہیم کردی اور مشائخ مکۂ معظمہ سے شیخ حسام الدین علی متقیؒ اور دیگر علماء مثل حضرت شیخ عبد الحق دہلوی نے "مرج البحرین" میں اس قول کو ظاہر فرمایا ہے پس اس قول کو کفر سمجھنا ان تمام مسلمانوں کو کافر ٹھیرانا ہے۔ اللہ کی پناہ۔

فصلِ

حضرت غوث اعظمؓ اور حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ اجمیریؒ) اور حضرت قطب الدینؒ (بختیار کاکی) کے کلام میں اس کے اشارے پائے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنجؒ سے متواتر منقول ہے کہ اپنے مریدوں کو پنجابی زبان میں ذکر کی تلقین فرماتے تھے کہ سِر میں اس لفظ کی جہت کو کہا کریں (دلیل تو) اور یہ وحدت الوجود کے اعتراف میں صریح دلیل ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں اس معنی کے اشارے آئے ہیں۔ ترمذی کی حدیث میں ہے لو انکم ادلیتم بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ (اگر تم زمین کے نچلے حصہ میں رسی ڈالو تو وہ اللہ پر جا لگے گی۔

حدیث صحیح میں یہ بھی ہے کہ اذا رفعت من الرکوع فقل ربنا لک الحمد۔ فان اللہ یقول علے لسان عبدہٖ سمع اللہ لمن حمدہ۔ (جب تو رکوع سے اٹھے تو کہہ اے ہمارے رب تمام حمد و خوبی تیرے لئے ہے پس تحقیق اللہ اپنے بندہ کی زبان سے فرماتا ہے۔ اللہ نے اس کو سن لیا جس نے اس کی حمد کی)

بلکہ بہت سی آیتوں میں اس معنی کی طرف اشارے واقع ہوئے ہیں۔ صریح ترین آیات یہ ہیں۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ۔ (ترجمہ۔ عنقریب ہم ان کو دکھائیں گے ہماری نشانیاں ان کے باہر آفاق میں اور ان کے اندر انفس میں یہاں تک کہ اُن پر کھل جائے گا کہ وہ حق ہے۔ کیا یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز پر حاضر (شاہد حال) ہے۔ دیکھو یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ جان لو کہ وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔) «فصل»

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ۔ (ترجمہ) جدھر کو تم منہ کرو وہیں اللہ کا چہرہ ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔

(اے محمدؐ) نہیں پھینکا تو نے جب کہ پھینکا تو نے مگر اللہ ہی نے پھینکا)

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۔ الخ (بے شک جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

(فتاویٰ عزیزی جلد دوم)

اقتباس

مکتوبِ حضرت مولٰنا حاجی امداد اللہ صاحب فاروقی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ محررہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ بمقام مکہ معظمہ بنام جناب محمد عبدالعزیز صاحب چشتی صابری علیہ الرحمہ بجواب چند سوالات درباب مسئلہ وحدۃ الوجود۔ وہ یہ ہیں۔

پہلا سوال۔ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم (بانی دیوبند) وحدۃ الوجود اور وحدۃ الموجود کے اعتقاد رکھنے والوں کو ملحد اور زندیق کہتے تھے ان کے مرید اور شاگرد مولوی احمد حسین صاحب (کانپوری) بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ اور ضیاءُ القلوب کے اقوال کو تاویل شدہ سمجھتے ہیں اور ان کی تاویل و تعبیر اُن کے سوا کسی کو نہیں آتی سمجھتے ہیں۔ اور مولوی رشید احمد صاحب (گنگوہی) اور مولوی محمد یعقوب صاحب بھی اسی مسلک پر رہے ہیں باوجود اس کے کہ انھوں نے اجازت و خلافت آپ سے حاصل کی ہے اور چشتیوں کا مشرب رکھتے ہیں لیکن مشائخِ چشت کے خلاف باتیں کہتے ہیں۔

جواب۔ اے نکتہ شناس۔ مسئلہ وحدت الوجود حق اور صحیح ہے۔ اس مسئلہ میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ فقیر کا اور فقیر کے جملہ مشائخ کا اعتقاد یہی ہے اور اُن لوگوں کا اعتقاد بھی یہی ہے جو فقیر کے ساتھ بیعت کر کے تعلق رکھتے ہیں۔ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم

اور مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی احمد حسین صاحب وغیرہم فقیر کے پیارے ہیں۔ اور فقیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ کسی طرح اُن کا مسلک فقیر کے اعتقادات کے خلاف اور مشائخ طریقت کے مشرب کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ فصل ۲

مکرمی! اعتقاد ایک قلبی کیفیت کا نام ہے جو بندہ کے دل میں کسی امر کے متعلق انتہائی علم و یقین اور صدق کی بناء پر مستحکم ہو جاتی ہے۔ اور اس کو شرع شریف کے عرف میں تصدیق کہتے ہیں۔ اور زبان سے اقرار احکامِ مسلمانی (اسلام) کے اجراء کے لئے ضروری ہے۔ اگرچہ اللہ کے پاس اسلام کے ثبوت کی بناء پر اقرار کی ضرورت نہیں ہے۔ تصدیق قلبی کافی ہے۔ لیکن یہ مسئلہ وحدۃ الوجود ایسا نہیں ہے بلکہ اس محل پر تصدیق قلبی اور تیقن اور زبان کو روکنا واجب ہے۔ کیونکہ شرعی اسلام کا تعلق خدا کے ساتھ اور مخلوق کے ساتھ رہتا ہے اور حقیقی اور خالص اسلام کا تعلق خدا کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہاں اقرار کے ساتھ تصدیق ضروری ہے اور یہاں صرف تصدیق چاہیئے۔ اس کے سوا اس مسئلہ کے استتار میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اس مسئلہ کے ثبوت کے اسباب بہت نازک اور نہایت دقیق ہیں۔ عوام کی فہم تو کجا علمائے ظاہر کی فہم بھی جو عارفین کی اصطلاح سے ناواقف ہیں اس کی ادراک کی قوت نہیں رکھتے۔ علما تو کجا بلکہ وہ صوفیا بھی جنھوں نے اپنا سلوک تمام نہیں کیا اور مقام نفس سے گزر کر مرتبۂ قلب تک نہیں پہنچے اس مسئلہ سے نقصان اٹھاتے ہیں اور نفس کے مکر اور پاؤں کی لغزش و تزلزل سے اباحت کے

فصل ۷

کنویں اور گمراہی کے گڑھے میں سرنگوں گرتے ہیں بلکہ کئی گروہ گر چکے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے۔ اللہ کی پناہ۔ جناب بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ عجیب خاصیت رکھتا ہے۔ ع بعض را ہادی بعض را مضل (بعضوں کو ہدایت ہوتی ہے اور بعضوں کو اس سے گمراہی حاصل ہوتی ہے) اگرچہ یہ نعمت خوشگوار ہے صحت مندوں کو اس سے لذت و حلاوت حاصل ہوتی ہے لیکن مریضوں کے لئے یہ تلخ اور ناگوار ہے اور اُن کے حق میں زہر قاتل ہے اس لئے فرمایا گیا ہے۔ من صرح اسرار الربوبیۃ فقد کفر۔ (جس نے ربوبیت کے اسرار کی صراحت کی وہ ضرور کافر ہوا) اس کا استتار لازم اور اس کا اظہار ناجائز ہے۔ پہلے شخص جس نے اس مسئلہ میں غور و خوص فرمایا۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رح ہیں۔ اس مسئلہ میں ان کا اجتہاد اور روشن دلائل و براہین سے اس کا ثابت کرنا قیامت تک کے لئے تمام موحدین کی گردنوں پر ان کا احسان ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہ آپ کے ہم عصر اور ہم وطن تھے۔ لوگوں نے ان سے حضرت شیخ اکبر رح کا حال پوچھا۔ فرمایا وہ تو زندیق ہے چنانچہ لوگ ان کی صحبت سے پرہیز کرتے تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی اور حضرت شیخ الشیوخ سے ان کی آخرت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا۔ قطبُ الوقت کا انتقال ہوا جو ولی اللہ تھا۔ تمام لوگوں نے تعجب کیا اور پوچھا کہ آپ نے ان کو کیوں زندیق کہا تھا۔ اور ہم کو ان کے استفادہ سے محروم کر دیا تھا۔ فرمایا وہ ولی اور واصل بہ حق تھے

فصل ۷

لیکن ان کا جذب قوی تھا۔ اگرچہ کہ مقربِ بارگاہ تھے لیکن اتباع کے قابل نہ تھے۔ اخیر زمانہ میں وہ مجذوب ہوگئے تھے اور اُن کی زبان اسرارِ (حق) کے افشاء و اظہار میں بے اختیار ہوگئی تھی۔ اگر تم ان کی صحبت میں پہنچتے تو گمراہ ہوجاتے۔ چونکہ غلبۂ حال کی وجہ سے وہ جو باتیں کہتے تمہاری سمجھ میں نہ آتے اور عوام کو نقصان پہنچتا۔ سمجھو تو میں نے آپ پر احسان کیا تھا۔ پس اس جگہ غور کی ضرورت ہے کہ ان لوگوں کو کیا ملے گا جو ہر کس و ناکس سے کہہ کر مسئلہ وحدۃ الوجود کے بازار کو گرم رکھتے ہیں اور عوام کو جو تھوڑا سا تقلیدی ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے بھی محروم کردیتے ہیں۔ اس محل پر گفتگو لاحاصل ہے۔ اپنا وقت اور عوام کا اعتقاد ضائع کرنا ہے۔ معارف آگاہ۔ اسی احتیاط کی خاطر فقیر کے احباب نے فقیر کی طرح اس قیل و قال سے اپنی زبان کو بند کر رکھا ہے۔ اور احتراز کیا ہے۔ سائلوں کو تاویلات کے ذریعہ اشارہ کردیتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کا انکار نہ کریں۔ بہت سے جاہل لوگ اسی مسئلہ کو چھیڑ چھیڑ کر شیخی سے اکڑ اکڑ کر مجلسوں کو آراستہ کرتے ہیں خود گمراہ ہوکر مسلمانوں کی جماعت کو گمراہ کرتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ پس اس قسم کے قیل و قال سے کیا فائدہ۔ اگر ہوسکے تو لوگوں کو طلبِ حق، ترکِ تعلق دنیا اور کثرتِ ذکر و فکر کی ترغیب و تحریص دلائیں اور اس کی کوشش کریں۔ جب اس سلوک سے نفس کا تزکیہ (صفائی) اور قلب کا تصفیہ (صفائی) حاصل ہو تو خود اس مراقبہ کی ضرورت پیش آئے گی جس کا ذکر ضیاء القلوب میں تحریر کیا گیا ہے۔ خدا خود رہبری فرماتا ہے

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ان کے لئے ہم اپنی ہدایت کے راستے کھول دیتے ہیں) راستہ کی رہبری کرنے سے مقصود قلبِ سالک پر تجلی ذاتی ہے تاکہ مسئلہ وحدۃ الوجود کی حقیقت منکشف ہو جائے۔ یہ راہ چلنے کی ہے کہنے کی نہیں ہے۔ گفتن (کہنے) سے دانستن (جاننے) تک اور دانستن سے دیدن و شدن (دیکھنے اور ہونے) تک بہت فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے احباب کو، آپ کو اور آپ کے احباب کو اس راہ میں پاؤں کی لغزش سے محفوظ رکھے۔ پیر و شیخ اکبر حضرت جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

نصل

از ساحتِ دل غبارِ کثرت رفتن　؛　خوشتر کہ بہرزہ درِ وحدت سفتن
مغرور سخن مشو کہ توحید خدائے　؛　واحد دیدن نہ بود واحد گفتن

اگر انصاف کے راستے سے گذریں اور گہری نظر سے اس مسئلہ کی حقیقت کو دیکھیں تو سوائے حیرت در حیرت اور عجز و فنا در فنا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ پھر کیا خاک بولیں، ایسا ہے ایسا ہے۔ ع

آں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد۔

فصل ۷

حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ اللہ غیر اللہ نیست کس — اللہ اللہ گشت مارا ہم نفس
در بشر روپوش آمد آفتاب — فہم کن واللہ اعلم بالصواب
اوست عین جملہ اشیا اے پسر — باتو گفتم رازِ پنہاں سر بسر
خود ہم او آب ست ہم ساقی و مست — ہر سہ یک شد چوں طلسم تو شکست
عقل اینجا ساکت آمد یا مضل — زانکہ دل با اوست یا خود اوست دل
جملہ معشوق ست عاشق پردۂ — زندہ معشوق است و عاشق مردۂ
چشمِ نیکو باز کن در من نگر — تا بہ بینی نورِ حق اندر بشر
چوں مرا دیدی خدا را دیدۂ — گردِ کعبہ صدق بر گردیدۂ
باطنت بر جملہ عالم شد محیط — در مکان و لامکاں باشد بسیط
گرچہ آدم اندروں عالم است — در حقیقت عالم اندر آدم است
حق بتو حق را تو می جوئی کجا — خویش را بشناس تا یابی خدا
بگذر از اسم و مسمیٰ را بیاب — بے مسمیٰ بر تو نہ بود فتح باب
حق عیاں است اے برادر جاودان — تو عیاں را از چہ می جوئی نہاں
اتصالے بے تکیف بے قیاس — ہست رب الناس را با جانِ ناس
گر بیابی قربِ حق بے کیف و کم — آں زماں واللہ گوئی حق منم
نیست از خود شو کہ تا یابی نجات — چوں تو برخیزی نشیند حق بجات
چیست توحید خدا آموختن — خویشتن را پیش واحد سوختن
گر بگوید جملہ حق است احمقی است — در بگوید جملہ باطل او شقی است

فصل ۷

آں انا منصور رحمت شد یقیں وال انا فرعون لعنت شد ببیں

مسجدے کو اندرون اولیاست سجدہ گاہِ جملہ است آنجا خداست

گر نہ بودے ذاتِ حق اندر وجود آب و گِل را کے ملک کردے سجود

تو بصورت رفتئی گم گشتئی زاں نمی یابی کہ معنی ہشتئی

صورتِ ظاہر چہ جوئی اے جواں رو معانی را طلب اے پہلواں

در گزر از اسم بنگر در صفات تا صفاتت رہ نماید سوئے ذات

گم شوی در ذات آسائی ز خود چشم تو یکرنگ بیند نیک و بد

اختلافِ خلق از نام اوفتاد

چوں بمعنی رفت آرام اوفتاد

عاشقی حقی و بینی غیر را کعبہ می خواہی کہ سازی دیر را

غیر او را از نظر بیروں فگن چشم دل نہ بر جمالِ ذوالمنن

کیست دیگر در جہاں غیر از خدا از چہ احول گشتۂ اے ژاژ خا

خود تو ئی کز غیر حق خود را بسوز چشم دل بر وحدۂ ہر دم بدوز

جز وجودِ مطلق و ہستئ پاک آنچہ آید در خیالت ہست خاک

تو کجا و من کجا عالم کجا ہست یک نورِ منزہ ای فتا

ظاہر و باطن نہاں و آشکار شمع یک شمع است قندیلش ہزار

در ہزاراں آئینہ یک صورت است زیں تکثر ہم خرد را حیرت است

کثرتِ آئینہ آمد از کجا ایں ز اسما و صفاتت ای کیا

شمع در آئینہ خانہ گر نہی پیش ہر آئینہ اخش راہے دہی

در حقیقت یک بود ای ہوشیار پیش چشم تو نمایاں صد ہزار

ذاتِ شمعاں یک بود بے کثرتے ہر ترا ز آئینہ باشد حیرتے

فصل ۷

بے تکثر شمع یک شد چوں ہزار | وحدتِ ہستی مطلق ہوش دار

گر بپرسی آئینہ شد از کجا | شمع ہست آں خود قدیم با ضیاء

آئینہ زاں جملہ اسماء و صفات | اقتضا کردند فصل کائنات

و تو اول چشم را پیدا بکن | بعد ازاں دیدہ بسویش وا بکن

تیغ لا در قتل غیر حق براند | درنگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت | شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

قرب از پائیں ببالا جستن است | قرب حق از جنس ہستی رستن است

نفی را اثبات می پنداشتیم | دیدۂ معدوم بینی داشتیم

عارفاں کہ جام حق نوشیدہ اند | رازہا دانستہ و پوشیدہ اند

آنکہ کف را دید آید در سخن | وانکہ دریا دید شد بے ما و من

اے خنک آں را کہ ذات خود شناخت | اندر امن سرمدی قصرے بساخت

ہر کہ محجوب است او خود کودکے ست | مرد آں باشد کہ بیروں از شکے ست

از خودی خود ندارم ہم خبر | نیست از ہستی بہ مویم خبر

ہوشِ من از غیر حق آگاہ نیست | در دل و جانم بجز اللہ نیست

از خودی بگذر کہ تا یابی خدا | فانی حق شو کہ تا یابی بقا

گر ترا باید وصالِ راستیں
محو شو واللہ اعلم بالیقیں

تو نمی دانی کہ آخر کیستی | جہد کن چندانکہ دانی چیستی

آنکہ آدم را بدن دید او رمید | وانکہ نورِ مومن دید او خمید

پاسبانِ آفتاب اند اولیا | در بشر واقف ز اسرارِ خدا

آں ولی حق کہ خوے حق گرفت | نور گشت و تابش مطلق گرفت

فصلے

مردہ است از خود شدہ زندہ برب — زاں بود اسرارِ حقش در دو لب

جان بجاناں داد از خود باز رست

بر سریرِ ملکِ جاویداں نشست

تو نۂ ایں جسم بل آں دیدۂ — وارہی از جسم گر جاں دیدۂ

آدمی دیدہ ست و باقی لحم و پوست — ہر چہ چشمش دیدہ است آں غیر اوست

ایں دوئی اوصافِ دیدِ احول ست — ورنہ اول آخر آخر اول ست

ہیں گزار از نقشِ لحم در جسم نگر — کاندرو بحریست بے پایان و سر

ایں چنیں لحم را تو دریا داں یقیں — زندہ از وے آسمان و ہم زمیں

بلکہ وحدت گشتہ او را در وصال — شد خطابِ او خطابِ ذو الجلال

بعد ازاں گوید حقم منصور وار — تا شود بر دارِ شہرت او سوار

ما ہمہ عینیم گر شد نقش عین — بل ہمہ عینیم ما بے میغ و غین

غرق دریائیم گرچہ قطرہ ایم — جملگی شمسیم گرچہ ذرہ ایم

چیست عالم آں عرضہا مجتمع — در یکے عین بسیط متسع

نیست چوں اعراض را ہرگز بقا — ہرچہ موجود است ہست اکنوں فنا

عالم امواجے ست در بحرِ وجود — لیک چوں آبیست سیالے او دود

نیست در واقع بجز نقطہ دگر

ایں فساد از حس تو شد اے پسر

نورِ او در یمن و یسر و تحت و فوق — بر سر و بر گردنم مانند طوق

ما عدم ہائیم ہستی ہائے ما — تو وجودِ مطلق فانی نما

نورِ نورِ چشم خود نورِ دل ست — نورِ چشم از نورِ دلہا حاصل است

باز نورِ نورِ دل نورِ خدا است — کو ز نورِ عقل و حس پاک و جدا است

فصل

هر کرا باشد ز سینه فتح باب — او ز هر ذره بہ بیند آفتاب
حق پدید ست از میان دیگراں — ہم چو ماه اندر میان اختراں
دو سر انگشت بر دو چشم نہ — ہیچ بینی از جہاں انصاف دِہ
ورنہ بینی ایں جہاں معدوم نیست — عیب جز انگشتِ نفسِ شوم نیست
تو ز چشم انگشت را بر دار ہیں — وانگہانے ہر چہ می خواہی ببیں
آئینہ ہستی چہ باشد نیستی — نیستی بگذیں گر ابلہ نیستی
ہیں مکن تعجیل اول نیست شو — چوں غروب آری بر آر از شرق ضو

حضرت خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ

نکو گوئے نکو گفتہ است در ذات — کہ التوحیدُ اسقاطُ الاضافات
ازاں نامحرمی وماندہ غافل — کہ ایں معنی نکردستی تو حاصل
یکے حرف است چندینی کتاب است — یکے نور است چندینی حجاب است
ازیں معنی کہ می گویم خلئے نیست — کہ در حق الیقین غیر از یکے نیست
حجاب خویش اینجا صورتِ تست — اگر خواہی چو مردان خدا جست
حجابِ صورتت بردار از پیش — کہ تا معنی بیابی مردِ درویش
گماں بگذار دنبال یقیں باش — چو مردان خدا تو پیش بیں باش
تو ئی سلطان سرِ لامکانی — بہ معنی برتر از کون و مکانی
تو با اوئی واو با تست ہمیشہ — چرا در جستن و جوئی ہمیشہ
دلا حق بیں کہ حق داری تو در خویش — طلب کن در برِ خود دلبر خویش
وجود تست اینجا عین بے چوں — کہ بنمود است رخ از کاف و از نوں
چو سر اینجا بریدی ہم چو عطار — تو باشی نقطۂ اسرار پرکار

فصل ۷

نمی گویم کہ جاں در باز اینجا
فنا شو تا بیابی راز اینجا

ہزاراں شرح گفتم از حقیقت
تو ماندستی ہنوز اندر طبیعت

حقیقت چیست بیش اندیش بودن
زخود بگذشتن و باخویش بودن

حقیقت بین و بگذر از ہمہ باز
وجود خویش را اندر ہمہ باز

بداں این و چناں گم شو دریں کار
کہ ہر گرداں شوی مانند پرکار

چنیں خواہی شدن در آخر کار
کہ ویرانی پذیر و نقش پرکار

کہ می داند کہ ایں اسرارہا چیست
کہ دل ہر لحظہ خوں ہر جا بگریست

بزن کوس معانی ہم چو عطار
برافگن پردہ از روئے اسرار

حضرت شاہ بوعلی قلندر علیہ الرحمۃ

چوں کشائی چشم اے اہل یقین
ہر طرف تاباں جمال یار بیں

یار را می بیں تو در ہر آئینہ
سوز و سازی اوست در ہر طنطنہ

اوست در ہر ذرہ پیدا و نہاں
اوست در ارض و سما و لامکاں

چوں الف در لام میگردد نہاں
خویش را گم ساز تا گردد عیاں

تا توئی کے یار گردد یار تو
چوں نباشی یار باشد یار تو

ہر کہ او از خویشتن بیزار گشت
بیشک آں کس محرم اسرار گشت

یار در پہلو چرائی بے خبر
یار در تو تو چہ گردی در بدر

چوں تو داری چشم احول اے پسر
کے در آید روئے جاناں در نظر

پیش مردان نیز آئے نیکو سیر
جاں بجاناں دہ و جاں از خود گذر

یک قدم باشد حریم دوست بس
چند گردی بے خبر اے بوالہوس

فصل ۷

حضرت بہلول رحمتہ اللہ علیہ

اے برادر غیر حق خود نیست کس — اہلِ معنیٰ را ہمیں یک حرف بس
گر تو غیر حق نہ بینی در جہاں — بر تو روشن گردد اسرارِ نہاں
جملہ را یک بینی اے مردِ خدا — تا نباشی در مقامِ احولاں
چوں نماند نقشہا اندر میاں — آں زماں نقاش را بینی عیاں
باتو گویم سرِ اسرارِ نہاں — اے برادر نقش را نقاش داں
چوں ترا باشد کمالِ دینِ حق — خویش را ہرگز نہ بینی جز کہ حق
بغیرِ حق مبیں در ہر دو عالم — اگر ہستی ز ذریاتِ آدم
کہ اندر ہر دو عالم جز یکے نیست — دریں معنی کہ می گفتم شکے نیست
ما و من بگذار بگذر از دوئی — تا دریں رہ مردِ صاحب سر شوی
چوں تو یکتا باشی اے مردِ خدا — پس بقا باشد ترا بعد از فنا
دو مبیں اے مردِ معنیٰ درمیاں — تا شود اسرارِ حق پیشت عیاں
دو مبیں اے مرد بگذر از دوئی — تا رسی در عالمے کہ بو دئی
اے دل آخر بکز ماں بگذر ز جاں — تا رسی اندر مقامِ لامکاں
اے دل آخر بگذر از عقلِ فضول — چند باشی در پے ردّ و قبول
گر تو غیرِ حق بہ بینی اے پسر — در قیامت خستہ گردی کور و کر
گر تو غیرِ حق بہ بینی اے فقیر — ہر زماں از جاں بر آید صد نفیر
غیرِ حق اندر دو عالم خود مبیں — شکِ بسوزاں و گزر کن از یقین
چوں تنت فانی شود در بحرِ نور — محو گردی و شوی اندر حضور

فصل۷

حضرت نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ

پناہِ بلندی و پستی توئی — ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی
نشاید ترا جز بتو یافتن — عناں باید از ہر دعے تافتن
ہمہ صورتے پیش فرہنگ توئے — بہ نقاش صورت بود رہ نمائے
ترا بینم از ہر چہ پرداختہ است — کہ ہستی تو سازندہ او ساختہ است

بسے منزل آمد زمن تا بتو
نشاید ترا یافت الّا بتو

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ

کہ تا با خودی در خدا راہ نیست — ازیں نکتہ جز بے خود آگاہ نیست
ندانی کہ چوں راہ ہر دم بدوست — ہر آنکس کہ پیش آمدم گفت اوست
کہ گر آفتاب است یکذرہ نیست — دگر ہفت دریاست یکقطرہ نیست
مئے صرف وحدت کسے نوش کرد — کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد
چوں سلطانِ غیرت علم بر کشد — جہاں سر بجیب عدم در کشد
اگر یاری از خویشتن دم مزن — کہ شرک است با یار و با خویشتن
تو خود را گماں بردۂ پر خرد — انائے کہ پر شد دگر چوں برد
رہ عقل جز پیچ بر پیچ نیست — بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست
تدعوی تہی آئی تا پر شوی — تو از خود پری زاں تہی میروی
ہمہ ہر چہ ہستند ازاں کمترند — کہ با ہستیش نام ہستی برند

گر از ہستیِ خود خبر داشتے ہمہ خلق را نیست پنداشتے

مقبول

زہستی در آفاق سعدی صفت
تہی گرد و باز آئی پُر معرفت

حضرت نجم الدین محمود شبستری رحمۃ اللہ علیہ

تعالیٰ اللہ قدیمی کو بیکدم کند آغاز و انجامِ دو عالم
جہانِ خلق و امر اینجا یکے شد یکے بسیار و بسیار اند کے شد
ہمہ از وہم تست ایں صورِ غیر کہ نقطہ دائرہ است از سرعت سیر
یکے خط است ز اول تا بآخر برو خلقِ جہاں گشتہ مسافر
محقق را کہ از وحدت شہود است نخستیں نظر بر نورِ وجود است
دلے کز معرفت نورِ صفا دید زہر چیزے کہ دید اول خدا دید
جہاں جملہ فروغِ نورِ حق داں حق اندر وے ز پیدائیست پنہاں

چہ نورِ حق ندارد نقل و تحویل
نیاید اندر و تغییر و تبدیل

دلِ عارف شناسائے وجود است وجودِ مطلق او را در شہود است
بجز ہستِ حقیقی ہست نہ شناخت وپا ہستی کہ ہستی پاک دریافت
وجودِ تو ہمہ خارست و خاشاک بروں انداز از خود جملہ را پاک
چو تو بیروں شدی او اندر آید بتو بے تو جمالِ خود نماید

تو ئی تو نسخۂ نقشِ الٰہی
بجو از خویش ہر چیزے کہ خواہی

انا الحق کشفِ اسرار ست مطلق بجز حق کیست تا گوید انا الحق

فصل ۴

چو کردی خویشتن را پنبہ کارے تو ہم حلاج وار ایں دم بر آری
بر آور پنبۂ پندارت از گوش ندائے واحد القہار بنیوش
در آ در وادیٔ ایمن کہ ناگاہ درختے گویدت انّی انا اللہ
روا باشد انا الحق از درختے چرا نبود روا از نیک بختے
ہر آنکس را کہ اندر دل شکے نیست یقیں داند کہ ہستی جز یکے نیست
انانیت بود حق را سزاوار کہ ہو غیب ست و غایت وہم و پندار

جناب حضرت حق را دوئی نیست
در آں حضرت من و ما و توئی نیست

ہر آنکو خالی از خود چوں خلا شد انا الحق اندر و صوت و صدا شد
شود با وجہ باقی غیر ہالک یکے گردد سلوک و سیر و سالک
حلول و اتحاد ایں جا محال ست کہ در وحدت دوئی عین ضلال ست
تعین بود کز ہستی جدا شد نہ حق بندہ نہ بندہ با خدا شد
وجود خلق و کثرت در نمود ست نہ ہر چہ آں مینماید عین بود ست
جز از حق نیست دیگر ہستی الحق ہو الحق گو و گر خواہی انا الحق

نمود وہمی از ہستی جدا کن
نہ بیگانہ خود را آشنا کن

وصال حق نہ خلقیت جدائیست ز خود بیگانہ گشتن آشنائیست
چو ممکن گرد امکاں بر فشاند بجز واجب دگر چیزے نماند
وجود ہر دو عالم چوں خیال ست کہ در وقت بقا عین زوال ست
نہ مخلوق ست آنکو گشت واصل نگوید ایں سخن را مرد کامل
عدم کے راہ یابد اندریں باب چہ نسبت خاک را با ربّ ارباب

فصل ۷

تو معدوم و عدم پیوستہ ساکن بواجب کے رسد معدوم و ممکن
نظر کن در حقیقت سوء امکان کہ او بے ہستی آمد عین نقصان
وجود اندر کمال خویش ساریست تعینہا امورِ اعتباریست
خیال از پیش برخیز دو یکبار نماند غیر حق در دار دیار
ترا قربے شود آن لحظہ حاصل شوی تو بے توئی بادوست واصل
وصال اینجا بیک رفع خیال است خیال از پیش برخیز دو وصال است
مگو ممکن ز حد خویش بگذشت نہ او واجب شد و نہ واجب او گشت

ہر آں کو در حقیقت گشت فائق
نگوید کیں بود قلب حقائق

حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ

تو چند در طلبِ یار در بدر گردی بہ خود نگر کہ توئی مظہرِ ہمہ اسما
نقابِ ہستی خود را تو از میاں بردار دگر ببیں کہ جمال کہ می شود پیدا
بکوش تاکہ ز چشمت غبار بر خیزد کہ تا معائنہ بینی ظہورِ نورِ خدا

اگر تجلّیٔ نورِ قدم ہمی خواہی
معین نقابِ حدوث از جمالِ خود بکشا

توئی کہ جز تو ترا خود حجاب دیگر نیست بغیر نورِ رخت را نقاب دیگر نیست
شہودِ حق طلبی از وجودِ خود بگذر کہ جز وجودِ تو اورا حجاب دیگر نیست
ز قشرِ تن بگذر در لبابِ جاں بنگر دراں لباب عجب گر کتاب دیگر نیست

چو محو تست معین نام او چہ می پرسی
کہ جز خموشیش الکنوال جواب دیگر نیست

چشم بگشائی که آفاق پر از نور خدا ست — خالی از نور خدا در همه آفاق کجاست

فصل۷ معنی اگر ز نظر خلق نهاں بود مدام — نیک بنگر که نمودار ازیں صورت ماست

آں جمالیکه نظر تیز دراں محرم نیست — هم چو خورشید دریں آئینه ما پیدا ست

شد معینؔ یا تو بخلوتگه وحدت محرم

تا که از هستی و از نیستی خویش جدا ست

بخدا غیر خدا در دو جهاں نیست کسے — صد دلیل است ولے واقف ازاں نیست کسے

لاجرم عاشق و معشوق ز خود ساخت پدید — تا که بروے بجز از وے نگراں نیست کسے

زنده دل را چه غم از رفتن جاں روز ازل — زانکه دل زنده باین روح رواں نیست کسے

بار عشق تو معینیؔ بدل و جاں بکشد

که هوادار تو تنها بزباں غیست کسے

کسے که عاشق و معشوق خویشتن همه اوست — حریف و خلوت و ساقی انجمن همه اوست

اگر بدیدهٔ تحقیق بنگری دانی — که ناظر دل و منظور جان و تن همه اوست

اگر تو خرقهٔ هستی خویش پاره کنی — نظر کنی که دریں زیر پیرهن همه اوست

مگو که کثرت اشیاء نقیض وحدت گشت

تو در حقیقت اشیاء نظر فگن همه اوست

حضرت خواجه قطب الدین بختیار کاکی رحمة الله علیه

آرزو گر بودت پرتو دیدار خدا — زنگ هستی ببر و دیدهٔ معنی بکشا

تا ز خود وا نرهی نیست ترا هیچ علاج — گر کنی طاعت صد ساله بیک روز ادا

یک قدم بر سر نفس ار بتوانی بنهاد — نیست حاجت که ریاضت کشی اندر شبها

قطب زیں سود و زیاں و جهاں داں همه هیچ — گوشه گیر و بجز ذکر خدا لب مکشا

فصل ۷

خط فنا بہ ہستی خود در کشیدہ است　　صاحب دلے کہ شربت وصلش چشیدہ است

فانی ز خویش گشتہ و باقیش با خداست　　آن قابلے کہ بار امانت کشیدہ است

ز اہل فنا بپرس ز شادی وصل دوست　　گر ز راہ بیخودی بوصالش رسیدہ است

بگذار خود پرستی خود قطب دین تمام　　زانرو کہ خود پرست خدا را ندیدہ است

تا گشتہ ام بکوی فنا آشنائے دوست　　تا گشتہ ام بخدا از لقائے دوست

مہر دلم ربودہ ز سودائے غیر خویش　　چیزے نماند در دل و جانم ورائے دوست

خوش آنکہ دل بدلبر جانی سپردہ است　　اے وائے ہر کہ نیست دلش مبتلائے دوست

عقل تو عقیدہ است علم تو حجاب　　ہستی تو بروی آب مانند حباب

معلوم کہ سرمایہ عمرت چند است

بشتاب و جمال یار خود را دریاب

نیم شب از خواب غفلت باش بیدار اے پسر　　منتظر میباشی تا دلبر کند سویت نظر

گر نہ بیند دیدۂ دل چہرۂ دلدار را　　پاک کن آئینہ دل ز زنگ ہستی زود تر

برفروز از جذبۂ حق در دل خود آتشے　　تا نماند در وجودت ہیچ چیز از خشک و تر

کوششے کن اندرین راہ و برو از خود میان دل　　تا ہمہ او گردی و از خود نماند ہیچ اثر

از پئے پندار بر دل کہ سد راہ تست　　ہر چہ داری جز ہوائے یار بر دل نہی ببر

ہر چہ بینی غیر حق را از ہوایش جہد کن　　نفی کن تو زود تر آنجملہ را از خیر و شر

قطب دین تا کے ز ہستی دور مانی از خدا　　گر خدا خواہی تو از جود وجود خود گذر

چو من در بزم وصل یار از خود بے نشان گشتم　　بمعنی سر فراز این جہان و آن جہان گشتم

ز دست ساقی باقی چو خوردم یک دو پیمانہ　　شدم از خویشتن فانی و باحق ہمزبان گشتم

بدان بودم کہ محرم گردم اندر خلوت دلبر　　بحمد اللہ کہ ہمت برگزیدم آنچنان گشتم

نیاور دم حیل در راہ جاناں قطبِ دیں ہرگز
کہ تا رفتم بدریائے حقیقت محض آں گشتم

فصل۴

حضرت مولٰینا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ

من ندانم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام
عاشقِ شوریدہ ام یا عشق با جانانہ ام

مبتلائے حیرتم جاں گو تمنّت یا جاں جاں
اصطلاحِ شوق بسیار است و من دیوانہ ام

با جمالِ ذاتِ خویش حسن و گر در کار شد
چشم او را سرمہ ام یا زلف او را شانہ ام

غافل از خود ماند از صورت چو شیر آئینہ
تا ترا بشناختم جانا ز خود بیگانہ ام

اے امیں بر مستیم انجد و تہمت است
در ازل پیش از زماں تعمیر شد میخانہ ام

فراغت یافتم از حج و عمرہ
چو احرام سر کوئے تو بستم

چو دیدم مروئے زیبائے تو جانا
ز تشویش وجود خویش رستم

بیا ساقی بدہ جام شرابے
کہ مخمور صبوحی الستم

توئی اول توئی آخر توئی ظاہر توئی باطن
توئی مقصود اہل دل توئی مشتاق ہمدم ہم

زیک منبع در ینجا مختلف فوارہ میجوشد
فراج حرص قارون زہد ابراہیم ادہم ہم

کدامی طرفہ نیرنگی در یں کاشانہ سر دادی
کہ عالم پائے کوب از دست عشقت گشت و آدم ہم

نخستین بادہ کاندر جام کردند
ز چشم مست ساقی وام کردند
مزاجش عکس آں گلفام کردند

ہویدہ شید در امکاں صورتِ حق
بآں صورت جہاں را رام کردند

ہمی بایست تفصیلی ازاں روئے
مکارم را بما اتمام کردند

شراب وحدت از خمخانۂ غیب
مرا صبح ازل در کام کردند

فصل ۷

چو غلطیدم ز مستیها بہر سو حریفان مستی از من وام کردند
حقیقت را کہ مستور از نظر بود
بما مشہود خاص و عام کردند

ولے دارم ز خود حالی حبابش میتواں گفتن در دریے کیفیتے جوش شرابش میتواں گفتن
وجود بے نمود معنئ ما دیدنی دارد دریں نیر نگہا بوئے گلابش میتواں گفتن
سویدائے دل ما یابی اندر پیچ تاب او نقوش عالم ام الکتابش میتواں گفتن
فرو پاشید از ہم کثرت موہوم چوں شبنم ز فیض معنئ ما آفتابش میتواں گفتن

بہ زلف پیچ در پیچ کسے گم کردہ ام خود را خروشے در دل شبہا نمی کردم چہ میکردم
ولے پرورد جاں افگار و بار تند خود دارم جہاں را پر ز یاربہا نمی کردم چہ میکردم
غم تحصیل و بار شغل و در دعزل می بینم جنون ترک منصبہا نمی کردم چہ میکردم
کسے با ما ہمی سازد کسے با گل ہمی بازد اگر من یاد آں لبہا نمی کردم چہ میکردم
حجاب وصل مطلوب است دل بستن بمطلب ہا
ایں گر ترک مطلبہا نمی کردم چہ میکردم

ساقی کرمے کن کز ہوش خود افتم من یار خودم خود از دوش خود افتم
بینم رخ ساقی ظاہر شدہ در خود مفتوں شدہ بر خود مدہوش خود افتم
مثل مے جوشاں کز خم بدر افتد جوشے زدہ بر خود از جوش خود افتم
از ہر بن موئم جوشد مے دیگر
از فرط تمایل ز آغوش خود افتم

فصلِ ششم

فصلِ ششم

احدیت و عبدیت

آیاتِ قرآنیہ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

آپ کہدیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ ۲۸

اللہ (کی ذات) پاک ہے اس سے جو شریک بتلاتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۱۵

پاک اور بلند ہے وہ ذات اس سے جو کہتے ہیں۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

فصل ۸

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (۱۹/۷)

نہیں ادراک کرتی ہیں اس کو نگاہیں حالانکہ وہ ادراک کرتا ہے نگاہوں کو اور وہ بڑا باریک بیں باخبر ہے۔

ہر جا ہے ترا جلوہ لیکن دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا
یاں عقل ہے گم کہ بس تجھی کو پایا ہر شئے میں پر نہ پایا

وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آسکے
آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (۳/۲۵)

نہیں مثل اس کے کوئی شئے اور وہی سمیع اور بصیر ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (۱۲/۲۰)

کل چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں سوائے وجہ اللہ کے۔ اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تم سب کو۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

ہاں کھائیو مت فریب ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي (۷/۹)

اور جب پہونچا موسیٰ ہمارے وقت (موعود) پر اور کلام کیا اس سے اس کے رب نے تو کہا اے میرے رب (اپنے تئیں) دکھلادے مجھ کو کہ دیکھوں میں تیری طرف کہا اللہ تعالیٰ نے ہرگز نہ دیکھ سکیگا تو مجھ کو۔

اُسے کون دیکھ سکتا؟ کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

فصل ۷
وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۶/۲۵

اور کسی کی تاب نہیں کہ خدا اس سے (دوبدو) کلام کرے مگر الہام کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے سے۔

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

گوش کو ہوش کے ٹک کھول کے سن شورِ جہاں
سب کی آواز کے پردہ میں سخن ساز ہے ایک

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقف وَارْحَمْنَا وقفہ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ ۳/۳

اے ہمارے رب نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں اے ہمارے رب نہ رکھ ہم پر بھاری بوجھ جیسا تو نے رکھا تھا ان پر جو ہم سے پہلے تھے اے ہمارے رب ہم سے نہ اٹھوانا اتنا بوجھ جس کی ہم میں برداشت نہیں۔ اور درگزر کر ہمارے قصوروں سے اور بخشدے ہمیں اور ہم پر رحم کر تو مددگار ہمارا ہے تو ہماری مدد کر کافر قوم کے مقابلہ میں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ

اے ہمارے رب تو ہمارے دلوں کو کجی اور بد سمجھی سے بچا اس کے بعد کہ

لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝
پ ۳ ع ۹

تو ہم کو سمجھ دے چکا اور عطا فرما ہم کو خاص اپنے پاس کی رحمت بے شک تو ہی بڑا دینے والا ہے اے ہمارے رب بے شک تو سب لوگوں کو اکٹھا کرنے والا ہے ایک دن جس میں کچھ بھی شک نہیں ہے۔ بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

فصل

احادیثِ نبوی

انی لاعلمھم باللہ واشدھم لہ خشیۃ (بخاری ومسلم)

میں تم سے زیادہ عالم باللہ ہوں اور تم سے زیادہ خائف ہوں۔

حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتھی الیہ بصرہ من خلقہ (مسلم)

حجاب اس کا نور ہے اگر کھولے اس کو البتہ جلاوے روشنی اس کے وجہہ کی۔ اور نہیں پہنچی اس کی طرف اس کی مخلوق کی نگاہ۔

لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علے نفسک (مسلم)

میں تیری حمد وثناء نہیں کرسکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسی تونے اپنی تعریف خود ہی کی ہے۔

اعوذ بعفوک من عقابک

میں پناہ مانگتا ہوں تیری عفو کی

فصل ۳

واعوذ برضاك من سخطك واعوذبك منك

تیرے عذاب سے اور تیری رضا کی تیرے غضب سے اور تیری ہی پناہ مانگتا ہوں تجھ سے۔

اللّٰھُمَّ لك الحمد انت قیم السّمٰوٰت والارض و من فیھن ولك الحمد انت ملك السموات والارض ومن فیھن ولك الحمد انت نور السمٰوات والارض ومن فیھن ولك الحمد انت الحق ووعدك الحق ولقاءك حق و قولك حق والجنة والنار حق والنبیون حق ومحمد حق والساعة حق اللھم لك اسلمت و بك آمنت وعلیك توكلت والیك تبت وبك خاصمت والیك حاكمت انت ربنا والیك

یا اللہ تیرے لئے سب تعریف ہے تو ہی قائم رکھنے والا آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے، اور تیرے لئے سب تعریف ہے تو ہی بادشاہ ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے، اور تیرے ہی لئے سب تعریف ہے اور تو ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور جو کچھ ان میں ہے، اور تیرے ہی لئے سب تعریف ہے اور تو ہی ثابت وموجود ہے اور وعدہ تیرا سچا ہے اور دیدار تیرا حق ہے اور کلام تیرا سچا ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور سب نبی حق ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور قیامت حق ہے، یا اللہ واسطے تیرے فرماں بردار ہوا میں، اور تجھ پر ایمان لایا میں،

المصیر فاغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به منی انت المقدم وانت الموخر انت الٰھی لا الٰہ الا انت

(صحاح ستہ)

اور تجھی کو کام اپنے سونپے ہیں نے، اور طرف تیرے رجوع کیا میں نے اور تیری مدد سے جھگڑتا ہوں دشمنانِ دین سے اور تیری طرف فریاد لایا میں تو رب ہمارا ہے اور تیری طرف بازگشت ہے پس بخش میرے لیے وہ گناہ کہ پہلے کئے میں نے اور جو پیچھے کئے میں نے اور جو پوشیدہ کئے میں نے اور جو ظاہر کئے میں نے اور وہ گناہ کہ تو ہی بہتر جانتا ہے ان کو مجھ سے تو ہی آگے بڑھانے والا اور تو ہی پیچھے رکھنے والا تو ہے معبود میرا نہیں کوئی معبود مگر تو۔

فصل

اقوال صدیقین و اکابر دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مکتوباتِ امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ

مکتوب ۶۷ جلد دوم۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات کے ساتھ موجود ہے اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہوئے ہیں... اور اسی کے پیدا کرنے سے عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ پس حق تعالیٰ قدیم و ازلی ہے۔ اور جملہ اشیاء حادث اور نو پیدا ہیں۔ جو قدیم و ازلی ہے وہ باقی و ابدی ہے۔ اور جو حادث اور نو پیدا ہے فانی اور نیست و نابود ہے یعنی زائل ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے

اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ وجود کے وجوب میں اور نہ عبادات کے استحقاق میں وجود کا وجوب اس کے سوا کسی اور کے لئے مناسب نہیں اور نہ اُس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہے۔

فصل

حق تعالیٰ کے صفات کاملہ ہیں جن میں سے حیات، علم، قدرت، ارادت، سماعت، بصارت، کلام اور تکوین ہیں جو قدم اور ازلیت کے ساتھ متصف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ حوادث کے تعلقات صفات کے قدم میں خلل نہیں ڈالتے اور متعلَّق (مخلوق) کا حدوث اللہ کی ازلیت کا مانع نہیں ہوتا۔ فلاسفہ اپنی بے وقوفی سے اور معتزلہ اپنے اندھے پن کی وجہ سے متعلَّق کے حدوث سے متعلِّق کے حدوث کے قائل ہیں اور صفات کاملہ کی نفی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو جزئیات کا عالم نہیں جانتے ہیں۔ جس سے تغیر لازم آتا ہے۔ جو حدوث کا نشان ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ صفات ازلی ہیں۔ اور صفات کے وہ تعلقات جو اپنے حادث متعلقات کے ساتھ ہیں حادث ہیں۔ جملہ صفاتِ ناقصہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مسلوب ہیں اور اللہ تعالیٰ جواہر و اجسام و اعراض کے صفات و لوازم سے منزہ و مبرّا ہے۔ زمان و مکان و جہت کو اس کی بارگاہ میں گنجائش نہیں۔ یہ سب اسی کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے نہ جسمانی۔ نہ جوہر نہ عرض۔ نہ محدود، نہ متناہی۔ نہ طویل نہ عریض۔ نہ دراز نہ کوتاہ۔ نہ فراخ نہ تنگ۔ بلکہ وہ واسع ہے، نہ اُس وسعت کے ساتھ جو ہمارے فہم میں آسکے۔ اور وہ محیط ہے، نہ اس احاطے کے ساتھ جو ہماری ادراک میں آسکے۔ اور وہ قریب ہے، نہ اس قرب سے جو ہماری عقل میں آسکے۔ اور وہ ہمارے ساتھ ہے نہ اُس معیت سے

جو مشہور ومعروف ہے ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ واسع، محیط، قریب اور ہمارے ساتھ ہے لیکن ہم ان صفات کی کیفیت نہیں جانتے کہ کیا ہے۔ اور جو کچھ ہم جانتے ہیں، جانتے ہیں کہ مذہب میں قدم رکھتا ہے۔ (یعنی وہ لوگ جو یہ مانتے ہیں کہ اللہ ہی نے جسم اختیار کیا) حق تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ متحد ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے اور نہ وہ کسی شئی میں حلول کرتا ہے۔ تبعّض اور تجزّی یعنی بعض بعض اور جزو جزو ہونا اس کی بارگاہ میں محال ہے۔ اور ترکیب وتحلیل اس کی جناب سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل اور برابر نہیں۔ نہ اس کی عورت ہے نہ بیٹا۔ اس کی ذات وصفات بے چون و بے چگون، بے شبہ اور بے مثل ہیں ہم صرف اس قدر جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہے اور اپنے اسماء و صفاتِ کاملہ سے متصّف ہے جن سے اس نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔ لیکن جو کچھ اس سے ہمارے فہم وادراک اور عقل وتصور میں آسکے حق تعالیٰ اس سے منزہ اور برتر ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں)۔

دوربینانِ بارگاہِ الست ؛ بیش ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

(بارگاہ ربوبیت کے دوربینوں کی رسائی اس یافت سے بڑھ کر نہیں کہ اللہ ہے۔)

مکتوب ۲۶۶ جلد اوّل۔ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب ومعیت رکھتا ہے۔ اس احاطہ، قرب ذریعے

فصل ۶

سے وہ مراد نہیں ہے جو ہماری ناقص فہم میں آئے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی جناب پاک کے شایاں نہیں۔ اور جو کچھ کشف و شہود سے معلوم کرتے ہیں اس سے بھی منزہ ہے۔ کیونکہ ممکن کو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کی حقیقت کے متعلق جہل و حیرت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ غیب پر ایمان لانا چاہیئے۔ اور جو کچھ مکشوف و مشہود ہو لا کے تحت اس کی نفی کرنی چاہیئے ۔

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں ؛ کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

اٹھالے جال عنقا کسی کے ہاتھ نہیں آتا ہے ؛ یہاں جو جال کو لگاتا ہے خالی ہاتھ جاتا ہے۔ حضرت ایشاں یعنی خواجہ صاحب بزرگوار کی مثنوی کی یہ بیت اس مقام کے مناسب ہے ۔

ہنوز ایوانِ استغنا بلند است ؛ مرا فکرِ رسیدن ناپسند است

(ترجمہ) استغنا کا ایوان بہت اونچا ہے۔ وہاں چڑھنے کی کوشش نہ کر۔

پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کو محیط ہے اور ان کے قریب ہے اور اُن کے ساتھ ہے۔ لیکن اُس کے قرب و احاطہ اور معیت کی حقیقت کو نہیں جانتے کہ کیا ہے۔ کس طرح ہے۔ اِسے اِحاطہ اور قربِ علمی کہنا شبہ پیدا کرنے والی تاویلوں سے ہے اور ہم ان کی تاویل کے قائل نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی چیز اس سے متحد ہو سکتی ہے۔ اور صوفیہ کی بعض عبارتوں سے اتحاد کے جو معنی سمجھ میں آتے ہیں وہ ان کے منشاء و مراد کے برخلاف ہے۔ کیونکہ ان کی مراد اس کلام سے جس سے اتحاد کا وہم گزرتا ہے یعنی اِذَا تَمَّ الفقر فھو اللہ۔ جب فقر کامل ہو جائے اور نیستی محض حاصل ہو جائے

تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ نہ یہ کہ وہ فقیر خدا سے متحد ہو جاتا ہے اور خدا بن جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کفر و الحاد ہے۔ تعالیٰ اللہ سبحانہٗ عما یتوھم الظالمون علوا کبیرا۔ (اللہ تعالیٰ ظالموں کے وہم و گمان سے بہت بلند و بالا ہے) ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ انا الحق کی عبارت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں حق ہوں بلکہ یہ ہیں کہ میں نہیں ہوں اور حق موجود ہے۔

فصل ۸

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال میں تغیّر و تبدّل کو راہ نہیں صوفیہ وجودیہ نے جو پانچ تنزلات ثابت کئے ہیں وہ مرتبہ وجوب میں تغیّر و تبدل کی قسم سے نہیں ہیں کیونکہ یہ کفر و گمراہی ہے۔ بلکہ ان تنزلات کو ظہور کے مرتبے میں اللہ تعالیٰ کا کمال اعتبار کیا ہے۔ بغیر اس کے کہ تغیّر و تبدل کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال میں راہ ملے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات و افعال میں غنی مطلق ہے اور کسی امر میں کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔

مکتوب ۲۹۰ جلد اول۔ جب اس درویش کو اس راہ کی آرزو پیدا ہوئی تو عنایتِ الٰہی نے ہادی ہو کر ولایت پناہ، حقیقت آگاہ، ہادیِ طریق جس کی ہدایت میں نہایت مندرج ہے، ایسا راستہ دکھانے والے جو درجاتِ ولایت تک پہنچانے والا ہے، دین پسندیدہ کے مؤید ہمارے امام مولانا شیخ محمد باقی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچایا جو حضراتِ اکابر نقشبندیہ کے خانوادہ کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔ انھوں نے اس درویش کو ذکر اسم ذات تعلیم فرمایا۔ اور مقررہ طریق سے ایسی توجہ فرمائی کہ مجھ میں بڑا انتہا لذت پیدا ہوئی اور کمالِ شوق سے

فصل ۸ گریہ شروع ہوا۔ ایک روز کے بعد بے خودی کی کیفیت طاری ہوئی جو ان بزرگوں کے پاس معتبر ہے اور غیبت سے موسوم ہے۔ اس بے خودی کی حالت میں میں نے ایک دریائے محیط کو دیکھا جس میں عالم کی صورتیں اور شکلیں سایہ کی طرح معلوم ہوئیں۔ اور یہ بے خودی رفتہ رفتہ غالب ہوتی گئی۔ اور اس قدر بڑھ گئی کہ کبھی ایک پہر روز تک رہتی اور کبھی دوپہر تک اور بعض اوقات تمام رات طاری رہتی۔ جب میں نے اس قصہ کو حضرت کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا کہ تھوڑی سی فنا حاصل ہوئی ہے۔ اور ذکر سے منع فرمایا۔ اور اس آگاہی کی نگہداشت کا حکم فرمایا۔ دو روز کے بعد مجھے فنائے اصطلاحی حاصل ہوگئی۔ پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے کام میں مشغول رہ۔ اس کے بعد مقام فنائے فنا حاصل ہوا۔ پھر عرض کیا تو فرمایا کہ تو تمام عالم کو ایک دیکھتا ہے اور متصل و واحد پاتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ فنائے فنا میں معتبر یہ ہے کہ اس اتصال کی دید کے باوجود بے شعوری حاصل ہو۔ اسی رات اس قسم کی فنائے فنا حاصل ہوگئی۔ اس کو بھی عرض کیا اور وہ حالت جو فنا کے بعد حاصل ہوئی اسے بھی عرض کیا۔ اور کہا کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہٗ کے متعلق علم حضوری پاتا ہوں۔ اور ان اوصاف کو جو میری طرف منسوب تھے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف منسوب پاتا ہوں۔ بعد ازاں وہ نور جو تمام اشیاء کو محیط ہے ظاہر ہوا اور میں نے اس کو حق سبحانہٗ تعالیٰ جانا اور اس نور کا رنگ سیاہ تھا۔ میں نے عرض کیا تو فرمایا کہ حق سبحانہٗ پردۂ نور میں مشہود ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ یہ انبساط اور پھیلاؤ جو اس نور میں دکھائی دیتا ہے علم میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کا اشیاءِ متعددہ کے ساتھ جو بلندی و پستی میں واقع ہے تعلق ہونے کی وجہ سے پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے، اس کی بھی نفی کرنی چاہیئے۔ بعد ازاں وہ پھیلا ہوا سیاہ نور کم ہونے لگا یہاں تک کہ ایک نقطہ بن گیا۔ فرمایا کہ اس نقطہ کی بھی نفی کرنی چاہیئے تاکہ حیرت آجائے۔ میں نے ایسا ہی کیا اور وہ نقطۂ موہوم بھی درمیان سے دور ہو گیا اور حیرت تک جا پہنچا کہ جس مقام پر اللہ تعالیٰ کا شہود خود بخود ہے۔ جب میں نے عرض کیا تو فرمایا کہ یہی حضور نقشبندیہ کا حضور ہے اور نسبتِ نقشبندیہ سے مراد یہی حضور ہے۔ اور اس حضور کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں اور بدایت میں نہایت کا مندرج ہونا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس طریق میں طالب کو اس نسبت کا حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ دوسرے سلسلوں میں طالب اپنے پیروں سے اذکار و اوراد حاصل کرتے ہیں تاکہ ان پر عمل کر کے مقصود کو حاصل کریں۔ ؏ قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا۔

اس فقیر کو تعلیم ذکر سے دو ماہ اور چند روز بعد یہ عزیز الوجود (وہ وجود جو سب پر غالب ہے) نسبت حاصل ہو گئی تھی۔ اس نسبت کے تحقق کے بعد دوسری فنا حاصل ہوئی جسے فنائے حقیقی کہتے ہیں۔ اور دل میں اس قدر وسعت پیدا ہوئی کہ عرش سے لے کر مرکزِ زمین تک تمام عالم اس کی وسعت کے مقابلے میں ایک رائی کے دانہ برابر بھی نہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کے بعد اپنے آپ کو اور ہر فردِ عالم کو بلکہ ہر ہر ذرّہ کو حق تعالیٰ دیکھنے لگا۔ بعد ازاں عالم کے ہر ذرّہ کو الگ الگ اپنا عین دیکھا اور اپنے آپ کو ان سب کا عین دیکھنے لگا۔

مفصل ۸

یہاں تک کہ سارے عالم کو ایک ذرّہ میں گم پایا۔ بعد ازاں اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو اس قدر پھیلا ہوا اور وسیع دیکھا کہ تمام عالم بلکہ اس سے کئی گنا دیگر عوالم اس میں سما سکیں۔ بلکہ اپنے آپ کو اور ہر ذرہ کو ایسا پھیلا ہوا نور دیکھا کہ ہر ذرّہ میں ساری وطاری ہے اور عالم کی صورتیں اور شکلیں اس نور میں مضمحل اور متلاشی (محتاج) ہیں۔ اس کے بعد اپنے آپ (اخا) کو بلکہ ہر ذرّہ کو تمام عالم کا مقوِّم (قائم کرنے والا) پایا۔ جب میں نے حضرت سے عرض کیا تو فرمایا کہ توحید میں مرتبۂ حق الیقین یہی ہے۔ اور اسی مقام کو جمع الجمع کہتے ہیں۔ بعد ازاں عالم کی صورتوں اور شکلوں کو جنہیں پہلے حق پاتا تھا اب موہوم دیکھنے لگا۔ اور ہر ذرہ کو جنہیں بے تفاوت وبے تمیز حق پاتا تھا ان کو بھی موہوم پایا جس پر انتہائی حیرت ہوئی۔

اس اثنا میں فصوص الحکم کی وہ عبارت جو اپنے والدِ بزرگوار علیہ الرحمہ سے سنی تھی یاد آ گئی کہ فرمایا ہے۔ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّہٗ اَیِ العالم حق۔ وَاِن شئتَ قلتَ انّہ خلق۔ وان شئتَ قلتَ انّہ حق من وجہ وخلق من وجہ وان شئت قلت بالحیرت لعدم التمیز بینھما۔ (یعنی اگر تو چاہے تو کہہ دے کہ عالم حق ہے۔ اگر تو چاہے تو کہہ دے کہ عالم خلق ہے۔ یا اگر چاہے تو کہہ دے کہ عالم ایک جہت سے حق ہے اور ایک جہت سے خلق ہے۔ اور اگر تو ان دونوں میں تمیز نہ ہونے کی وجہ سے حیرت کہہ دے تو بھی بجا ہے) فی الجملہ اس عبارت سے اس اضطراب کو کچھ تسکین ہوئی۔ بعد ازاں حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا تو فرمایا کہ

فصل ۸

ابھی تیرا حضور صاف نہیں ہوا۔ جا اپنے شغل میں لگا رہ۔ تاکہ موہوم (معلوم) سے موجود کی تمیز ظاہر ہو۔ میں نے فصوص کی وہ عبارت پڑھی جس سے عدم تمیز ظاہر ہوئی تھی۔ اس پر فرمایا کہ شیخ نے کامل کا حال بیان نہیں کیا ہے۔ عدمِ تمیز بھی بعضوں کی نسبت ثابت ہے حسب الحکم اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے حضرت شیخ کی محض توجہ شریف سے دو روز بعد موجود موہوم میں تمیز ظاہر فرمادی۔ اور میں نے موجود حقیقی کو موہوم متخیل سے ممتاز پایا۔ اور اُن صفات و افعال و آثار کو جو موہوم سے دکھائی دیتے تھے حق تعالیٰ سے دیکھنے لگا۔ اور ان صفات و افعال کو بھی محض موہوم پایا اور خارج میں ایک ذات کے سوا کچھ موجود نہ دیکھا۔ جب حضرت سے اس حالت کو بیان کیا تو فرمایا کہ مرتبۂ فرق بعد الجمع یہی ہے اور سعی و کوشش کی انتہا یہیں تک ہے۔ اس کے آگے جو کچھ کسی کی استعداد اور باطن میں رکھا ہے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ کو مشائخ طریقت نے مقامِ تکمیل فرمایا ہے۔

فصل ۲

جاننا چاہیئے کہ اس فقیر کو جب پہلی مرتبہ سُکر سے صحو میں لائے اور فنا سے بقا کے ساتھ مشرف فرمایا۔ جب فقیر نے اپنے وجود کے ذرّات میں سے ہر ذرّہ میں نظر کی تو حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہ پایا۔ اور ہر ذرّہ کو اس کے شہود کا آئینہ معلوم کیا۔ اس مقام سے پھر حیرت میں لے گئے۔ جب ہوشیاری میں لائے تو اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرّہ کے ساتھ حق تعالیٰ کو پایا نہ ہر ذرّہ میں۔ اور پہلا مقام اس دوسرے مقام کی نسبت سے بہت نیچے نظر آیا۔ پھر حیرت

میں لے گئے۔ جب ہوش میں لائے تو اس مرتبہ میں حق تعالیٰ کو نہ عالم سے متصل پایا اور نہ منفصل، نہ داخلِ عالم پایا اور نہ خارج عالم۔ اور معیت و احاطہ اور سریان کی نسبت جس طرح اوّل پاتا تھا۔ اس کی بالکل نفی ہوگئی۔ باوجود اس کے اسی کیفیت پر مشہود ہوا بلکہ اس طرح پر کہ گویا (حق) محسوس ہے۔ اور عالم بھی اس وقت مشہود تھا۔ لیکن حق تعالیٰ کے ساتھ عالم مذکورہ نسبتوں میں سے کچھ نہ رکھتا تھا۔ پھر حیرت میں لے گئے اور جب ہوش میں لائے تو معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو عالم کے ساتھ ان نسبت مذکورہ سے ورے ایک اور نسبت ہے اور وہ نسبت مجہول الکیفیت ہے اللہ تعالیٰ مجہول الکیفیت کی نسبت سے مشہود ہوا۔ پھر حیرت میں لے گئے۔ اور اس مرتبہ میں ایک قسم کا قبض طاری ہوا۔ جب پھر مجھے ہوش میں لائے تو حق تعالیٰ اس مجہول الکیفیت نسبت کے بغیر اس طرح مشہود ہوا کہ عالم کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ نہ معلوم الکیفیت نہ مجہول الکیفیت۔ اور اس وقت عالم اسی خصوصیت سے مشہود تھا۔ اس وقت ایک خاص علم عنایت ہوا کہ اس علم کی وجہ سے خلق اور حق کے درمیان کوئی مناسبت نہ رہی۔ ہر دو شہود کے حاصل ہونے کے باوجود اس وقت مجھے یہ علم دیا گیا کہ یہ شہود اس صفت اور اس تنزیہ کے ساتھ بھی ذاتِ حق نہیں ہے، حق تعالیٰ اس سے پاک اور بلند و برتر ہے بلکہ اس کی تکوین کے تعلق سے وہ صورت مثالی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تعلقاتِ کونی سے وراءُ الوراء ہے۔ خواہ وہ تعلق معلوم الکیفیت ہو یا مجہول الکیفیت۔ ہیہات ہیہات ؎

کیف الوصولُ الی سعاد ودونها ؎ قُلل الجبال ودونهن حیوف

فصل ۶

(ترجمہ - ہائے میں کسطرح سعاد (معشوق) تک پہنچوں - راہیں پرخطر وحشت و جبال ہیں)

مکتوب ۱۶۰ - جلد اوّل - جاننا چاہیئے کہ علوم و معارف کے تفاوت فصل کا منشاء ان مکتوبات و رسائل میں جو اس فقیر سے بلکہ ہر سالک سے ظاہر ہوا ہے انھیں مختلف مقامات کے حاصل ہونے کا تفاوت ہے۔ ہر مقام کے لئے علوم و معارف جدا جدا ہیں - اور ہر حال کے لئے قال علیحدہ ہے - پس حقیقت کے لحاظ سے علوم میں کوئی تضاد و تناقض نہیں ہے۔

مکتوب ۳۰۰ - جلد اوّل - جب انسانِ کامل مراتب اسماء و صفات کی تفصیلی سیر کو طے کر کے جامعیت تامّہ پیدا کر لیتا ہے - اور اسماء و صفاتِ الٰہی کے کمالات کا آئینہ بن جاتا ہے - اور اس کا عدمِ ذاتی جو ان کمالات کا آئینہ ہے پورے طور پر پوشیدہ ہو جاتا ہے - اور ان کمالات کے سوا اُس میں اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی تو اس وقت فنائے تام کو حاصل ہونے کے بعد جو اس کے عدم کے نفی ہونے پر وابستہ تھی، ایک خاص بقا کے ساتھ جو ان کمالات پر منحصر ہے مشرف ہوتا ہے اور ولایت کا اِسم اس پر صادق آتا ہے - اس کے بعد اگر حق تعالیٰ کی عنایت ازلی شاملِ حال ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ پھر یہ کمالات جس کے ساتھ عارف نے بقا حاصل کی تھی، حضرتِ ذات کے آئینہ میں منعکس ہو جائیں اور وہاں ظہور پیدا کریں - اس وقت قَابَ قَوسَینِ کا سِر ظہور میں آتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ آئینۂ حق میں ظہورِ شئی سے اس مقام پر کنایہ ہے کہ ہر شئے کو اس آئینہ کے ساتھ ایک نسبت مجہولہ حاصل ہے - نہ یہ کہ

وہاں آئینہ کی حقیقت ہے اور نہ وہ شئے اس میں منعکس ہے۔ وَلِلّٰہِ المثلُ الاعلیٰ (مثالِ اعلیٰ اللہ ہی کے لئے ہے)۔ اور جب وہ کمالات جن کے ساتھ عارف نے بقا حاصل کی تھی حقیقت و اصالت کے طور پر اللہ پاک کے آئینہ میں منعکس ہو جاتے ہیں اور وہاں ظہور پیدا کرتے ہیں۔ اور وہاں اس کو نسبت مجہول الکیفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت اَنا جو عارف کے ساتھ تعلق رکھتا تھا وہاں اِطلاق پاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ان کمالات ظاہرہ کا عین دیکھتا ہے۔ مقامِ قَابَ قوسَین میں اَنا کا انتہائی عروج یہیں تک ہے۔

فصل

اے فرزند! سن لے کہ صورت کا آئینہ جس میں حُسن و جمال منعکس ہوتا ہے۔ اگر بالفرض اس آئینہ میں علم و حیات ظاہر ہوں تو بالضرور اس حسن و جمال کے ظہور سے متلذذ ہو گا۔ اور حظِ وافر حاصل کرے گا۔ اور حقیقت کے آئینہ میں اگرچہ لذّت و الم جو صفاتِ امکان سے ہے مفقود ہے لیکن وہ امر جو اس بلند مرتبہ کے لائق ہے اور نقص و حدوث کے نشان سے پاک ہے کائن و ثابت ہے۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست ٭ ہم قصۂ غریب حدیث عجیب ہست

یہ کمالاتِ ظاہرہ جنھوں نے اس مرتبہ میں نسبت مجہول الکیفیت پیدا کی ہے اُن کا حکم بعینہٖ ایسا ہے جیسا کہ انسان کے عالمِ خلق کو عالمِ امر کے ساتھ نسبت ہے۔ اس مقام پر مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کا سِر حاصل ہوتا ہے۔ اور جب اِن کمالاتِ ظاہرہ نے جو حضرتِ ذاتِ تعالیٰ

کے اجمال کی تفصیل میں بھی حضرتِ اجمال کے ساتھ مجہول الکیفیت نسبت
پیدا کرکے اور بلاکیف اتصال حاصل کرکے حضرتِ اجمال کی آئینہ داری کی
تو لازماً حضرتِ اجمال (وحدت) میں مجرد اعتبار اور محض توہم سے
... تفصیل (واحدیت) بھی پیدا ہو گئی جو عارف کے اخفا کے عروج
کا باعث ہوئی - یہ کمال مقام اَوْ اَدْنیٰ سے وابستہ ہے - جب قلم یہاں
پہنچا تو اس کا سر قلم ہو گیا -

فصل ۸

یہ ہے نہایتُ النہایت اور غایتُ الغایت کا بیان جس کا سمجھنا
خواص کے ادراک سے کوسوں دور ہے - پھر عوام کا کیا ذکر - بلکہ اخص
خواص میں بھی بہت کم لوگ ہیں جو اس دولت اور معرفت سے سرفراز
ہوئے ہیں - یہ کمال بھی ظہوراتِ وتجلیات کے اعتبار سے ہے کیونکہ
اس (احدیت) کے بعد کسی قسم کی تجلی اور ظہور متصوّر نہیں -

ومن بعد ھذا ما یدق صفاتہٗ ؛ وما کتمہٗ احظی لدیہ واجمل

اس کے بعد بیانِ صفات ایسے نازک مقام پر پہنچا ہے کہ رازداری ہی
زیادہ مناسب ہے -

مکتوب ۲۶۰ جلد اوّل - قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ (اتنا
قریب ہوا کہ دو کمانوں کا فرق رہ گیا بلکہ اس سے بھی قریب تر) کا سیر
اسی جگہ منکشف ہوتا ہے - اور اس سیر میں معلوم ہوتا ہے کہ جملہ
ولایتوں یعنی ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ علیا کے
کمالات مقامِ نبوت کے کمالات کے ظلال ہیں - اور وہ کمالات ان
کمالات کی حقیقت کے لئے شبہ ومثال ہیں - اور واضح ہوتا ہے
کہ اس سیر کے ضمن میں ایک نقطہ کہ جو کونا مقامِ ولایت کے تمام

کمالات کے طے کرنے سے زیادہ ہے پس قیاس کرنا چاہیئے کہ ان سب
فصل ۸ کمالات کو تمام گزشتہ کمالات کے ساتھ کیا نسبت ہوگی۔ دریائے
محیط کو بھی قطرہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہوتی ہے۔ لیکن یہاں
تو یہ نسبت بھی مفقود ہے۔ ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ مقامِ نبوت
کو مقامِ ولایت سے وہ نسبت ہے جو لامتناہی کو متناہی کے ساتھ ہے۔
اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے صدقے سے اس سیر کو بھی انجام تک پہنچایا تو مشہود ہوا کہ
اگر سیر میں بالفرض ایک قدم اور بڑھائیں تو عدمِ محض میں پڑے گا۔
کیونکہ اس کے آگے عدمِ محض کے سوا کچھ نہیں۔ اے فرزند۔ اس ماجرا
سے تو یہ وہم نہ کرے کہ عنقا شکار ہو گیا اور سیمرغ جال میں پڑ گیا۔
عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں ❊ کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را
(اے شکاری اپنا دام اٹھا لے کہ عنقا شکار نہیں کیا جا سکتا) کیونکہ حق
سبحانہٗ تعالیٰ وراء الوراء۔ ثم وراء الوراء ہے۔ ابھی استغنا کا ایوان
اونچا ہے۔ وہاں پہنچنے کی فکر میرے لئے مناسب نہیں۔ وہ وراءیت
حجابوں کے وجود کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ حجاب تو سب اٹھ
چکے۔ بلکہ عظمت و کبریا کے ثبوت کے اعتبار سے ہے جو ادراک کے
مانع اور وجدان کے منافی ہے۔ کیونکہ وہ حق سبحانہٗ تعالیٰ وجود میں
قریب ترین ہے اور وجدان میں بعید ترین ہے۔ ہاں بعض کاملین
کو جو اللہ کی مراد ہوتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے طفیل میں عظمت
و کبریا کے پردوں میں جگہ دیتے ہیں اور بارگاہ کا محرم بناتے ہیں
اور جیسا کہ چاہیئے ان کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔

اور یہ کہا ہے کہ لَیْسَ وَرَاءَہٗ اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ یعنی اس کے آگے سوائے عدم محض کے کچھ نہیں۔ وہ اس لئے کہ وجود خارجی اور وجود علمی کے مراتب تمام ہونے کے بعد عدم کا حصول ہے جو اس کی نقیض ہے۔ اور حق سبحانہٗ کی ذات اس وجود و عدم سے ورای ہے۔ جس طرح عدم کو وہاں راہ نہیں، وجود کی بھی وہاں گنجائش نہیں کیونکہ وہ وجود جس کا نقیض عدم ہو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے شایان نہیں اور اگر عبارت کی تنگی کے باعث اس مرتبہ میں وجود کا اطلاق کریں تو اس سے وہ وجود مراد ہوگا جس کے نقیض بننے کی عدم کو مجال نہیں ہے۔

فصل

من کلام خواجۂ خواجگان خواجہ نقشبند قدس سرہٗ

کہتے ہیں کہ فنا سے مراد سیر الی اللہ کی نہایت ہے اور بقا سے مراد سیر فی اللہ کی بدایت (ابتداء) ہے۔ سیر الی اللہ کی انتہا اس وقت ہوتی ہے جب سالک وطن مالوف سے اور حظوظ بشریت سے کلی طور پر نکل جائے اور راہ طلب میں سیدھے توجہ بحق اسے حاصل ہو۔ اور ہستی کے جنگل کو صدق کے قدم سے یکبارگی قطع کرے تاکہ کعبۂ وصال کو پہنچ جائے۔ سیر فی اللہ اس وقت محقق ہوتی ہے جب بندہ کو فنائے مطلق کے بعد جو فنائے صفات و فنائے ذات (کا مقام) ہے وجود حقانی حاصل ہوتا ہے۔ تاکہ وہ اس وجودِ حقانی سے عالم میں اوصاف الٰہی سے متصف ہو کر اور اخلاق ربانی سے آراستہ ہو کر ترقی کر سکے۔ اور یہ مرتبہ بی یسمع و بی یبصر و بی یبطش و بی یعقل (بندہ

فصل ۹

مجھ سے سنتا ہے، مجھ سے دیکھتا ہے، مجھ سے پکڑتا ہے، مجھ سے سمجھتا ہے۔) کا ہے جہاں ذات و صفاتِ فانیہ وجود کے لباس سے بقا حاصل کرتے ہیں۔ اور خفا کی قبر سے ظہور کے محشر میں اٹھ جاتے ہیں اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے تصرفات و جذبات بندہ کے باطن پر غالب ہوتے ہیں۔ اور اس کے باطن کو جملہ وساوس و ہوا سے فانی کر کے اپنے ذاتی صفات کے ساتھ بندہ کے باطن میں تصرف کرتے ہیں اور اس کو اپنے نفسانی تصرف سے بچاتے ہیں۔

فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے درجہ پر پہنچنے کے بعد بندہ سے تعین و تقید کا حکم مطلقاً مرتفع نہیں ہوتا۔ اور بقا باللہ کے مرتبہ میں صفاتِ ربانی سے متصف ہونے پر اس کو تعیناتِ حقانی حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن شیبانی جو مشائخ طبقہ سے ہیں کہتے ہیں۔ الفناء والبقاء یدور علیٰ اخلاص الوحدانیۃ وصحۃ العبودیت وما سوی ذلک مغالیط وزندقۃ .... (فنا اور بقا کا ایک دور ہے جو خالص وحدانیت اور صحیح عبودیت پر چلتا رہتا ہے اس کے سوا سب مغالطے ہیں اور الحاد و بددینی ہے۔) اس مقام پر ہر طرح بندہ محفوظ ہوتا ہے شریعت کے وظائف کی رعایت میں اور اوامر و نواہی کے قیام میں۔ حالِ فنا کی صحت کلی کی یہی دلیل ہے۔ اور اگر حق تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل و رعایت میں بندہ محفوظ نہ ہو حالِ فنا کی عدم صحت کی یہی دلیل ہے۔ حضرت ابو سعید فراز قدس سرہٗ نے اس معنی کو یوں واضح فرمایا ہے۔ کل باطن یخالفہ الظاہر فہو باطل (ہر باطن جس کی ظاہر مخالفت کرے وہ باطل ہے) (رسالۂ قدسیہ)۔

علم و عقل کا راستہ دریائے فنا کے کنارہ سے آگے نہیں۔ اس کے بعد حیرت
اور بے نشانی ہے۔ اس ظہور کے عجائب کی انتہا نہیں۔ اور اس کے
احوال کا علم سلوک سے گزرنے کے بغیر معلوم نہیں ہوتا۔ ع عاشقی جز رسیدہ
را نبود (رسائی کے بغیر عاشقی کامل نہیں)۔

اس جگہ مبدا شہود عالمِ وحدت و وحدانیت ہے۔ ...... اور
فنائے فنا جو اہلِ اللہ کے درمیان متعارف ہے یہ ہے کہ جس طرح
وجودِ جسمانی سے فانی ہوتے ہیں وجودِ روحانی سے بھی فانی ہوتے ہیں۔
تا کہ جلال کی رویت میں اور عظمتِ الوہیت کے کشف میں اور اسی حال
کے غلبے میں دنیا اور آخرت کو بھول جائیں۔ اور احوال و مقامات
اس کی ہمت کی نظر میں حقیر معلوم ہوں۔ عقل و نفس سے فانی ہو جائے
اور فنا سے بھی فانی ہو جائے۔ اور عین فنا کے اندر اس کی زبان
حق سے ناطق ہو جائے۔ اور تن خضوع و خشوع اختیار کرے اور
عین فنا میں یہ تمام تر حیرت اور بے نشان ہو جائے۔

کس می ندہد از تو نشانی ؛ اینست نشانِ بے نشانی

مکتوب ۱۲۶ - جلد اوّل - فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے حاصل
ہونے سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ممکن واجب ہو جاتا ہے کیونکہ
وہ محال ہے جس سے حقائق کا تغیر و تبدل لازم آتا ہے۔

خاصانِ خدا خدا نباشند ؛ لیکن ز خدا جدا نباشند
(اللہ کے خاص بندے خدا نہیں ہوتے لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے)

مکتوب ۱۴۴ - جلد اوّل - سیر الی اللہ سے مراد وہ حرکتِ علمی
ہے جو علمِ اسفل سے علمِ اعلیٰ کی طرف کو جاتی ہے۔ اور پھر (اللہ)

فصل ۳

اعلیٰ تک حتیٰ کہ کلی طور پر ممکنات کے علوم طے کرنے اور ان کے زائل ہو جانے کے بعد واجب تعالیٰ کے علم تک منتہی ہو جاتی ہے اور یہ حالت وہی ہے جس کی فنا سے تعبیر کی گئی ہے۔ اور سیر فی اللہ سے مراد وہ حرکتِ علمی ہے جو مراتبِ وجوبیہ یعنی اسماء و صفات و شیون و اعتبارات و تقدیسات و تنزیہات میں ہوتی ہے۔ اور اس مرتبہ پر اس کی انتہا ہوتی ہے جس کی تعبیر کسی عبارت سے نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ کسی اشارہ سے بیان میں آ سکتی، اور نہ کسی نام سے اس کا نام رکھا جا سکتا ہے۔ اور نہ کسی کنایہ سے وہ ادا ہو سکتی ہے۔ اور نہ اس کو کوئی عالم جانتا اور نہ کوئی اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ اور اس سیر کا نام بقاء رکھا گیا ہے۔ اور سیر عن اللہ باللہ تیسری سیر ہے جس سے مراد حرکتِ علمی ہی ہے۔ جو علم اعلیٰ سے علم اسفل کی طرف نیچے اترتی ہے۔ اور اسفل سے اسفل کی طرف یہاں تک کہ ممکنات کی طرف رجعت قہقری ہوتی ہے۔ اور تمام مراتب وجوب کے علوم سے نزول کرتی ہے۔ اور وہ ایسا عارف ہے جو اللہ کو بھولے اللہ کے ساتھ (بوجہ محویت) اور اللہ کی طرف پھرے اللہ کے ساتھ اور وہ واجد فاقد، واصل مہجور اور قریب و بعید ہوتا ہے۔ اور چوتھی سیر جو اشیاء میں سیر ہے اس سے مراد علومِ اشیا کا حصول ہے۔

سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ نفسِ ولایت کے حاصل ہونے کے لئے ہیں جس سے مراد فنا بقا ہے۔ اور تیسری اور چوتھی سیر مقامِ دعوت کے حصول کے لئے ہے جو انبیاء و مرسل علیہم السلام کے لئے مخصوص ہے۔ اور کامل متبعین کو بھی ان بزرگوں کے مقام سے

حصہ ملتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (کہو میرا طریق تو یہ ہے کہ سب کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں سمجھ بوجھ کر، میں اور جس نے میری پیروی کی)۔ مفصل

من کلام خواجۂ خواجگان خواجہ نقشبند قدس سرہٗ

کہتے ہیں کہ واصلان وکاملان دو قسم کے ہیں۔ حق تعالیٰ کے مقربین کی ایک جماعت وہ ہے جو درجۂ کمال کو پہنچنے کے بعد دوسروں کی تکمیل کی ذمہ داری ان پر نہیں ڈالی گئی اور وہ بحر جمع میں غرق ہیں اور ماہی فنا کے شکم میں گم ہو گئے ہیں۔ اور غیرت کے قبوں میں رہنے والے اور دریا حیرت کے ساکن ہیں۔ اِن کو اپنے وجود سے بھی آگہی نہیں تو دوسرے کی طرف کیا توجہ کریں گے۔ ان میں اس کی گنجائش ہی کہاں ہے کہ دوسروں کو اس جناب سے آشنا کر سکیں۔ اس جماعت کو طور نبوت کے ذوق وشوق سے حصہ نہیں۔ واصلان وکاملان کی دوسری قسم وہ ہے کہ جب اِن کو ان سے لیا جاتا ہے۔ پھر جمالِ ازلی کے تصرفات اِن کو ان سے (حق) دیتا ہے (لقا عطا کرتا ہے) اور نیابت کا خلعت پہناتا ہے۔ اور ان کے حکم کو مملکت وسلطنت میں نافذ کرتا ہے۔ فضل وعنایتِ ازلی اِن کو عینِ جمع اور بحر توحید میں غرق ہونے کے بعد ماہی فنا کے شکم سے تفرقہ (فرق) کے ساحل پر اور بقا کے میدان میں اخلاص واعلان عطا کرتے ہیں تاکہ مخلوق کو نجات اور درجات کی دعوت دیں۔ یہ کاملوں کی جماعت ہے جیسے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے کمال کے ذریعہ سے رتبۂ وصول حاصل ہوتا ہے۔ اور بعد ازاں دعوتِ خلق پر رجوع کئے جاتے ہیں اتباعِ نبوی کے طریق پر اُن کو دعوتِ خلق پر مجاز و مامور کیا جاتا ہے۔ جہاں کہیں کوئی شخص تحیّر کے بیابان کی ظلمت میں گھرا ہوا طلبِ حق میں اُٹھتا ہے تو اس کو ایسے حضرات کے پاکیزہ نفوس کے احوال سے چنگاریاں حاصل کرنے کیلئے پاکیزہ نفوس کے حوالہ کیا جاتا ہے تاکہ ان کے احوال سے چنگاریاں حاصل کرے ان کا مقام وہ ہے جو بیان کیا گیا ہے ؎

عیسیٰ منم و معجزِ من ایں نفس ست ہر دل کہ شنید ایں نغمم زندہ شود من

من احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایاتنا یوقنون۔ (اس سے بہتر بھلا کس کی بات ہوگی جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے۔ نیک کام کرے اور خود اپنے آپ کو بھی اللہ کا فرمانبردار بندہ بنائے، ان میں سے ہم نے امام بنائے جو ہمارے احکام کے ساتھ رہنمائی کرتے ہیں جب وہ صبر کریں اور وہ ہماری نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں)۔

یہ مخلوق کے ساتھ مخلوط رہنے کے سبب سے تغیر سے محفوظ رہتے ہیں۔ ممکنات میں سے کوئی چیز سیر اور اصل کو مشاہدۂ محبوب سے اور اس کے ساتھ اشتغال سے پھیر نہیں سکتی۔ رجوع اور اصل اپنے محبوب کے ساتھ احوال ہیں ...... شامل رہے۔ نہ حق تعالیٰ کا شہود اس کے لئے مخلوق کا حجاب بنتا ہے اور نہ مخلوق

حق تعالیٰ کے شہود کے لئے حجاب بنتی ہے ؎

یہ بزمِ تماشا بھی کیا بزمِ تماشا ہے ؛ جو جلوہ ہے پردہ ہے جو پردہ ہے جلوہ ہے جاے فصل؟

مرتبہ وصول کی انتہا نہیں جو مراتب سیر فی اللہ ہے کیونکہ محبوب کے اوصاف کے کمال کی انتہا نہیں ہے۔ مراتب وصول سے جو مرتبے ان کو دنیا میں حاصل ہوتے ہیں ہنوز مرتبۂ اول ہی ہوتا ہے۔

وہ کونسا ہے جلوہ مکرر کہیں جسے ؛ وہ کونسی نظر ہے جو پہلی نظر نہیں

منجملہ ان مراتب کے جو باقی ہیں اور آخرت میں بھی ابد تک ان مراتب کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے۔ اسی مقام پر حضرت شیخ طریقت شیخ عطار قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اندر رہ حق جملہ ادب باید بود ؛ تا جاں باقیست در طلب باید بود
یکدم اگر ہزار دریا بکشی ؛ گم باید کرد و خشک لب باید بود

سیر فی اللہ کا مقامِ بقا اس کے بعد ہے۔ اور سیر عن اللہ باللہ تنزل کا مقام ہے مخلوقات کے عقول کے مبلغ (پہنچ) تک ان کو حق کی طرف دعوت دینے کے لئے۔ اور یہ مقام خاص ہے پیغمبران مرسل کے لئے۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی

(ترجمہ: اے محمد جب تم نے (بدر میں) خاک کی مٹھی پھینکی تھی تو تم نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی)

اسی مقامِ تنزل میں ہر امر میں ان کو حق کی طرف رجوع ہونا اور ہمیشہ استغفار کرنا لازم ہے اولیاء اللہ کو اس مقام سے انبیاء علیہم اسلام کی اتباع کی وجہ سے حصہ ملتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔
قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحان اللہ وما انا من المشرکین۔

(ترجمہ کہو میرا طریق تو یہ ہے کہ (سب کو) اللہ کی طرف بلاتا ہوں سمجھ بوجھ کر میں اور فصل جس نے میری پیروی کی ہے اللہ کی ذات شرک سے پاک ہے اور میں شرک کرنیوالوں میں نہیں ہوں)

مکتوب ۲۶۰ جلد اوّل۔ ہر علوف کو جسے عالمِ امر سے زیادہ مناسبت ہو اس کا قدم کمالاتِ ولایت میں زیادہ تر ہوگا۔ اور جس کو عالمِ خلق سے زیادہ مناسبت ہو اس کا قدم کمالاتِ نبوت میں زیادہ تر ہوگا۔ اسی محل پر کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قدم ولایت میں زیادہ تر ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قدم نبوت میں زیادہ تر ہے۔ چونکہ جانبِ امر حضرت عیسیٰؑ میں غالب ہے اس لئے روحانیوں سے آپ ملحق ہو گئے اور جانبِ خلق حضرت موسیٰؑ میں غالب ہے۔ اس لئے آپ نے مشاہدہ پر اکتفا نہ کر کے رویتِ بصری طلب فرمائی۔

اے فرزند! جب علومِ نبوت جو شرائع اور احکام ہیں، قالب (بدن) سے زیادہ تر تعلق رکھتے ہیں اس لئے انبیاء علیہم السلام بھی عالمِ خلق سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے اسی مقام سے گمان کیا گیا ہے کہ نبوت سے مراد نزول بدعوتِ خلق ہے مقاماتِ قرب پر عروج کے بعد جس کا تعلق ولایت سے ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ اس مقام پر عروج اور قرب کی انتہا ہے ــ وہ قرب جو سابق میں حاصل ہوا تھا اس قرب کے ظلال سے ایک ظل تھا جو بُعد (دوری) کی صورت میں متصور ہوتا ہے۔ اور وہ عروج جو اول میسر ہوا تھا اس عروج کے عکسوں میں سے ایک عکس تھا جو بظاہر نزول معلوم ہوتا ہے جاننا چاہیئے کہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل صلی اللہ

علیہ وسلم پر ختم ہے۔ لیکن اُس منصب کے کمالات سے اتباع کے طریق پر ان کے متبعین کو کامل حصہ ہے یہ کمالات طبقہ صحابہ میں زیادہ تر ہیں۔ اور تابعین اور تبع تابعین میں بھی یہ دولت قلت کے ساتھ سرایت کی ہوئی ہے (یعنی کم ظاہر ہوئی ہے) اس کے بعد استتار کی صورت پیدا ہوئی ہے اور ولایت ظلی کے کمالات کا غلبہ ہوا ہے۔ لیکن امید ہے کہ ہزار (سال) کے گزرنے کے بعد یہ دولت از سر نو ظہور کریگی اور غلبہ پیدا کرے گی۔ اور کمالاتِ اصلی ظہور میں آئیں گے۔ اور کمالاتِ ظلی کا استتار ہو گا۔ اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر و باطن میں اس نسبت کو رواج دیں گے۔

فضل

اے فرزند! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع کامل جب اتباع کے ذریعہ مقام نبوت کے کمالات کو تمام کرے گا۔ اگر وہ اہل مناصب سے ہو تو اس کو امامت کے منصب سے سرفراز فرمائیں گے۔ اگر وہ ولایتِ کبریٰ کے کمالات کو تمام کرے اور اہلِ منصب میں سے ہو تو اس کو منصب خلافت سے مشرف فرمائیں گے۔ کمالاتِ ظلی کے مقاماتِ سے منصبِ امامت کے مناسب قطبِ ارشاد کا منصب ہے۔ اور منصبِ خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب ہے۔ گویا یہ دو مقام (کمالاتِ ظلی کے مقامات سے یعنی ولایتِ صغریٰ کہ اس کے اہل کو قطب ارشاد اور قطب مدار کے مناصب پر پہنچاتے ہیں) جو تحت میں ہیں ان دو مقام کے ظلال ہیں جو فوق میں ہیں (یعنی مقام نبوت و مقام ولایتِ کبریٰ کہ ان کے کمالات والے اگر اہلِ مناصب سے ہیں تو ان کو امام اور خلیفہ کہتے ہیں)۔

فصل ۸

مکتوب ۲۹۴ جلد اول۔ واجب الوجود تعالیٰ کی حقیقت کی آٹھ
صفات (جن میں سے اول صفتِ حیات ہے اور ان میں سے آخری صفتِ
تکوین ہے) تین قسم پر ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق عالم کے ساتھ
غالب ہے اور اس کی اضافت و نسبت مخلوقات کی طرف زیادہ تر ہے
جیسے کہ تکوین۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو عالم کے ساتھ اضافت و
نسبت تو رکھتی ہے مگر پہلی قسم سے کمتر ہے جیسے علم و قدرت و ارادہ
و سماعت و بصارت و کلام۔ اور تیسری قسم ان تینوں قسموں میں
اعلیٰ ہے جس کا کسی وجہ سے عالم سے تعلق نہیں اور اس میں اضافت
و نسبت کی بو تک نہیں جیسے کہ حیوٰۃ۔ یہ صفت تمام صفات کی (جڑ)
اور ان سب کی اصل اور سب سے اولیت رکھتی ہے۔ اس صفت سے
زیادہ قریب صفتِ علم ہے جو حضرت خاتم الرُّسل صلی اللہ علیہ وسلم
کے تعین کا مبداء ہے اور دوسری صفات دیگر مخلوقات کے تعینات
کے مبادی ہیں۔ اور چونکہ ہر صفت تعلقات متعددہ کے اعتبار سے
بہت سی جزئیات رکھتی ہے۔ جیسے کہ تکوین کہ اس سے تعلقات
متعددہ کے اعتبار سے تخلیق (پیدا کرنا) ترزیق (رزق دینا) اِحیا
و اماتت (زندہ کرنا اور مارنا) جزئیات پیدا ہوئی ہیں۔ یہ جزئیات
بھی اپنی کلیات کی طرح مخلوقات کے تعینات کے مبادی ہیں۔ اور
جس شخص کا مبداء تعین کلی ہے دوسرے تعینات کے مبادی اس کلی
کی جزئیات ہیں اس شخص کے تابع ہوں گے، اور اس کے قدم کے نیچے
زندگی بسر کریں گے۔ اسی سبب سے کہتے ہیں کہ فلاں زیرِ قدم محمدؐ ہے اور
فلاں زیرِ قدم عیسیٰؑ اور فلاں زیرِ قدم موسیٰؑ (علیہم السلام)۔

فصل ۸

جب بطریقِ سلوک اِن جزئیات کی ترقی واقع ہو تو اپنے کلیات سے ملحق ہو جاتی ہیں۔ اور ان جزئیات کا شہود کلیات ہی کا شہود ہو جاتا ہے۔ فرق صرف اصالت و تبعیت کا رہ جاتا ہے۔ اور امتیاز صرف توسط اور عدم توسط سے ہو سکتا ہے کیونکہ تابع جو کچھ پاتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے اصل کے توسط کے بغیر ممکن نہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تابع اپنے قصور سے اصل کو متوسط نہیں سمجھتا۔ حالانکہ حقیقت میں اصل ہی تابع اور اس کے شہود کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ نہ ایسا حائل جو شہود کا مانع ہو بلکہ صاف عینک کی طرح شہود کا باعث ہوتا ہے۔

اور جائز نہیں کہ ایک کُلّی کے جزئیات ترقی کر کے، اپنے کلّی سے خروج کر کے دوسرے کلّی کے ماتحت آجائیں۔ اور ان کا شہود اس دوسری کلّی کا شہود ہو۔ مثلاً وہ لوگ جو موسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہیں منتقل ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے داخل ہو جائیں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ قدم آجائیں بلکہ ہمیشہ آنحضرتؐ کے زیرِ قدم ہیں اور رہیں۔ کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ربّ الارباب ہے اور ان تمام کلیات کا اصل ہے۔ پس ان الجزئیات کے لئے اصل الاصل ہو گا۔ اور یہ ترقی گویا اصل الاصل کی طرف ہو گی۔ نہ کہ اصل کی طرف جو ان کے اصل کے مبائن و برخلاف ہے۔ اس قدر فرق تو اُن کے جزئیات و کلیات کے درمیان رہے گا کہ جزئی کے لئے دو حائل ہیں۔ ایک اس کا اپنا اصل جو اس کی کلّی ہے۔ دوسرا حائل اصل الاصل ہے اور اس کی کلّی کے

لئے صرف اصل الاصل ہی حجاب ہے۔

فصل ۸

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شہود بے پردہ تعینات ہے اور دوسروں کا شہود پردہ تعینات میں ہے۔ کم سے کم تعینِ محمدی کے پردے میں تو ہے۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ تجلی ذات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ اور دوسروں کی تجلی پردۂ صفات میں ہے۔ یا ربُ الارباب کے پردہ میں ہے جو ربِ محمد ہے جو سوائے صفت حیات کے تمام اسماء وصفات سے برتر ہے۔ اگر کہیں کہ اس بیان سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا شہود مبداءِ تعین محمدی کے پردہ میں ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء جو بالاصالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ قدم ہیں۔ ان کا شہود بھی انبیاء علیہم السلام کے شہود کی طرح پردۂ ربُ الارباب میں ہو گا۔ پھر تمام انبیاء علیہم السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء اُمت کے درمیان کیا فرق رہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے اس شہود کے سوا جو پردہ حقیقتِ محمدی میں ہے ایک اور شہود بھی ہے جو اُن کے مبادی تعینات کی راہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور بالاصالت اپنی مخصوص عینکوں کو بصیرت کی آنکھ پر لگا کر غیبُ الغیب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ ان دونوں شہودسے یہ مراد نہیں کہ دونوں ایک ہی وقت میں ثابت ہوتے ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ اگر سالک ترقی کر کے اصلُ الاصل تک پہنچ جائے تو اس کا شہود حقیقتِ محمدی کے پردے میں ہو گا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد اس دولت

سے مشرف ہوں گے۔ جان لے اور آگاہ رہ کہ جس طرح حقیقتہُ الحقائق (تعینِ محمدی) کے ذریعہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی طرف راستہ ملتا ہے کہ منازل کثیرہ کے طے کرنے کے بعد وصول میسر ہوتا ہے اسی طرح تمام حقائقِ کلیات (تعیناتِ دیگر انبیاءؑ) سے بھی حضرت ذاتِ تعالیٰ و تقدس کی طرف راستہ ملتا ہے جس میں بہت سے مرحلے طے کرنے کے بعد وصول حاصل ہوتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ حقیقتہُ الحقائق (تعینِ محمدی) کی راہ میں وصلِ عریاں ہے۔ اور دیگر تمام راہوں میں اگرچہ وصلِ ذات میسر ہوتا ہے لیکن اس کے لئے حقیقتہ الحقائق کے اصول عالیہ کے منتہا کا باریک پیرہن یعنی حقیقتِ محمدی درمیان میں حائل ہے۔ اگرچہ یہ حصنِ حصین اور مانع نہیں نہیں ہوتا لیکن اس قدر حاجزیت و حائلیت (محدک) بھی بہت ہے جو کلی ذات کے اطلاق کی مانع ہوتی ہے۔ ورنہ دیگر انبیاء علیہم السّلام کو بھی بالاصالت حق تعالیٰ کی ذات سے حصہ حاصل ہے اور ان کی اُمت کے کاملوں کو بھی ان انبیاءؑ کی متابعت کے باعث حصہ حاصل ہوتا ہے۔

گزشتہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وصلِ عریاں ولایتِ محمدی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور دوسروں کے لئے حجاب اگرچہ مرتفع ہوتے ہیں۔ لیکن پیراہن شعر یعنی بالوں کے باریک کپڑے کے مانند حیلولہ سے (پردے سے) جو حقیقتِ محمدی کے توسط کی راہ سے حاصل ہوتا ہے چارہ نہیں ہوتا جیسا کہ گزر چکا۔ پس (مقام) اخفیٰ سے جو مراتب انسانی کی نہایت ہے اس حیلولہ کے اندازہ کے موافق بلندی میں بقیہ رہ جاتا ہے پس اس جہت کے لحاظ سے فنائے مطلق کا اطلاق جائز

فصل ۶

نہیں ہوتا۔ اس بقیہ کے بقا کو محمدی کے سوا اور کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ اور ہزاروں محمدی مشرب ہیں سے اگر کسی ایک کو بھی اس قسم کی تیز نظر حاصل ہو جائے تو بھی غنیمت ہے۔ مشائخ طبقات میں اکثروں نے (مقام) روح و سِر تک ہی گفتگو کی ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس نے (مقام) خفی کا سِر بیان کیا ہو۔ تو پھر (مقام) اخفیٰ کی نسبت کس طرح بیان کر سکے۔ اور جس شخص نے دریائے اخفیٰ میں غوطہ لگایا ہو اور اس کے ذرات میں سے ہر ذرہ تک پہنچا ہو اور اس پر اطلاع پائی ہو وہ کبریتِ احمر (سرخ گندھک جس سے کیمیا بنتی ہے) ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

سوال۔ جب صفتِ حیات صفتِ علم (حقیقت محمدی) سے برتر ہے تو حقیقۃ الحقائق (تعینِ محمدی) کی راہ میں بھی صفت حیات کا تعین حائل ہوگا۔ پھر وصلِ عریاں کس طرح ہوگا۔ اور اس کو تجلی ذات کیوں کہتے ہیں۔

جواب۔ وہ تعین لا تعین کے مانند ہے کیونکہ مراتب فوق میں وہ تعین (صفۃ الحیوٰۃ) محو اور متلاشی ہو جاتا ہے اور حضرت ذاتِ تعالیٰ کے مرتبہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں رہتا۔ اگرچہ دوسری صفات کے لئے بھی مرتبۂ ذات میں کچھ اعتبار نہیں۔ لیکن وہ مرتبۂ ذات میں اس طرح نہیں پہنچتے ہیں کہ متلاشی ہو جائیں۔ برخلاف صفت حیات کے کہ وہاں پہنچ کر متلاشی ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے حقیقتِ محمدی کا تعین اور دیگر مخلوقات کے تمام تعینات

دائمی ہیں اور مراتب میں سے کسی مرتبہ میں ان کا زائل ہونا محال ہے۔ ہاں کسی شئی تک پہنچنا اور ہے اور اُس شئی میں مضمحل ہونا امرِ دیگر ہے۔ فصل بعض مشائخ رحمتہ اللہ علیہم کی عبارت میں جو لفظ محو و اضمحلال کا واقع ہوتا ہے اس سے مراد محو و اضمحلالِ نظری ہے۔ نہ کہ محو عینی یعنی سالک کا تعین اس کی نظر سے مرتفع ہو جاتا ہے۔ نہ یہ کہ نفس الامر میں محو ہو جاتا ہے کہ یہ الحاد و زندقہ ہے۔ اس راہ کے بعض ناقص ان الفاظ موہمہ سے محو و اضمحلالِ عینی جان کر زندقہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اور عاقبت کے ثواب و عذاب سے انکار کر دیا ہے۔ انھوں نے خیال کیا ہے کہ جس طرح وحدت سے کثرت میں آئے ہیں اسی طرح دوسری مرتبہ کثرت سے وحدت میں جائیں گے اور یہ کثرت اس وحدت میں مضمحل ہو جائے گی۔ اور ان زندیقوں کی ایک جماعت نے اس محو کو قیامتِ کبریٰ خیال کیا ہے۔ اور حشر و نشر، حساب و صراط و میزان کا انکار کر دیا ہے۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ (یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت لوگوں کو گمراہ کیا) ان لوگوں میں سے میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے مطلب کے لئے مولٰنا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہٗ کے اس شعر کو شہادت میں پیش کرتا تھا۔

جامی معاد و مبدا ما وحدت است و بس ؎ ما در میانِ کثرتِ موہوم والسّلام

یہ لوگ نہیں جانتے ہیں کہ مولٰنا کی مراد اس بیت سے وحدت کی طرف عود و رجوع کرنا نظر و شہود کے اعتبار سے ہے کیونکہ ایک ذات کے سوا اور کچھ ان کا مشہود نہیں، اور تمام کثرتیں ان کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ اس سے رجوعِ عینی اور وجود مراد نہیں ہے۔

یہ لوگ شاید اندھے ہیں کہ دیکھتے نہیں کہ کسی کامل سے عجز و نقص اور احتیاج زائل نہیں ہوتے۔ پھر وحدت کی طرف رجوع وجودی کہ کیا معنی ہوئے۔ اور اگر وحدت کی طرف رجوع کرنا موت کے بعد خیال کیا ہے تو کافر زندیق ہیں کہ عذابِ آخرت سے انکار کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السّلام کی دعوت کو باطل سمجھتے ہیں۔

مکتوب ۱۰۳ جلد اوّل۔ نبوت سے مراد وہ قربِ الٰہی ہے جس میں ظلیت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ اس کے عروج کا رخ حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور اس کے نزول کا رخ خلق کی طرف ہوتا ہے۔ یہ قرب اصالتاً انبیاء علیہم السّلام کا حصہ ہے اور یہ منصب انھیں بزرگوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہ منصبِ نبوت حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوں گے۔ تابعداروں اور خادموں کو اپنے مالکوں کی دولت سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ لہذا انبیاء علیہم السلام کے قرب سے ان کے کامل تابعداروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف اور کمالات بھی بطریق وراثت ان کے متبعین کو حاصل ہوتے ہیں۔ ع خاص کند بندۂ مصلحت عام را (کوئی بندہ عام مصلحت کو خاص کر دیتا ہے) پس حضرت خاتم الرسل علیہ السلام کی بعثت کے بعد ان کے متبعین کو بطریق تبعیت و وراثت کمالاتِ نبوت کا حاصل ہونا ان کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ فلا تکونن من الممترین (شک نہ کر)

اللہ تجھے سعادت نصیب کرے۔ معلوم ہو کہ وہ راستے جو

کمالاتِ نبوت کی طرف پہنچانے والے ہیں دو ہیں۔ ایک وہ راستہ ہے
جو مقامِ ولایت کے مفصل کمالات کے طے کرنے پر منحصر ہے اور ان تجلیاتِ
ظلیہ اور معارفِ سکریہ کے حاصل ہونے پر موقوف ہے جو مرتبہ ولایت کے
مناسب ہے۔ اِن کمالات کے طے کرنے اور اِن تجلیات کے حاصل ہونے کے
بعد کمالاتِ نبوت میں قدم رکھا جاتا ہے۔ اس مقام میں اصل کی طرف
وصول ہوتا ہے اور اس میں ظلیت کی طرف التفات کرنا گناہ ہے۔ اور
دوسری راہ وہ ہے کہ ولایت کے اِن کمالات کے حاصل ہونے کے
بغیر کمالاتِ نبوت تک پہنچنا میسر و ممکن ہو جاتا ہے۔ اور یہ دوسرا
راستہ شاہ راہ ہے اور کمالات نبوت تک پہنچنے کے لئے یہ زیادہ قریب کا
راستہ ہے۔ انبیائے کرام علیہم السّلام اور اُن کے اصحاب کرام میں سے
جو کوئی بطریقِ تبعیت و وراثت کمالاتِ نبوت تک پہنچے ہیں سب اسی
راہ سے پہنچے ہیں۔ اِلّا ماشاءاللہ۔ پہلا راستہ دور دراز ہے اس
کا حصول دشوار اور اس کا وصول ناممکن ہے۔

بعض اولیاء اللہ نے جو مقامِ ولایت میں شرفِ نزول سے مشرف
ہوئے ہیں ان کمالات کو جو مقام نزول سے تعلق رکھتے ہیں، کمالاتِ
نبوت خیال کیا ہے۔ اور خلق کی طرف متوجہ ہونے کو جو مقام دعوت کے
مناسب ہے مقام نبوت کی خصوصیتوں میں سے سمجھا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں
ہے بلکہ یہ نزول (ولایت) عروج کے رنگ میں دونو ولایت ہی سے ہیں۔
مقامِ ولایت کے اوپر دوسرا عروج و نزول ہے جو نبوت سے تعلق
رکھتا ہے اور یہ توجہ بخلق (بحالتِ ولایت) اُس توجہ بخلق کے ماسوا
ہے جو نبوت کے مناسب ہے۔ اور یہ دعوت اس دعوت سے جدا ہے

یہ لوگ شاید اندھے ہیں کہ دیکھتے نہیں کہ کسی کامل سے عجز و نقص اور احتیاج زائل نہیں ہوتے۔ پھر وحدت کی طرف رجوع وجودی کہاں حاصل ہوئے۔ اور اگر وحدت کی طرف رجوع کرنا موت کے بعد خیال کیا ہے تو کافر زندیق ہیں کہ عذابِ آخرت سے انکار کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو باطل سمجھتے ہیں۔

فصل

مکتوب ۳۰۱ جلد اوّل۔ نبوت سے مراد وہ قربِ الٰہی ہے جس میں ظلیت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ اس کے عروج کا رخ حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور اس کے نزول کا رخ خلق کی طرف ہوتا ہے۔ یہ قرب اصالتاً انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے اور یہ منصب انھیں بزرگوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہ منصبِ نبوت حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوں گے۔ تابعداروں اور خادموں کو اپنے مالکوں کی دولت سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام کے قرب سے ان کے کامل تابعداروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف اور کمالات بھی بطریق وراثت ان کے متبعین کو حاصل ہوتے ہیں ع خاص کند بندۂ مصلحت عام را (کوئی بندہ عام مصلحت کو خاص کر دیتا ہے) پس حضرت خاتم الرسل علیہ السلام کی بعثت کے بعد ان کے متبعین کو بطریق تبعیت و وراثت کمالاتِ نبوت کا حاصل ہونا ان کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ فلا تکونن من الممترین (شک نہ کر)

اللہ تجھے سعادت نصیب کرے۔ معلوم ہو کہ وہ راستے جو

کمالاتِ نبوت کی طرف پہنچانے والے ہیں دو ہیں۔ ایک وہ راستہ ہے
جو مقامِ ولایت کے مفصّل کمالات کے طے کرنے پر منحصر ہے اور ان تجلیات
ظلیہ اور معارفِ سکریہ کے حاصل ہونے پر موقوف ہے جو مرتبہ ولایت کے
مناسب ہے۔ اِن کمالات کے طے کرنے اور اِن تجلیات کے حاصل ہونے کے
بعد کمالاتِ نبوت میں قدم رکھا جاتا ہے۔ اس مقام میں اصل کی طرف
وصول ہوتا ہے اور اس میں ظلیت کی طرف التفات کرنا گناہ ہے۔ اور
دوسری راہ وہ ہے کہ ولایت کے اِن کمالات کے حاصل ہونے کے
بغیر کمالاتِ نبوت تک پہنچنا میسر و ممکن ہو جاتا ہے۔ اور یہ دوسرا
راستہ شاہ راہ ہے اور کمالاتِ نبوت تک پہنچنے کے لئے یہ زیادہ قریب کا
راستہ ہے۔ انبیائے کرام علیہم السّلام اور اُن کے اصحاب کرام میں سے
جو کوئی بطریقِ تبعیت و وراثت کمالاتِ نبوت تک پہنچے ہیں سب اسی
راہ سے پہنچے ہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ پہلا راستہ دور دراز ہے اس
کا حصول دشوار اور اس کا وصول نا ممکن ہے۔

بعض اولیاء اللہ نے جو مقامِ ولایت میں شرفِ نزول سے مشرف
ہوئے ہیں ان کمالات کو جو مقامِ نزول سے تعلق رکھتے ہیں، کمالاتِ
نبوت خیال کیا ہے۔ اور خلق کی طرف متوجہ ہونے کو جو مقامِ دعوت کے
مناسب ہے مقامِ نبوت کی خصوصیتوں میں سے سمجھا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں
ہے بلکہ یہ نزول (ولایت) عروج کے رنگ میں دونو ولایت ہی سے ہیں۔
مقامِ ولایت کے اوپر دوسرا عروج و نزول ہے جو نبوت سے تعلق
رکھتا ہے اور یہ توجہ بخلق (بحالتِ ولایت) اُس توجہ بخلق کے ماسواء
ہے جو نبوت کے مناسب ہے۔ اور یہ دعوت اس دعوت سے جدا ہے

جس کو انھوں نے کمالاتِ نبوت سے سمجھا ہے۔

فصل ۹

جاننا چاہیئے کہ راہِ دوم کے وصول کے بعد اگرچہ مقامِ ولایت کے مفصل کمالات حاصل نہیں ہوتے لیکن ولایت کا زبدہ و خلاصہ بخوبی میسر ہو جاتا ہے۔ تو اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ اہلِ ولایت کو کمالاتِ ولایت کا پوست ہاتھ آیا ہے۔ اور اس واصل نے اس کے مغز کو حاصل کیا ہے۔ ہاں بعض ان علومِ سکریہ اور ظہوراتِ ظلیہ سے جو اربابِ ولایت کو حاصل ہیں اس واصل کو ان علوم و ظہورات سے کم حصہ ملا ہے۔ یہ بھی زیادتی یا برتری کا باعث نہیں ہے۔ بلکہ اس واصل کو ان علوم و ظہورات سے ننگ و عار ہے مناسب ہے کہ وہ ان کو اپنے حق میں گناہ اور سوءِ ادب جانتے۔ ہاں اصل کا واصل اس اصل کے ظلال سے بھاگتا اور پناہ مانگتا ہے۔ ظل کی گرفتاری اس وقت تک ہی ہے جب تک اصل سے واصل نہ ہوں۔ اصل تک پہنچنے کے بعد ظل سراسر لاحاصل ہے اور ظل کی طرف توجہ کرنا بے ادبی ہے۔

اے فرزند! کمالاتِ نبوت کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کی محض بخشش و عنایت فضل و کرم پر موقوف ہے جو وہبی ہے۔ کسب و عمل کو اس دولتِ عظمیٰ کے حاصل کرنے میں کچھ دخل نہیں بھلا کونسا عمل و کسب ایسا ہے جس کے نتیجہ میں یہ دولتِ عظمیٰ مل سکتی ہے اور کونسی ریاضت و مجاہدہ ایسا ہے کہ جس سے یہ نعمتِ اعلیٰ حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے برخلاف کمالاتِ ولایت کے مبادی اور مقدمات کسبی ہیں اور ان کا حصول ریاضت و مجاہدہ پر منحصر ہے اگرچہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض کو کسب و عمل کی مشقت کے بغیر بھی اس دولت کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے۔ اور فنا، بقا بھی جس سے مراد ولایت ہے، یہ بھی وہبی ہے کہ مقدماتِ کسب کے بعد محض فضل و کرم سے جسے چاہتے

ہیں۔ فنا، بقا کی دولت سے مشرف فرماتے ہیں۔

فصل ۹

جاننا چاہیئے کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں اس موہبت و بخشش کا حاصل ہونا بے توسط و بے وسیلہ ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے اصحاب کے حق میں بتوسطِ انبیاء ہے کہ وہ پیروی اور وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب کے بعد بہت کم لوگ ہیں جو اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اگرچہ جائز ہے کہ پیروی اور وراثت کے طور پر دوسروں کو بھی اس دولت سے سرفراز فرمائیں۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید　دیگراں ہم کنند آنچہ مسیحا می کرد

(ترجمہ۔ روح القدس کا فیض اگر مدد کرے تو دوسرے بھی وہی کر سکتے ہیں جو مسیحا کرتے تھے)۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اس دولت نے بڑے بڑے تابعین پر بھی پرتو ڈالا ہے اور بڑے بڑے تبعِ تابعین پر بھی پرتو ڈالا ہے۔ بعد ازاں یہ دولت پوشیدہ ہوگئی ہے حتیٰ کہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے الف ثانی (دوسرا ہزار سال) تک نوبت پہنچ گئی۔ اور اس وقت پھر وہ دولت پیروی و وراثت کے طور پر ظاہر ہوگئی اور آخر کو اول سے مشابہ کر دیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ (سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا)۔

مکتوب ۳۲ جلد اول۔ ہر مقام کے لئے علوم و معارف جدا ہیں۔ اور احوال اور وجدان جدا۔ کسی مقام پر ذکر و توجہ مناسب ہے۔ تو کسی مقام پر تلاوت و نماز مناسب۔ کوئی مقام جذبہ سے مخصوص ہے تو کوئی مقام سلوک کے مناسب اور کسی مقام پر یہ دونوں دولتیں مشترک ہیں۔ اور کوئی مقام ایسا ہے کہ جذبہ اور سلوک کی دونوں جہتوں سے جدا ہے کہ

نہ جذبہ کو اس سے علاقہ ہے اور نہ سلوک سے اس کو تعلق۔ یہ مقام نہایت عجیب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس مقام کے ساتھ ممتاز ہیں۔ اور اس دولت عظمیٰ سے مشرف ہیں۔

فصل ۹

اِس مقام والے کے لئے دیگر مقامات والوں سے پورا پورا امتیاز ہے۔ اور یہ آپس میں کم مشابہت رکھتے ہیں۔ برخلاف دوسرے مقامات والوں کے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ خواہ وہ مشابہت کسی وجہ سے ہو۔ اصحاب کرام کے بعد یہ نسبت مہدی علیہ السلام میں پورے طور پر ظہور پائیگی۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ مشائخ طبقوں میں بہت کم ہیں جنھوں نے اس مقام کی خبر دی ہے۔ تو پھر اس کے علوم و معارف کی گفتگو کیسے کریں گے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ واللہ ذو الفضل العظیم (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے اللہ بڑا فضل والا ہے)۔

اصحاب کرام رضؓ کو یہ نایاب نسبت پہلے ہی قدم میں ظاہر ہو جاتی تھی اور آہستہ آہستہ کمال کو پہنچتی تھی۔ اور دوسروں کو اگر اس دولت سے مشرف کرنا چاہتے ہیں اور اصحاب کرام کی نسبت کے قدم بہ قدم تربیت دینا چاہتے ہیں تو جذبہ اور سلوک کی منزلوں کو قطع کرنے اور ان کے علوم و معارف کو طے کرنے کے بعد اس دولتِ عظمیٰ کی استعداد بخشتے ہیں۔ ابتداء میں اس نسبت کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے مخصوص ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبعین میں سے بھی کسی کو اس برکت کے ساتھ مشرف کریں تاکہ اس کی صحبت بھی ابتداء میں اس بلند نسبت کے ظہور کا سبب بن جائے۔

فیضِ روح القدس ار باز کرم فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحائی کرد
مکتوب ۲۵۱ ۔ جلد اول ۔ ہوشیاری سے سنیں کہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کمالاتِ محمدی کے حاصل ہونے اور درجاتِ ولایتِ مصطفوی تک پہنچنے کے باوجود گزشتہ انبیاء کے درمیان ولایت کے معاملہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں اور دعوت کے معاملہ میں جو مقامِ نبوت کے مناسب ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں ۔ اور حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ دونوں معاملوں میں حضرت نوح علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت امیر (علی) رضی اللہ عنہ ہر دو معاملوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں ۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اس لئے ان میں نبوت کے پہلو کے مقابلہ میں ولایت کا پہلو زیادہ غالب ہے ۔ اور حضرت امیر علیہ السلام میں بھی اس مناسبت کی وجہ سے ولایت کا پہلو غالب ہے ۔

جہات کے اختلاف کے بموجب اجمالی اور تفصیلی طور پر صفتِ علم ان خلفاءِ اربعہ کے تعینات کی بنیاد ہے ۔ اور یہ صفتِ علم بہ اعتبارِ اجمال ربِ محمد ہے ۔ اور تفصیل کے اعتبار سے ربِّ خلیل ع ہے ۔ اور اجمال و تفصیل کی برزخیت کے لحاظ سے ربِ نوح ع ہے ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رب صفتِ کلام ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رب صفتِ قدرت ہے ۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کا رب صفتِ تکوین ہے ۔ اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت صدیق رض اور حضرت فاروق رض مختلف مراتب کے لحاظ سے نبوتِ محمدی کے بار کو

اٹھانے والے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مناسبت اور جانبِ ولایت کے غلبہ کے باعث ولایتِ محمدیؐ کے بار کو اٹھانے والے ہیں۔ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو برزخیت کے اعتبار سے ہر دو طرف کا بار اٹھانے والا فرمایا ہے۔ ممکن ہے اس اعتبار سے بھی آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما نبوت کے بار کو اٹھانے والے ہیں اس لئے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مناسبت ہے۔ کیونکہ مقامِ دعوت جو مرتبۂ نبوت سے جاری ہوتا ہے ہمارے پیغمبرؐ کے بعد سارے انبیاء کے درمیان ان میں اتم و اکمل ہے۔

جاننا چاہیئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے دائیں جانب واقع ہوئی ہے اور ولایتِ عیسوی اس ولایت کے بائیں جانب واقع ہے۔ اور چونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ولایتِ محمدیؐ کے بار کے حامل ہیں اس لئے اولیاء کے اکثر سلسلے آپ سے نسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت امیر رضؓ کے کمالات حضرات شیخین رضؓ کے کمالات سے زیادہ تر اکثر گوشہ نشین اولیاء اللہ پر ظاہر ہوئے ہیں جو کمالاتِ ولایت سے مخصوص ہیں۔ اگر شیخین کی فضیلت پر اہل سنت کا اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیاء عزلت کا کشف حضرت امیر رضؓ کی افضلیت کا حکم کر دیتا۔ کیونکہ حضرات شیخین رضؓ کے کمالات انبیاء علیہ السلام کے کمالات کے مشابہ ہیں اور صاحبانِ ولایت کا ہاتھ ان کے کمالات کے دامن تک نہیں پہنچتا۔ اور اہلِ کشف کا کشف ان کے کمالات کے درجوں کی بلندی کے باعث نصف راہ میں ہے۔ اور ولایت کے کمالات ان کے کمالات کے مقابل میں مطروح فی الطریق (راستہ میں پڑی چیز) کی طرح ہے۔

کمالاتِ ولایت کمالاتِ نبوت کی طرف عروج کے لئے بمنزلۂ زینہ کے ہیں۔ پس مقدمات کو مقاصد کی کیا خبر ہے اور مبادی کو مطالب کا کیا شعور ہے۔ آج یہ بات عہدِ نبوت کے بُعد کی وجہ سے اکثر لوگوں کو گراں گزرتی ہے اور قبول سے دور معلوم ہوتی ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔

درپسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ٭ ہرچہ استادِ ازل گفت ہماں میگویم

(آئینے کے پیچھے مجھے طوطی کی طرح چھپا دیا گیا ہے۔ میں وہی کہہ رہا ہوں جو استادِ ازل (اللہ) مجھے سکھاتا ہے)۔

مکتوب ۱۰۷ جلد اول ۔ خرقِ عادات کا ظہور ولایت کے ارکان میں سے نہیں ہے اور نہ ہی اس کے شرائط میں سے ہے۔ برخلافِ معجزہ کہ نبی کے لئے مقامِ نبوت کے شرائط میں سے ہے۔ لیکن خرقِ عادات کا ظہور جو اولیاء اللہ سے صادر ہوتا ہے بہت کم ہے کہ اس کے خلاف واقع ہو۔ البتہ خوارق کا کثرت سے ظاہر ہونا افضلیت پر دلالت نہیں کرتا۔ وہاں تو فضلیت قربِ الٰہی کے درجات کے اعتبار سے ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولیِ اقرب سے بہت کم خوارق کا ظہور ہو اور ولیِ بعید سے کثرتِ خوارق کا ظہور ہو۔ اکثر خوارق جو اس اُمت کے اولیاء سے ظاہر ہوئے ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کا سواں حصہ بھی ظہور میں نہیں آیا۔ حالانکہ بڑے سے بڑا ولی ادنیٰ صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچتا۔ لہٰذا خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری ہے۔

مکتوب ۲۱۶ جلد اول ۔ میرے مخدوم! جب ولایت کی بحث درمیان میں ہے۔ اور عوام کی نظر خرقِ عادات کے ظاہر ہونے پر لگی ہوئی ہے تو اس بارے میں چند باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے، غور سے سنیئے۔

فصل ۶

ولایت سے مراد فنا، بقا ہے کہ خوارق و کشف اس کے لوازم سے ہیں خواہ کم ہوں یا زیادہ۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ جس سے خوارق زیادہ ظاہر ہوں اس کی ولایت بھی زیادہ کامل ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوارق تو بہت کم ظاہر ہوتے ہیں اور ولایت زیادہ کامل ہوتی ہے۔ خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ عروج کے وقت زیادہ بلند جانا اور نزول کے وقت بہت کم نیچے اترنا۔ بلکہ کثرت خوارق کے ظہور میں بڑی وجہ قلتِ نزول ہے۔ یعنی بہت کم نزول کرتا ہے عروج کی جانب خواہ کوئی سی کیفیت ہو۔ کیونکہ صاحبِ نزول عالمِ اسباب میں اتر آتا ہے اور اشیاء کے وجود کو اسباب سے وابستہ معلوم کرتا ہے۔ اور مُسَبِّبُ الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے کے پیچھے دیکھتا ہے۔ اور وہ شخص جس نے نزول نہیں کیا، یا نزول کر کے اسباب تک نہیں پہنچا اور اس کی نظر صرف مسبب الاسباب کے فعل پہ ہے کیونکہ تمام اسباب اس کی نظر سے مرتفع ہو گئے ہیں پس حق تعالیٰ ہر ایک کے ظن کے مطابق اس کے ساتھ علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے اور جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام اسباب کے توسط کے بغیر مہیا کر دیتا ہے۔ حدیثِ قدسی انا عند ظنّ عبدی بی (میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں) اس مطلب کی گواہ ہے۔

بہت مدت تک دل میں کھٹکتا رہا کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں کامل اولیاء بہت گزرے ہیں مگر جس قدر خوارق کا ظہور حضرت غوث اعظم سید محی الدین جیلانی قدس سرہ سے ہوا ویسے خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے اس معمہ کا بھید ظاہر کیا اور معلوم

فرمایا کہ آپ کا عروج اکثر اولیاء سے بلندتر واقع ہوا ہے۔ اور نزول کی جانب
میں مقامِ روح تک نیچے اُتر آئے ہیں جو عالمِ اسباب سے بلندتر ہے۔ حضرت
خواجہ حسن بصریؒ اور حضرت حبیب عجمیؒ قدس سرہما کی حکایت اس مقام
کے مناسب ہے۔ منقول ہے کہ ایک دن حضرت حسن بصریؒ دریا کنارے کھڑے
ہو کر کشتی کا انتظار کر رہے تھے کہ دریا سے پار ہو جاؤں۔ اسی اثناء میں حضرت
حبیب عجمیؒ آئے اور پوچھا کہ کیوں کھڑے ہیں۔ فرمایا۔ کشتی کا انتظار کر رہا ہوں۔
حبیب عجمیؒ نے فرمایا کشتی کی کیا ضرورت ہے۔ کیا آپ یقین نہیں رکھتے۔ خواجہ
حسن بصریؒ نے فرمایا۔ کیا آپ علم نہیں رکھتے۔ غرض حبیب عجمیؒ کشتی کی مدد کے
بغیر دریا سے گزر گئے اور حسن بصریؒ کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے۔ حسن بصریؒ
نے چونکہ عالمِ اسباب میں نزول کیا تھا اس لئے اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ
سے معاملہ کرتے تھے۔ اور حبیب عجمیؒ نے چونکہ پورے طور پر اسباب کو نظر سے
دور کر دیا تھا، اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ کے بغیر زندگانی بسر کرتے تھے۔
لیکن فضیلت حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے لئے ہے جو صاحبِ علم ہیں اور جنہوں
نے عین الیقین کو علم الیقین کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اور اشیاء کو ایسا ہی جان
لیا ہے جیسی کہ وہ ہیں۔ کیونکہ قدرت کی اصل حقیقت کو حکمت کے پیچھے
پوشیدہ کیا گیا ہے۔ اور حبیب عجمیؒ صاحبِ سکر ہیں۔ فاعل حقیقی پر یقین
رکھتے ہیں بغیر اس بات کے کہ اسباب کا درمیان میں دخل ہو۔ یہ دید نفس
الامری کے مطابق نہیں کیونکہ اسباب کا وسیلہ واقع کے اعتبار سے ثابت
و ظاہر ہے۔

لیکن تکمیل اور ارشاد کا معاملہ ظہورِ خوارق کے معاملہ کے برعکس ہے۔
کیونکہ مقامِ ارشاد میں جس کا نزول زیادہ تر ہو گا وہ کامل تر ہو گا کہ ارشاد

فصل ۳

میں مرشد و مسترشد کے درمیان اس مناسبت کا حصول درکار ہے جو نزول سے وابستہ ہے۔ سب جانتے ہیں کہ اغلب یہی ہے کہ جو جس قدر اونچا جاتا ہے اسی قدر نیچے آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت مآب (خاتم النبیین) صلی اللہ علیہ وسلم سبھوں سے زیادہ اوپر گئے اور نزول کے وقت سبھوں سے زیادہ نیچے آگئے[1] اسی واسطے آپ کی دعوت اتم

---

[1] ثم دنا فتدلٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ ۰ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ۔ (پس وہ نزدیک ہوا اور اُتر آیا۔ پھر اتنا قریب ہوا کہ دو کمانوں کا فرق رہ گیا۔ بلکہ اس سے بھی قریب تر۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر وحی نازل فرمائی جو نازل فرمانی تھی۔) انتہائی عروج کی خبر دیتی ہیں اور اس کے باوجود زور سے اعلان کیا جاتا ہے۔ قل انما انا بشرٌ مثلکم یوحیٰ الیَّ (کہہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے) یہاں لفظ مثلکم بشریت کی تاکید کے لئے آیا ہے اور وہ نزولِ تامہ کی خبر دیتا ہے تاکہ مخلوقات کے ساتھ وہ مناسبت زیادہ تر ہو جائے جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے کیونکہ ان میں بشریت کی جانب ملکیت کے مقابلہ میں غالب ہے ؎

اِدھر مخلوق میں شامل اُدھر اللہ سے واصل ؎ خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدد کا

اس لئے آپ لازمی طور پر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بن کر آئے کہ آپ عروج و نزول کی انتہا کو پہنچ چکے تھے آیات وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (ہم نے تم کو جملہ عالموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے) وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (میری رحمت ہر شئی پر چھائی ہے) اسی طرح تلقین دعا۔ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (کہہ اے پروردگار مجھ کو اور علم دے) اور علم کی تصریح یہ کہ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (ہر علم والے کے اوپر

(کامل تر) ہو گئی۔ اور آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث کئے گئے کیونکہ انتہائی نزول کے باعث آپؐ نے سب کے ساتھ مناسبت پیدا کی اور افادہ کا راستہ کامل تر ہو گیا۔

فصل

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس راہ کے متوسطوں سے اس قدر فائدہ طالبوں کو ہوتا ہے جو غیر مرجوع منتہیوں سے میسر نہیں آتا۔ کیونکہ متوسطین غیر مرجوع منتہیوں کی بہ نسبت بتدیوں سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ اسی لئے شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر خرقانیؒ اور محمدؒ قصابؒ موجود ہوتے تو میں تم کو محمدؒ قصابؒ کے پاس بھیجتا نہ کہ خرقانیؒ کے پاس۔ کیونکہ وہ (محمدؒ قصاب) تمہارے لئے خرقانی رحؒ سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتے۔ یعنی خرقانی رحؒ منتہی تھے۔ مرید آپ سے بہت کم فائدہ حاصل کرتے تھے یعنی وہ ایسے منتہی تھے جن کی طرف لوگ رجوع نہیں کرتے تھے۔ نہ کہ وہ منتہی مطلق نہ تھے۔ کیونکہ کامل افادہ کا نہ ہونا ان کے حق میں خلافِ واقعہ ہے کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ منتہی تھے۔ حال یہ تھا کہ آپ کا افادہ سبھوں سے زیادہ تر تھا۔ پس افادہ کے کم یا زیادہ ہونے کا مدار رجوع اور ہبوط پر ہے نہ کہ انتہا اور عدمِ انتہا پر۔

علم والا ہے۔ اور اللہ بہت وسعت والا خوب جاننے والا ہے) اور معیت کی تصدیق اس طرح ہوتی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ (جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے کہ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے) یہ آیات آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کی خبر دیتی ہیں۔ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو)۔
(للمؤلف الیاس برنی رحؒ)

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا جاننا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس طرح نفسِ ولایت کے حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے، جیسا کہ مشہور ہے۔ اسی طرح اس کو اپنے خوارق کے وجود کا علم ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی کے خوارق نقل کرتے ہیں اور اس ولی کو ان خوارق کی بالکل اطلاع نہیں ہوتی۔ اور وہ اولیاء جو صاحبِ علم و کشف ہیں ان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے بعض خوارق سے مطلع ہوں۔ بلکہ ان کی مثالی صورتوں کو متعدد مکانوں میں ظاہر کر دیں۔ بعد دور دراز مقامات پر ان صورتوں سے عجیب و غریب کام ظہور میں لائیں کہ جن کی خود ان صورت والوں کو خبر نہ ہو۔ ع از ما و شما بہانہ ساختہ اند۔ (ہم کو اور تم کو انھوں نے بہانہ بنا لیا ہے)۔

حضرت مخدومی قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ایک عزیز کہتے تھے کہ عجیب بات ہے کہ لوگ اطراف، اکناف سے آتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کو ہم نے مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور آپ موسمِ حج میں حاضر تھے اور ہم نے آپ کے ساتھ حج کیا ہے۔ اور بعض کہتے کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے۔ اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ حالانکہ میں اپنے گھر سے ہرگز باہر نہیں نکلا اور کبھی اس قسم کے آدمیوں کو میں نے نہیں دیکھا۔ کتنی بڑی تہمت ہے جو مجھ پر وہ لگاتے ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقائق الامور کلھا۔ (جملہ امور کی حقیقتوں سے اللہ ہی بخوبی واقف ہے)

مکتوب ۱۷۲ جلد اوّل میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ شریعت کے لئے ایک صورت ہے یعنی ظاہر اور ایک حقیقت ہے یعنی باطن۔ اس کی صورت وہ ہے جس کے بیان کی ذمہ داری علماءِ ظاہر پر ہے اور اس

کی حقیقت وہ ہے جس سے صوفیاءِ کرام ممتاز ہیں۔ شریعت کی صورت کے عروج کی انتہا سلسلۂ ممکنات کی نہایت تک ہے۔ بعد ازاں اگر وجوب کے مراتب میں سیر واقع ہو تو صورت حقیقت کے ساتھ مل جائے گی۔ اور آمیزش و امتزاج کا یہ معاملہ بھی شانِ علم کے عروج کی حد تک ہے۔ جو سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے تعین کا مبداء ہے اس کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو صورت اور حقیقت دونوں رخصت ہوں گے۔ اور عارف کا معاملہ شانِ حیات کے ساتھ ہوگا۔ اِس عظیم الشان شان کو عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ یہ شانِ حقیقی اُن شیونات سے ہے جس کو اضافت کی گرد نہیں پہنچی تاکہ وہ عالم سے تعلق پیدا کرے۔ اور یہ شانِ مقصود کا دروازہ اور مطلوب کا مقدمہ ہے۔ اس مقام پر عارف اپنے آپ کو دائرۂ شریعت سے باہر پاتا ہے لیکن چونکہ محفوظ ہے اس لئے شریعت کے دقائق میں سے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتا۔ اور وہ لوگ جو اس اعلیٰ دولت سے مشرف ہوئے ہیں بہت کم ہیں۔ اگر ان کی تعداد بیان کی جائے تو کمتر دل میں بھی کم ترین ہوگی۔ اور صوفیہ میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اس عالی مقام کے ظلال تک پہنچے ہیں کیونکہ ہر مقامِ عالی کے لئے نیچے اس کے ظلال میں سے ایک ظل ہوتا ہے۔ انھوں نے سمجھا ہے کہ دائرۂ شریعت کے باہر انھوں نے قدم رکھا ہے اور پوست سے نکل کر مغز تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ مقام صوفیوں کے قدموں کے لئے پھسلن شدہ ہے۔ بہت سے ناقصین اس راہ سے الحاد و زندقہ میں جا گرے ہیں۔ اور شریعت غرا کی اتباع سے نکل گئے ہیں۔ ضَلُّوا فَاَضَلُّوْا۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی انھوں نے گمراہ کر دیا۔ اور کامل لوگ

فصل ۸

جو درجاتِ ولایت میں سے کسی درجہ پر فائز ہوئے ہیں۔ اور اس مقامِ عالی کے ظلال میں سے کسی ظل کی اس معرفت کو حاصل کیا ہے اگرچہ اس مقام کی اصل تک نہ پہنچے ہوں۔ لیکن محفوظ ہوں اور شریعت کے آداب میں سے کسی ادب کو فرو گزاشت کرنا پسند نہیں کرتے اگرچہ اس معرفت کے بھید کو نہیں جانتے اور اصل معاملہ کو نہیں سمجھتے اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اس فقیر پر اس معمے کا بھید منکشف ہو گیا ہے۔ اور اصل معاملہ جیسا چاہیے واضح و روشن ہو گیا ہے۔ اس کا تھوڑا سا ماجرا معرضِ بیان میں لاتا ہے ممکن ہے کہ ناقصوں کو راہِ راست پر لائے اور کاملوں پر حقیقتِ معاملہ ظاہر کر دے۔ جاننا چاہیئے کہ تکلیفاتِ شرعی قالب اور قلب سے مخصوص ہیں کیونکہ تزکیۂ نفس انہیں پر موقوف ہے۔ اور وہ لطیفے جو دائرہ شریعت سے باہر قدم رکھتے ہیں وہ ان کے ماسوا ہیں۔ پس جو شریعت سے مکلف ہے ہمیشہ مکلف ہے۔ اور جو مکلف نہیں ہے وہ ہرگز مکلف نہ تھا۔ حاصلِ کلام یہ کہ لطائف سلوک سے پہلے ایک دوسرے سے ملے جلے ہوتے ہیں۔ اور قلب سے جدائی نہیں رکھتے۔ جب سیر و سلوک نے ایک کو دوسرے سے جدا کر دیا اور اپنے اصلی مقام پر پہنچا دیا تو معلوم ہوا کہ مکلف کون تھا اور غیر مکلف کون۔ اگر یہ کہیں کہ اگرچہ صورت (ظاہر) شریعت کی تکلیفات قلب و قالب سے مخصوص ہیں لیکن شریعت کی حقیقت (بطون) کو قلب سے آگے بھی گنجائش ہے تو پھر مطلق شریعت سے باہر قدم رکھنے کے کیا معنی ہوئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ شریعت کی حقیقت بھی روح و سر سے آگے نہیں گزرتی اور خفی و اخفیٰ تک نہیں پہنچتی۔ اور باہر والوں کے قدم

سے مراد درحقیقت یہی خفی و اخفیٰ ہیں۔ اللہ حقیقتِ حال سے زیادہ واقف ہے۔ اللہ ہم کو اور جملہ مسلمانوں کو حضورؐ کی اتباع پر استقامت بخشے (آمین)۔ مفصل

مکتوب ۵۰ جلد دوم ۔ جاننا چاہیئے کہ جس طرح صورتِ شریعت اور حقیقتِ شریعت کے درمیان فرق نفس کی جہت سے پیدا ہوا تھا۔ کہ صورتِ شریعت میں نفسِ امارہ نافرمان تھا اور اپنے انکار پر اڑا ہوا تھا۔ اور حقیقتِ شریعت میں نفسِ مطمئنہ بن گیا اور مسلمان ہو گیا۔

اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفس مقامِ اطمینان پر آجاتا ہے اور حکمِ الٰہی کے تابع ہو جاتا ہے تو حقیقی اسلام میسر آتا ہے اور ایمان کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ بعد ازاں جو کچھ عمل ہوگا وہ شریعت کی حقیقت ہوگی۔ اگر نماز ادا کرے گا تو نماز کی حقیقت ہوگی اور اگر روزہ ہے تو روزہ کی حقیقت ہوگی، اگر حج ہے تو حج کی حقیقت ہوگی۔ دیگر احکامِ شرعیہ کی بجاآوری بھی اسی قیاس پر ہوگی۔ پس طریقت و حقیقت دونوں شریعت کی صورت اور شریعت کی حقیقت کے درمیان متوسط ہیں۔ جب تک ولایتِ خاصہ سے مشرف نہ ہوں اسلامِ مجازی سے اسلامِ حقیقی تک نہیں پہنچ سکتے جب سالک محض فضلِ الٰہی سے شریعت کی حقیقت کے ساتھ آراستہ ہو جاتا ہے اور اس کو اسلامِ حقیقی میسر آجاتا ہے تو وہ اس بات کے لائق ہو جاتا ہے کہ کمالاتِ نبوت سے انبیاء علیہم السلام کی وراثت اور تبعیت کے طور پر کامل اور کثیر حصہ پائے۔

پس شریعت ہر وقت ہر حال میں ضروری ہے اور ہر شخص اس کے احکام کی بجاآوری کا محتاج ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے معاملہ اس مقام سے بھی بلند ہو جائے اور فضل و کرم سے محبت کی نوبت آجائے تو اس سے

آگے ایک اور نہایت بلند مقام آتا ہے جو اصلی طور پر حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ تبعیت و وراثت کے طور پر دیکھیں کہ کس کو اس دولت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

مکتوب ۵۷ جلد دوم - آپ نے سنا ہوگا کہ حدیث میں آیا ہے کہ کل قیامت کے دن علماء کی سیاہی کو اللہ کی راہ میں شہادت پانے والوں کے خون کے ساتھ وزن کریں گے۔ اور اس سیاہی کا پلہ خون کے پلہ پر غالب آجائے گا۔۔۔ اس سے اس اُمت کے داعیوں اور مبلغوں کی فضیلت کا اندازہ کرنا چاہئیے۔ ہر چند دعوت و تبلیغ میں بہت سے درجے ہیں۔ اور داعیان اور مبلغین اپنے اپنے درجوں میں مختلف و متفاوت ہیں۔ علماء تبلیغِ ظاہری کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور صوفیہ تبلیغِ باطن کے ساتھ اہتمام رکھتے ہیں۔ اور جو کوئی عالم صوفی ہے وہ کبریتِ احمر یعنی اکسیر ہے۔ (مکتوب ختم ہوا) ؎

"از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش ؛ ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

اس مقام پر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت کی عظمت و حقیقت کا تھوڑا سا حصہ سمجھ میں آسکتا ہے۔ حضورؐ کی زندگی سارے عالم کے لئے اسوۂ حسنہ (بہترین نمونہ) ہے اور آپ کی تقلید ہماری تکمیل کے لئے لازمی ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (کہو اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم کو محبوب بنالے گا) یہی کامل تقلید ہے جو اُمت پر صحابہ کرامؓ کی فوقیت کا باعث بن گئی" (للمؤلف برقی)۔

مکتوب ۵۶ جلد دوم - اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ

فصل ۹

دوسروں کی برائیاں اس کی نیکیاں ہو جاتی ہیں۔ اور دوسروں کی صفاتِ رذیلہ اس کی صفاتِ حمیدہ بن جاتی ہیں۔ مثلاً ریا و سُمعہ جو برائیاں ہیں اور رذیل اوصاف میں سے ہیں اس کے حق میں حسن و خوبی پیدا کر لیتے ہیں اور حمد و شکر کا حکم حاصل کر لیتے ہیں۔ کیونکہ اس عارف نے عظمت و کبریائی کی جملہ قسموں کو اپنے سے مسلوب کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور حسن و جمال، خیر و کمال کی تمام قسموں کو اپنے سے دور کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ اپنے آپ کو شر و نقص کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ اور اپنے میں ذلت، محتاجی، عجز و انکسار کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ اور اگر بالفرض عظمت و کبریائی کا کوئی حصہ اسی کی طرف متوجہ ہو تو اس کو زینہ سمجھتا ہے تاکہ اس ذریعے سے بلندی کی طرف جائے اور اس بارگاہِ الٰہی میں پہنچے جو عظمت و کبریائی کے لائق ہے۔ اس طرح حسن و جمال، خیر و کمال کا حال ہے کہ انھیں زینہ سے بڑھ کر نہیں سمجھتا۔ امانتیں امانت والوں کی طرف راجع ہوتی ہیں پس ریا اور سمعہ کی صورت میں اس کا مقصود شہرت، فخر و بلندی و عظمت نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ کی اس نعمت کا اظہار اور اس احسان کا اعلان ہے جس کی نسبت اس کے ساتھ واقع ہوئی ہے۔ پس اس کی ریا اور سمعہ حق تعالیٰ کی عین حمد و شکر ہے۔ جو برائی سے نکل کر نیکی کی صورت میں آگئی ہے۔ اسی طرح اس کی دوسری صفات کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بے انتہا رحم والا ہے)۔

مکتوب ۲۵۶ جلد اول - آپ نے پوچھا تھا کہ اس ایمان سے جو حدیث لَو وُزِنَ اِیمَانُ اَبِی بَکرٍ مَعَ اِیمَانِ اُمَّتِی لَرَجَحَ (اگر ابوبکرؓ کا ایمان میری امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ضرور غالب آجائے) میں واقع ہے کیا مراد ہے، اور اس کی ترجیح کا کیا سبب ہے۔ جاننا چاہیئے کہ ایمان کی ترجیح مومن بہٖ (جس پر ایمان لایا جائے) کی ترجیح کے سبب ہے۔ چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا متعلق (یعنی حضرت کا ایمان جن جن پہلوؤں سے تعلق رکھتا ہے) تمام امت کے ایمان کے متعلقات سے فائق و برتر ہے اس لئے اسے ہر طرح فوقیت اور افضلیت ہوگی۔ میرے مخدوم! اعلیٰ مراتب میں معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ اگر (عروج میں) ایک نقطہ بھی زیادہ بلند ہو جائے تو وہ کمال جو اس نقطۂ عروجی کے سبب حاصل ہوتا ہے تمام گزشتہ کمالات سے زیادہ اور غالب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ نقطہ اپنے سب ماتحتوں سے بلند تر ہے۔ اور یہی حال اس نقطہ کا ہے جو اس نقطۂ ماتقدم کے اوپر ہے۔ کیونکہ نقطۂ ماتقدم بمع اپنے ماتحت کے نقطۂ فوق کے مقابلہ میں حقیر و نقیر (نہایت معمولی) ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ پس جس کے ایمان کا متعلق کمالِ فوق ہو تو وہ بے شک اپنے جملہ ماتحتوں سے راجح و غالب ہوگا۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ ایک لحظہ میں تمام ماتقدم کمالات کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور فقیر کی تحقیق کے اندازہ کے مطابق ایک لمحہ میں جملہ کمالاتِ ماتقدم سے بھی زیادہ حاصل کر لیتا ہے۔

مکتوب ۱۲ جلد اول - اور ولایت کے بے شمار درجے ہیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک۔ کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اسی نبی سے مخصوص ہے اور ان درجات میں اعلیٰ ترین درجہ وہی ہے جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ

واصحابہ کے قدم پر ہے کیونکہ وہ تجلی ذاتی جس میں اسماء و صفات و شیون
واعتبارات کا کوئی اعتبار نہیں ہے، نہ ایجابی لحاظ سے اور نہ سلبی لحاظ سے،
وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت ہی سے مخصوص ہے۔ اور اس مقام
پر علمی اور عینی لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری پردوں کا زائل ہونا ثابت
اور محقق ہوتا ہے۔ پس اس وقت وصل بلاحجاب حاصل ہو جاتا ہے اور وجد
حقیقی ثابت ہوتا ہے نہ کہ ظنی و تخمینی۔ اور اس عزیز الوجود مقام سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تبعین کو بڑا حصہ ملتا ہے [۱]

---

[۱]۔ اللہ تعالیٰ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور رحمت کے متعلق
اس طرح خبر دیتا ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا
وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ
بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَبِیْرًا (ترجمہ اے نبی! ہم نے تم کو گواہی
دینے والا اور نیکوں کو خوش خبری دینے والا اور بدوں کو غضبِ الٰہی سے ڈرانے والا
اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف لوگوں کو بلانے والا اور ہدایت کا روشن چراغ (اور
نورانی بنانے والا) بنا کر بھیجا ہے۔ اور ایمان والوں کو اس بات کی خوشخبری دو کہ ان
پر اللہ کا بڑا فضل ہے)۔ خلاصہ یہ ہے کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ
(ہم نے تم کو جملہ جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
(اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے پیغمبر ہیں)۔ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ
اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ (پاک ہے تیری ذات ہمیں علم نہیں مگر اتنا
ہی جتنا علم تو نے عطا فرمایا کہ بے شک تو ہی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور حکمت والا ہے)
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ (اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ
رحم کرنیوالے! اپنی بہترین مخلوق محمد پر اور ان کی جملہ آل و اصحاب پر رحمت کاملہ نازل فرما)۔

تمت

ضمیمہ اوّل

انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام صدیقین واکابر دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بعض کتب حقائق جو اس تالیف میں مذکور ہیں۔

(۱) خاتم النبیین رحمتہ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲-۸) ابراہیم خلیلؑ - موسیٰؑ - عیسیٰؑ - نوحؑ - یعقوبؑ - خضرؑ - داؤد صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(۹-۱۲) خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(۱۳-۱۵) امام حسن امام حسین و امام زین العابدین علیہم السلام

(۱۶-۱۸) ابوہریرہ - انس و اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۱۹) غوث الاعظم سید عبدالقادر محی الدین جیلانی قدس اللہ سرہ

(۲۰) خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہ

(۲۱) سید الطائفہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ

(۲۲) ابویزید بسطامی قدس اللہ سرہ

(۲۳) ابوبکر شبلی قدس اللہ سرہ

(۲۴) سید محی الدین ابن العربی قدس اللہ سرہ

(۲۵) شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ

(۲۶) خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ

(۲۷) حبیب عجمی قدس اللہ سرہ

(۲۸) امام غزالی قدس اللہ سرہ

(۲۹) امام رازی قدس اللہ سرہ

(۳۰) مولانا جلال الدین رومی قدس اللہ سرہ

(۳۱) خواجہ شمس تبریز قدس اللہ سرہٗ (۳۲) شیخ فریدالدین عطار قدس اللہ سرہٗ
(۳۳) شیخ عبدالرزاق قادری قدس اللہ سرہٗ (۳۴) شیخ عبدالکریم جیلی قدس اللہ سرہٗ
(۳۵) شیخ حسام الدین علی متقی قدس اللہ سرہٗ (۳۶) شیخ ابراہیم کردی قدس اللہ سرہٗ
(۳۷) شیخ عبدالرزاق کاشی قدس اللہ سرہٗ (۳۸) شیخ صدرالدین قونوی قدس اللہ سرہٗ
(۳۹) خواجہ حافظ شیرازی قدس اللہ سرہٗ (۴۰) مولنا جامی قدس اللہ سرہٗ
(۴۱) شیخ سعدی قدس اللہ سرہٗ (۴۲) شیخ نظامی گنجوی قدس اللہ سرہٗ
(۴۳) امام قشیری قدس اللہ سرہٗ (۴۴) شیخ قطب الدین یمنی قدس اللہ سرہٗ
(۴۵) ابوطالب مکی قدس اللہ سرہٗ (۴۶) سید جعفر مکی قدس اللہ سرہٗ
(۴۷) خواجہ بہاؤالدین آملی قدس اللہ سرہٗ (۴۸) نجم الدین محمود شبستری قدس اللہ سرہٗ
(۴۹) امام عارف شعرانی قدس اللہ سرہٗ (۵۰) شیبان راعی قدس اللہ سرہٗ
(۵۱) خواجہ عبیداللہ احرار قدس اللہ سرہٗ (۵۲) خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہٗ
(۵۳) خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہٗ
(۵۴) خواجہ محمد باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ (۵۵) امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ
(۵۶) خواجہ فریدالدین شکر گنج قدس اللہ سرہٗ
(۵۷) شاہ بوعلی قلندر قدس اللہ سرہٗ (۵۸) سید گیسو دراز چشتی قدس اللہ سرہٗ
(۵۹) مولنا عبدالغفور لاری قدس اللہ سرہٗ
(۶۰) مرزا جان جاناں شہید مجددی قدس اللہ سرہٗ
(۶۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ
(۶۲) شاہ عبدالرحیم قدس اللہ سرہٗ (۶۳) شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ
(۶۴) شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہٗ (۶۵) قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس اللہ سرہٗ
(۶۶) حاجی امداداللہ قدس اللہ سرہٗ (۶۷) مولوی محمد قاسم قدس اللہ سرہٗ

(۶۸) مولوی محمد حسن قدس اللہ سرہٗ
(۶۹) مولوی رشید احمد قدس اللہ سرہٗ
(۷۰) مولوی سید یعقوب قدس اللہ سرہٗ
(۷۱) مولوی وکیل احمد مجددی قدس اللہ سرہٗ

کتب حقائق

قرآنِ کریم تنزیلٌ مّن رّبّ العٰلمین

۱۔ صحاح ستہ (بخاری و مسلم وغیرہ)
۲۔ فتوح الغیب
۳۔ فصوص الحکم
۴۔ فتوحات مکیہ
۵۔ احیاء العلوم
۶۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ
۷۔ رسالۂ قدسیہ
۸۔ قول الجمیل
۹۔ ہدیہ مجددیہ
۱۰۔ طبقات الکبریٰ
۱۱۔ مختارات الصوفیہ
۱۲۔ کلمات طیبات
۱۳۔ قوت القلوب
۱۴۔ نفحات الانس
۱۵۔ عوارف المعارف
۱۶۔ ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ
۱۷۔ فوائد السالکین
۱۸۔ کتاب المکاتیب
۱۹۔ مکتوبات المعارف
۲۰۔ انفاس رحیمیہ
۲۱۔ فتاویٰ عزیزیہ

ان کے علاوہ اکثر اکابر کا منظوم کلام بھی درج ہے۔

ضمیمہ دوم

منجملہ بہت سی مستند کتابوں کے جن میں مقامات توحید اور حقائق متعلقہ واضح اور مشرح ہیں چند بغرضِ سہولت تحقیق درج ذیل ہیں۔

اس سلسلہ کی بعض کتابیں جن کے اقتباسات داخل کتاب ہیں ضمیمہ اول کے تحت میں اندرج ہو چکی ہیں۔ اسلامی ادب میں حقائق کا اک بحرِ بے پایاں موجزن ہے۔ سُبحان اللّٰہ وبحمدہٖ

از امام ابوالقاسم القشیری رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ لطائف الاشارات ۲۔ تقریرات ۳۔ رسالۃ القشیریہ ۴۔ تفسیر قشیری از امام ابوالحسن الاشعری رحمۃ اللہ علیہ ۵۔ اصول کبیر، از ابوطالب المکی رحمۃ اللہ علیہ ۶۔ قوت القلوب، از امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ۷۔ کتاب التجرید فی التوحید ۸۔ رسالۃ التوحید ۹۔ مشکوٰۃ الانوار ۱۰۔ اربعین ۱۱۔ الرسالۃ اللدنیہ ۱۲۔ میزان العمل ۱۳۔ الکشف والتبیین فی غرور الخلق اجمعین ۱۴۔ مکاشفۃ القلوب ۱۵۔ کیمیائے سعادت ۱۶۔ جواہر القرآن، از سید مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ ۱۷۔ اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء العلوم، از امام نورالدین صابونی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۔ بدایہ فی اصول الدین، از امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۔ کتاب الاسماء والصفات، از امام ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۔ عقیدہ، از شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ۲۱۔ مالا بد منہ للمرید ۲۲۔ رسالہ وجودیہ ۲۳۔ رسالہ قدسیہ ۲۴۔ رسالہ اتحادیہ ۲۵۔ مشہدیہ ۲۶۔ فصوص الحکم ۲۷۔ شجرۃ الکون ۲۸۔ تحفۃ السفرہ، از علامہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۹- الیواقیت والجواہر ۳۰- الکبریت الاحمر ۳۱- الطبقات الکبریٰ ۳۲-
الوارد المواقح القدسیہ ۳۳- درالغواص فی فتاوی الخواص ۳۴- الجواہر
والدرر، از علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ۳۵- کتاب المنن والاخلاق
۳۶- مختصر تذکرہ قرطبی، از عبدالعزیز الدباغ رحمۃ اللہ علیہ ۳۷- ابریز، از
الشیخ الامام سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸- النظام الخاص لاہل المعرفتہ والاختصاص،
از امام محی الدین النودی رحمۃ اللہ علیہ ۳۹- ریاض الصالحین، از حافظ ابن قیم الجوزیہ
رحمۃ اللہ علیہ ۴۰- منازل السائرین ۴۱- حادی الارواح الی بلاد الافراح ۴۲-
قصیدہ نونیہ، از حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ۴۳- تفسیر سورہ اخلاص، از امام
راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۴- کتاب الذریعہ الی احکام الشریعہ، از ابن
جوزی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵- صفوۃ الصفوہ، از عبدالکریم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ ۴۶-
الانسان الکامل ۴۷- الکہف الرقیم، از شیخ عبدالہادی الابیاری رحمۃ اللہ علیہ
۴۸- باب الفتوح الی معرفتہ الروح، از ابن حاج التلمسانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۹-
مدخل، از شیخ عبدالغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ ۵۰- جواہر النصوص شرح فصوص،
از ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ ۵۱- نقد النصوص ۵۲- لوائح ۵۳- الدرۃ الفاخرہ
فی تحقیق مذہب الصوفیہ والمتکلمین والحکماء، از امام عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ
علیہ ۵۴- مسائل الطریقۃ فی علم الحقیقہ، از ضیاء الدین بن احمد بن مصطفی رحمۃ اللہ
علیہ ۵۵- جامع الاصول فی الاولیاء و انواعہم، از شیخ برکوی رحمۃ اللہ علیہ ۵۶-
الطریقہ المحمدیہ، از شیخ خادمی رحمۃ اللہ علیہ ۵۷- شرح الطریقۃ المحمدیہ ۵۸-
المنہج القوی فی شرح المثنوی، از شیخ یوسف الدجوی رحمۃ اللہ علیہ ۵۹- سبیل
سعادۃ، از قاشانی رحمۃ اللہ علیہ ۶۰- شرح فصوص الحکم، از قیصری رحمۃ اللہ
۶۱- شرح فصوص الحکم، از بالی رحمۃ اللہ علیہ ۶۲- شرح فصوص الحکم

از عاملی رحمۃ اللہ علیہ ۶۳- رسالہ وحدت الوجود، از شیخ عزالدین محمود رحمۃ اللہ علیہ ۶۴- کشف الوجود، از نابلسی رحمۃ اللہ علیہ ۶۵- ایضاح الدلالات از سید محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ ۶۶- بحر المعانی، از ابوالفتح علی قریشی رح ۶۷- کشف الحقائق از عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ۶۸- زبدۃ الحقائق، از کمال الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ ۶۹- مدارج الکمال، از مسعود بک رحمۃ اللہ علیہ ۷۰- مراۃ العارفین، از شیخ موسیٰ بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ ۷۱- نفس رحمانی، از حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ ۷۲- مرغوب القلوب، از علامہ دوانی رحمۃ اللہ علیہ ۷۳- الحواشی الجلالیہ علی شرح التجرید، از میر زاہد الهروی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴- الحواشی الزاہدیہ، از سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ۷۵- عین الفقر، از شیخ ضیاء الدین نخشبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۶- سلک السلوک، از شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ۷۷- انفاس رحیمیہ، از شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۷۸- اخبار الاخیار ۷۹- زبدۃ الاسرار، از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۸۰- الطاف القدس ۸۱- حجۃ اللہ البالغہ، از مولٰنا محمد اسمٰعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۸۲- عبقات ۸۳- صراط مستقیم، از مولٰنا شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۸۴- دمغ الباطل، از خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۵- نور وحدت، از حاجی امداد اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ ۸۶- ضیاء القلوب، از مولٰنا بحر العلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ۸۷- شرح مثنوی شریف، از شاہ عبداللطیف دیلوری رحمۃ اللہ علیہ ۸۸- جواہر السلوک ۸۹- جواہر الحقائق، از شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۹۰- کشکول کلیمی، من ملفوظات نظام الدین اولیا سلطان جی رح ۹۱- فوائد الفواد، از حضرت شاہ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ ۹۲- مکتوبات منیریہ، از حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رح ۹۳- مکتوبات قدوسیہ، از خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ

۹۴- علم الکتاب، از مولٰنا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ ۹۵- عقاید حسینی، از محمد مخدوم سلطانی رحمۃ اللہ علیہ ۹۶- میزان التوحید، از شیخ محمد غوث گوالیاری ۹۷- بحر الحیات، از سید شریف الحسینی رحمۃ اللہ علیہ ۹۸- نفائس الحقائق، از شیخ محب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۹۹- مقدمۃ المعارف، ۱۰۰- شرح فصوص الحکم از مولٰنا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱- قبلہ نما ۱۰۲- آبحیات ۱۰۳- تقریر دلپذیر از مولٰنا محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۴- الروض المجود فی اثبات وحدت الوجود، از مولٰنا شیخ علی المہائمی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۵- تفسیر تبصیر الرحمٰن، از نواب صدیق حسن خاں مرحوم بھوپالی ۱۰۶- تقصار جیاد الاحرار

ضمیمہ سوم

یورپین فلسفی بعض تصانیف و اصطلاحات مندرجہ کتاب

(۱) فلسفی

۱- الگزنڈر اسمتھ	Alexander Smith
۲- بیکن	Bacon
۳- برگسن	Bergson
۴- برکلے	Berkley
۵- برونو	Bruno
۶- چارلس کنگسلے	Charles Kingsley

copernicus	۷- کوپرنیکس
Darwin	۸- ڈاروِن
Democritus	۹- دیمقراطیس
Descartes	۱۰- ڈیکارٹ
Draper	۱۱- ڈریپر
Epicurus	۱۲- اپی کیورس
Fichte	۱۳- فختے
galilio	۱۴- گلیلیو
gassendi	۱۵- گسنڈی
goethe	۱۶- گیٹے
Haeckel	۱۷- ہیکل
Hegel	۱۸- ہیگل
Hume	۱۹- ہیوم
Huxley	۲۰- ہکسلے
Kant	۲۱- کینٹ
Laplace	۲۲- لاپلاس
Leibnitz	۲۳- لیبنز
Locke	۲۴- لاک
Lucretius	۲۵- لیوکریٹس
Newton	۲۶- نیوٹن
Samuel Lang	۲۷- سیمول لینگ

۲۸- شیلنگ — Schelling

۲۹- سرآلیورلاج — Sir oliver Lodge

۳۰- اسپنسر — Spencer

۳۱- اسپونزا — Spinoza

۳۲- ٹنڈل — Tyndall

۳۳- وارڈ — Ward

تصانیف

(۱) معرکہ مذہب و سائنس از ڈریپر — Draper: Conflict of Religion and Science

(۲) تحقیق اصل الانواع از ڈارون — Darwin: Origin of Species

(۳) معمۂ کائنات از ہیکل — Haeckel: Riddle of universe

(۴) خطبات و مضامین از ہکسلے — Huxley: Addresses and Essays

(۵) اصول و نتائج از ہکسلے — Huxley: Methods and Results

(۶) فزیکل بیسس آف لائف از ہکسلے — Huxle, physical Basis of life

(۷) میکانیک از لاپلاس	Laplace :— Mechanique
(۸) پرنسپیا از نیوٹن	Newton :— Principia
(۹) خواص مادہ از ٹیٹ	Tait : properties of Matter
(۱۰) خطبات و مقالات از ٹنڈل	Tyndall : Addresses and Discourses
(۱۱) خطبات بلفاسٹ از ٹنڈل	Tyndall :— Belfast Address
(۱۲) فطرت و لاادریت از وارڈ	Ward : Naturalism and Agnosticism

اصطلاحات

(۱) لاادریت	Agnosticism
(۲) ظواہر	Appearances
(۳) سالمات	Atoms
(۴) مراکز قوت	Centralised forces
(۵) ادعا	Dogma
(۶) ایتھر	Eaether

Electrans	(۷) برق پارے
Energy	(۸) قوت
Experiments	(۹) اختبارات
Explanation	(۱۰) توجیہہ وتشریح
Extension	(۱۱) امتداد
Figure	(۱۲) شکل
genesis	(۱۳) خلق
group	(۱۴) اجتماعیات
Idealists	(۱۵) تصوریہ
Illusion	(۱۶) فریب
Inquisition	(۱۷) محکمہ احتساب
laws of Nature	(۱۸) قوانین فطرت
Metaphysics	(۱۹) مابعدالطبعیات ۔ الہیات
Metaphysical points	(۲۰) مابعدالطبعیات نقطے
Molecules	(۲۱) مکسرات
Nomina	(۲۲) اعیان
parallelism	(۲۳) توازیت
Phenominon	(۲۴) حادثۂ ظہور
Physical Science	(۲۵) حکمت طبعی
Protoplasm	(۲۶) جسمی اساس حیات
Realities	(۲۷) حقائق اشیا

Reason and Science — (۲۸) عقل و حکمت

Scepticism — (۲۹) تشکیک

Carbon — (۳۰) کاربن

Hydrogen — (۳۱) ہائیڈروجن

Nitrogen — (۳۲) نائٹروجن

Oxygen — (۳۳) آکسیجن

حضرت مولانا پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ کے تصنیفات
تالیفات - تراجم
شعبہ اسلامیات

۱- مشکوٰۃ الصلوات للبرنی :- (بزبان عربی) مترجمہ عبدالحلیم الیاسی بزبان اردو - جامع وسیع تالیف - بطرز خاص جدید - اکابر کے نادر بہترین درودوں کا مجموعہ ہے - بہت مقبول - ایڈیشن ہفتم صفحات ۲۰۰ قیمت ڈیڑھ روپیہ

۲- حزب اللہ :- (للبرنی بزبان عربی) خالص اوراد قرآنی کا مجموعہ حزب البحر کے نمونہ پر مترجمہ عبدالحلیم الیاسی (بزبان اردو) عالم اسلام کے لئے اور رفعت ذات و خاتمہ فساد و فتح حق کے لئے بیس وظیفے ہیں صفحات ۴۸ ایڈیشن سوم قیمت ۴۰ پیسے

۳- تسہیل التنزیل :- (بزبان اردو و عربی) فن قرأت پر تفہیم جدید جسے پڑھ کر قرأت آسان معلوم ہوتی ہے - ایڈیشن سوم صفحات ۲۲۸ قیمت ڈھائی روپیہ

۴- تحفہ محمدی حصہ اول، دوم، سوم، چہارم - عاشقان رسول مقبول کے پر کیف نغموں کا مجموعہ ایڈیشن ششم صفحات ۲۵۰ قیمت فی جلد چالیس پیسے -

۵- جواہر سخن - فارسی شعراء کی نخبہ شاعری کا بہترین انتخاب صفحات ۶ قیمت ۴ر

۶- قادیانی چکر جن بسولیشور :- اس میں جن بسولیشور تحریک کی قادیانیت کو انہیں کی تحریرات سے واضح کیا گیا ہے - طبع دوم صفحات ۲۶ قیمت ۱۳ پیسے

۷- قادیانی قول و فعل حصہ دوم صفحات ۲۰۰ قیمت ایک روپیہ

۸- صراط الحمید جلد اول - حضرت کا مقبول سفرنامہ حرمین شریفین - عراق - شام - فلسطین - حجاز طبع دوم ۳۶۴ صفحات - نایاب

۹- صراط الحمید جلد دوم - حضرت کے دوسرے حج کا سفرنامہ حرمین شریفین صفحات ۲۲۰ =

۱۵- لحن الطیب یعنی ملفوظات مولانا الیاس برنی - صفحات

- صراط الحمید جلد اول دوم تلخیص معہ اردو ترجمہ آیات وادعیہ
صفحات ۳۰۰ - قیمت دو روپیہ

- معروضہ - حضرت کا عرفانی کلام بلاک میں تاج کمپنی پاکستان سے طبع ہوا
صفحات ۱۳۰ - قیمت ایک روپیہ

- اسلام (بزبان انگریزی) ۲۶۰ صفحات ایڈیشن سوم طباعت طلب

شعبۂ ادبیات (اردو، ہندی، سنسکرت)

۱تا۱۴۲) منتخبات نظم اردو - بارہ جلد - معارف ملت ۴ جلد، جذبات فطرت چار جلد، مناظر قدرت چار جلد، دو سو شعراء کا کلام - ڈیڑھ ہزار نظمیں - یہ اردو زبان کی گولڈن ٹریژری سمجھا جاتا ہے - کلام کیا ہے - دل کی کہانی شاعروں کی زبانی - بے انتہا مقبول ۱۸۰۰ صفحات ایڈیشن ہفتم طباعت طلب

۲- اردو ہندی رسم الخط - اس کا مطالعہ و مقابلہ علمی و فنی لحاظ سے اہل علم کے لئے ضروری ہے - ایڈیشن دوم زیر طبع صفحات ۱۰۰

۲۷-۲ - برنی نامہ حصہ اول و دوم

شعبۂ قادیانیات

۲- "قادیانی مذہب" قادیانیت کا علمی محاسبہ - قادیانی تحریک کا مرقع قادیانی عقائد و اعمال، مکر و فریب کی عبرتناک مستند کتاب جو قادیانیت کی قاموس (انسائیکلوپیڈیا) تسلیم کی جاتی ہے - صفحات ۱۴۰۰ ایڈیشن ہفتم - طباعت طلب

۲۹- مقدمہ قادیانی مذہب۔ صفحات ۳۰۰ ایڈیشن دوم طباعت طلب

۳۰- قادیانی قول و فعل۔ خلاصہ قادیانی مذہب صفحات چارسو ایڈیشن

۳۱- قادیانی موومنٹ - بزبان انگریزی۔ طبع دوم - دفتر مسلم ڈائجسٹ ڈ طباعت

۳۲- الدیانۃ القادیانیہ۔ کتاب قادیانی مذہب کا بزبان عربی ترجمہ
از مولانا عبدالقدوس ہاشمی - طباعت طلب

شعبۂ معاشیات

۳۳- علم المعیشت - معاشیات پر خاص تصنیف - بقول ڈاکٹر اقب
یں پہلی کتاب اور ہر لحاظ سے مکمل ۸۰۰ صفحات

۳۴- معیشت الہند - ہندوستان کے حوالے سے علمی پہلو ۹۰۰

۳۵- اصول معاشیات - ۶۰۰ صفحات

۳۶- معاشیات ہند - ۴۰۰ صفحات

۳۷- برطانوی حکومت ہند - ۲۵۰ صفحات

۳۸- مالیات - ۵۰۰ صفحات

(۳۳ تا ۳۸ مطبوعات عثمانیہ یونیورسٹی پریس)

۱ تا ۱۰ کتب ملنے کے پتے

(الف) نشاۃ ثانیہ - معظم جاہی مارکٹ حیدرآباد

(ب) حیدر اینڈ سنس - مچھلی کمان - حیدرآباد

(ج) برنی اکیڈیمی - سیف آباد - حیدرآباد - اے پی

مرقوم میلاد مبارک ۱۳۸۷ھ

مطبوعہ:- اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد ۲ اے پی